نومبر 2020
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
Naeyufaq.com
pklibrary.com
www.pklibrary.com

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

وہ تو خوشبو ہے

افسانے

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 81 فیپر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

pklibrary.com

فریدہ جاوید فری......لاہور

پیاری فریدہ! خوش وآباد رہو آپ کی ناساز طبیعت کا پتا چلا دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے آمین۔ آپ کی جانب سے نگارشات موصول ہوئی پر اس بار پرچے میں شامل نہیں ہوسکیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ شائع کردی جائیں گی۔

نسیم عبداللہ......نامعلوم

پیاری نسیم! سدا آباد رہو، کافی عرصے بعد آپ کی تحریر حجاب میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوئی پر بارشوں کے باعث آپ کا پتا بارش کے پانی میں بہہ گیا، اب آپ جلد از جلد دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں تاکہ آپ کو اعزازی پرچہ بھیجا جاسکے۔

قابل اشاعت:۔

محبت کی تھپکی، ازخواب گراں خیز، اعتبار، نئی بہو۔

ناقابل اشاعت:۔

گم نام مصور اور لکھاری، بے حسی، ہماری ادھوری کہانی، ارمان ہو، محافظ، سرخ سویرا، کچی کلی، فسانہ آزادی کا، خواب سہارے تو ہیں، ان کہی، گڑیا رانی، صلیب، خواب کچھ گلاب سے، رشتے کورے کاغذ جیسے، نگہبان، شاپنگ، وصل، دعا، رسوائی، زاویہ، پت جھڑ کے بعد، پھر سے اعتبار، دو آنکھیں، راہ ہدایت، نوکری والی، شوق، خواب اور خواہش۔

www.naeyufaq.com

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ان پیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیج، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 نیپئر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

مشتاق احمد قریشی

جنت کے مکینوں کا احوال سورۃ الدھر میں بھی دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم جو سراسر ہدایت اور ایمان کی روشنی کی کتاب ہے قرآنِ کریم کتابِ الٰہی ہے۔ جس کا ایک ایک حرف صداقت وحقیقت کا مظہر ہے نہ تو یہ کسی طرح قصے کہانیوں کی کتاب ہے اور نہ ہی کوئی تمثیلی کتاب ہے۔ جو جس طرح ہو چکا اور آئندہ جس طرح ہونا اور اہلِ ایمان کس طرح زندگی بسر کریں کہ وہ آخرت کی دائمی زندگی کے عیش وآرام اور راحتیں پا سکیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکیوں کا اجر اور بدیوں کی سزا کے بارے میں تفصیل کھول کھول کر بیان فرمادی ہے تاکہ انسان برائی بدی اور ظلم سے بچ سکے اور اپنے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے راہِ حق پر چلے اور کسی طرح اگر بھٹک بھی جائے تو واپس صراطِ مستقیم پر آجائے۔ قرآن میں سزائیں اس لیے بھی بتادی گئی ہیں کہ انسان کو یہ معلوم رہے کہ وہ جو محنت مشقت برداشت کررہا ہے اس کا صلہ اس کا اجر کتنا عظیم اور بہتر ہے کہ اس کی آخرت کی دائمی زندگی کس طرح خوشگوار گزرے گی۔ اس لیے وہ دنیا کی زندگی کو احکامِ الٰہی اور سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بڑی احتیاط کے ساتھ گزارے گا۔ سورۃ الدھر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اور انہیں (اہل جنت کو) ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ وہاں وہ (اہل جنت) اونچی مسندوں پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ ہی جاڑے کی سختی اور جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی ان پر سایہ کررہی ہوگی۔ اور ان کے پھل ہر وقت نیچے لٹکے ہوئے (ان کی ہاتھ کی پہنچ میں ہوں گے) اور ان کے آگے چاندی کے برتنوں اور جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے اور وہ شیشے بھی چاندی کی طرح کے ہوں گے جن کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک انداز سے بھرا ہوگا۔ اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ جنت کی ایک نہر جس کا نام سلسبیل ہے وہ اس کے اردگرد گھومتے پھرتے ہوں گے ان کی خدمت کے لیے وہ کم سن بچے جو ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے جب تم انہیں دیکھو گے تو سمجھو گے کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں۔ وہاں تم جدھر بھی نظر ڈالو گے ہر طرف سراسر نعمتیں ہی نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھو گے۔ ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (الدھر۔۱۲ تا ۲۱)

جنت کی منظر کشی اللہ تعالیٰ نے یوں ہی نہیں کی۔ انسان چونکہ ناقص العقل ہے اور اس کے ساتھ شیطان مردود بھی اسے بہکانے کے لیے ہر دم لگا ہوا ہے اس لیے انسان کو یاد کرانے اور جتانے کے لیے کہ راہِ حق پر چلنے سے کیا فوائد اور نعمتیں حاصل ہوسکتی ہیں اور نہ چلنے سے کتنا عظیم اور دائمی نقصان ہوسکتا ہے۔

ترجمہ۔ جو نیک شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے (کام کا بدلہ) دس گنا ملے گا اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہیں ہوگا۔ (الانعام۔۱۶۰)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسانات کا بیان ہے۔ جو اہلِ ایمان کے ساتھ وہ کرے گا۔ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ یہ تو کم از کم اجر ہے ورنہ تو خود قرآن حکیم میں اور احادیث شریف میں ایک نیکی

pklibrary.com

کا اجر کئی کئی سو گنا بلکہ ہزاروں گنا تک ملنے کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی منشا پر منحصر ہے کہ وہ اپنے نیک اور پرہیز گار بندوں کو کس قدر اجر سے نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ پوری طرح صاحب اختیار واقتدار ہے وہ اپنی مرضی کا مالک ومختار ہے جس طرح چاہے جو چاہے وہ کرسکتا ہے۔ آیت مبارکہ میں اسی بات کی نشاندہی کی گئی ہے جو شخص بھی ایک اللہ کی اطاعت وبندگی کرتے ہوئے نیک اعمال نیک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کا بدلہ کم از کم دس گنا عطا فرماتا ہے چونکہ وہ غفور ورحیم ہے وہ بدی وگناہ کے بدلے سزا کو دس گنا زیادہ نہیں کرتا اس کی سزا اتنی ہی ہوتی ہے جتنا وہ گنا کرتا ہے یہ بھی اس کی کبریائی اور جلال کی عظیم صفت ہے۔ ورنہ تو کون ہے جو اسے کسی بھی طرح روک سکے کہ وہ نیکیوں کے اجر کی مانند اپنے احکام کے خلاف چلنے والوں کفر کرنے والوں، گناہ گاروں کو سزا بھی اسی طرح دے جس طرح نیکوکاروں کو اجر دیتا ہے۔

ترجمہ۔ (اے نبیؐ) کہہ دو اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رَبّ سے ڈرتے رہو جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔ (الزمر۔۱۰)

تفسیر: آیت مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے اور محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر انہیں تاکید فرما رہا ہے کہ آپ کہہ دیجیے اے ایمان والو متقی بن جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہی اصل تقویٰ ہے۔ تقویٰ دراصل اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہے جو انسانی جاں میں سرایت ہوتا ہے یعنی دل کی حساسیت اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ویسے ہی عمل پیرا ہونا جیسا کہ ان کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف ڈر اور خشیت کے ساتھ دیکھنا، اس کے غضب، ناراضگی سے ڈرتے رہنا یہی اہل ایمان کے تقویٰ کی نشانیاں ہیں۔ جن لوگوں نے دنیا میں نیک رویے اختیار کئے ان کے لیے بھلائی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان متقی پرہیز گاروں کے لیے جنہوں نے دنیا میں اپنی زندگی اچھی طرح یعنی دین حق پر قائم رہتے ہوئے صراط مستقیم پر سفر کرتے گزاری ہوگی اور دنیا کے جور وستم کے باوجود اور اس کی دلکشی لذتوں کے ہوتے ہوئے انہیں اپنی آخرت کے سامنے حقیر سمجھا ہوگا تو ایسے ہی لوگوں کے لیے یہاں خوش خبری سنائی جارہی ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ اللہ کی طرف سے بھلائی کے حق دار ٹھہرائے گئے اور اللہ کی بہت زیادہ نعمتوں، انعام واکرام اور بے پناہ فضل وکرم بھی پائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جو دین حق کی سچائی کے لیے ہر جگہ، ہر طرح سینہ سپر ہوجاتے ہیں۔ اللہ کے دین کے لیے ان کا راستہ نہ کوئی نسب، رشتہ داری، کسی بھی قسم کی دوستی روک سکتی ہے نہ ہی کسی طرح کی مخالفت ودشمنی اور نہ ہی شیطان کے وسوسے انہیں ان کی استقامت اور ثابت قدمی سے ہٹا سکتے ہیں۔ ایسے ہی باہمت حوصلہ مند افراد کے لیے اللہ کے یہاں بہت بڑا اور بہت زیادہ اجر ہے کیونکہ یہ لوگ ہر قسم کی ظلم وزیادتی پر اللہ کے لیے صبر وبرداشت اختیار کرتے ہیں جس کی تاکید آیتِ مبارکہ میں کی گئی ہے اور ان کے لیے بے شمار اجر کا اعلان بھی کردیا گیا ہے تاکہ شیطانی وسوسوں کی انسانی فکر میں گنجائش ہی نہ رہے اور وہ جو قدم اٹھائیں پورے یقین واعتماد کے ساتھ اٹھائیں کیونکہ انہیں اللہ کی طرف سے کہی گئی بات پر کہ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب کے اجر دیا جائے گا، یہ کوئی معمولی یا چھوٹا سا اعلان نہیں ہے یہ اعلان عام بہت اہم اور اللہ کی جانب سے کیا گیا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما کر لوگوں میں یہ احساس اجاگر فرما رہا ہے وہ جو نیک اعمال کریں گے تقویٰ اختیار کریں گے تو اللہ ان پر اپنی شفقت ورحمت کی بارش برسادے گا اپنی نعمتوں سے انہیں آخرت میں مالا مال کردے گا۔ اللہ تعالیٰ جو تمام انسانوں کا خالق ہے وہ انسانی قلوب کے ساتھ یہ مشفقانہ رحمت وکرم کا معاملہ اس لیے فرماتا ہے کیونکہ وہ ان کی فطرت ان کے وسوسوں ان کی نفسیات کی گہرائیوں اور نہایت ہی خفیہ احساسات تک سے بخوبی آگاہ ہے۔ ایسے ہی انسانوں کی تسلی وتشفی کے لیے ہر بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھا رہا ہے تاکہ انسانی ذہن بھٹک کر کہیں غلط شیطانی راہ نہ اپنا لے۔

جنت حسناتِ الٰہی کا مرکز ہے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بے پناہ نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور یہ تمام

pklibrary.com

نعمتیں ہر اہلِ ایمان اپنے اعمال اور طرزِ عمل کے ذریعے بآسانی حاصل کرسکتا ہے بس اسے سچا سیدھا تقویٰ کا راستہ اپنانا ہوگا۔ تقویٰ کیا ہے اور اسے کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ تقویٰ کے معنی تمام ممنوع حرام چیزوں سے بچنے اور پاکیزہ زندگی احکامِ الٰہی کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانا تقویٰ ہے۔ اسلام میں عبادت کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے مگر بنیاد تقویٰ پر ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ تقویٰ کے بغیر عبادات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تقویٰ کے بنیادی عناصر ہی اللہ کا خوف، حدود اللہ کی واقفیت، گناہوں کو چاہے وہ حقیر یعنی معمولی نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں انہیں معمولی نہ سمجھنا، ہر قسم کی مشکوک چیزوں سے بچنا، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا، عدل و انصاف کرنا اور کیے گئے وعدے اور عہد کو پورا کرنا ہیں۔ تقویٰ انسانی شخصیت کی تشکیل اور تعمیر میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کو کس قدر پسند فرماتا ہے اور ان کو کیسے کیسے انعامات اور نعمتوں سے نوازے گا اس کا ذکر قرآن کریم میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہے تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں اور اپنی اچھی آخرت کا اچھے طریقوں سے بندوبست کرلیں۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اس کے بندے زیادہ سے زیادہ اس کی اطاعت و بندگی سے آخرت میں جنت کی دائمی زندگی حاصل کرسکیں اس لیے وہ اہلِ ایمان افراد کو نیک اعمال پرہیزگاری اور تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے۔ اپنی رحمتوں، نعمتوں، فضل و کرم کا اظہار کرکے انہیں پاکیزگی پاکبازی کی ترغیب دیتا ہے۔ سزا اور اپنے عذاب سے ڈرانے اور خوف کھانے کی تاکید کرکے ایسے سرکش اور بہکے ہوئے لوگوں کو جو شیطان کے بہکائے میں آکر بھٹک کر راہ مستقیم سے دور ہوگئے ہیں یا ہورہے ہیں انہیں بھی راہ راست پر آنے پر مجبور کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام ہی بندوں سے بہت محبت و شفقت فرماتا ہے اس لیے ان کی سرکشی شرک و کفر کرنے پر بھی انہیں فوری سزا نہیں دیتا، انہیں اپنی سزاؤں اور عذابوں کے بارے میں مطلع کرکے موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے اختیار و ارادے سے اپنی کوشش اور خواہش سے توبہ کرکے راہِ حق پر آجائیں اور تقویٰ اختیار کرلیں اور اپنی آخرت کا بہتر سامان کرلیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ بار بار جہنم اور وہاں کے مکینوں کے بارے میں اطلاع دیتا رہتا ہے کہ اگر کوئی اللہ کی عنایتوں کی طرف راغب نہیں ہوتا تو وہ سزاؤں سے ہی خوفزدہ ہوکر صراط مستقیم پر آجائے۔

ترجمہ۔ بے شک متقی (پرہیزگار) لوگ سایوں (چھاؤں) اور چشموں میں ہیں۔ اور جو پھل وہ چاہیں (جن کی انہیں خواہش ہو وہ ہر وقت حاضر ہوں گے)

(اے متقیو!) کھاؤ پیو اور مزے سے اپنے اعمال کا صلہ (پاؤ) جو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔ یقیناً (اللہ) ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ (المرسلت۔ ۴۱ تا ۴۴)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں متقی لوگوں کے بارے میں تمام اہلِ ایمان کو مطلع فرمارہا ہے کہ اہلِ تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کس طرح کا معاملہ اپنے فضل و کرم سے فرمائے گا۔ متقی افراد کی آخرت کے بارے میں جگہ جگہ اعلان فرمارہا ہے کہ روزِ محشر جب حساب کتاب سے فارغ ہوجائیں گے تمام بدکار، کفر و شرک کرنے والے جو شدید ترین عذاب سے دوچار ہوں گے اس وقت میدان حشر میں بھی اہل ایمان اہل تقویٰ ہی آرام و سکون سے ہوں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے اجر کے طور پر ان کے ہاتھوں سے آبِ کوثر سے سیراب ہورہے ہوں گے اور سرداروں کے سردار اور تمام عالموں کے لیے رحمت، اللہ کے محبوب پیارے نبی کی سربراہی میں جنت میں داخل ہوں گے۔ قرآنِ کریم بار بار جنت اور اہلِ جنت کی منظر کشی کرکے تقویٰ اختیار کرنے اور ایمان پر قائم رہنے کے فوائد سے آگاہ فرمارہا ہے جیسا کہ ان آیاتِ الٰہی میں بیان کیا گیا ہے کہ متقی لوگ جنت میں ایسی ٹھنڈی حقیقی چھاؤں میں ہوں گے ان کے قرب میں ٹھنڈے میٹھے پانی سے لبریز چشمے بہہ رہے ہوں گے اور انہیں ایسے تمام پھل جو انہیں پسند ہوں، جن کی وہ خواہش کریں فوراً ہی مل جائیں گے یہ تمام انعامات الٰہی ہیں جو مادی نعمتوں کی شکل میں انہیں جنت میں میسر ہوں گے۔ نیک متقی لوگوں کو کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو یہ تمہارے رب کی

pklibrary.com

طرف سے تمہارے لیے انعام اور رحمت کی نعمتیں ہیں جو تمہیں تمہارے نیک اعمال کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کیئے تھے ملی ہیں۔

ترجمہ۔ یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی ہے ان کے لیے باغات اور انگور اور نوجوان (کنواری) ہم عمر عورتیں اور چھلکتے ہوئے جام (پینے کے لیے) وہاں وہ نہ جھوٹی بات سنیں گے اور نہ لغو باتیں (متقین کے لیے) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی (بڑا اور اہم) انعام ہوگا۔ (النباء۔۳۱ تا ۳۶)

تفسیر۔ ان آیاتِ مبارکہ میں بھی اہلِ ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جنت اور جنت کی تمام کامیابیاں اور انعامات انہیں ان کے تقویٰ کی بدولت حاصل ہوں گے۔ تقویٰ ایمان واطاعت کے تقاضوں کی تکمیل کا نام ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد تقویٰ اور عمل صالح کا اہتمام کرتے ہیں۔

ان آیات اور دوسری آیات کے ذریعے جنت اور اہل جنت کی جو منظر کشی کی گئی ہے اس سے بخوبی اندازہ ہو رہا ہے کہ اہلِ جنت کامیابی کے جن مقامات پر فائز ہوں گے۔ اہلِ جنت وہاں ایسی پاکیزہ زندگی بسر کریں گے جس کا تصور دنیا اور اہل دنیا کر ہی نہیں سکتے نہ وہاں جنت میں کوئی کسی طرح سے لغو باتیں کرے گا نہ ہی سنے گا نہ جھوٹ بولے گا نہ سنے گا نہ ایسی کوئی بات جو بے مقصد و بے معنی ہو کرے گا نہ ہی کسی اور کو کرتے دیکھے گا اور نیک اعمال کرنے والے متقین کے لیے اللہ تعالیٰ اعلان فرمارہا ہے کہ انہیں ان کے نیک اور اعمال صالح کے بدلے جنت تو ملے گی ہی اور بہت زیادہ بے حساب انعامات سے بھی نوازا جائے گا۔

ترجمہ۔ متقین (پرہیز گاروں) کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ (القلم۔۳۴)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک پرہیز گار بندوں کو تلقین فرمارہا ہے تم اگر دنیا میں رہ کر اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے میرے بتائے ہوئے سیدھے سچے راستے پر چلنے والے بن کر رہو گے تو میرے پاس تمہارے لیے ہر قسم کی نعمتوں سے بھری ہوئی جنتیں ہیں جو منتظر ہیں اپنے نیک وصالح مکینوں کی اور جنت نعیم کا جنت کے درجات میں ایک ممتاز مقام ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ حسناتِ جنت تو بہت زیادہ اور بہت اہم ہیں یہ سب کے سب اہلِ ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں بیان فرمائے ہیں یہ وہ حقائقِ الٰہی ہیں جن کا ذکر کرنا اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ضروری سمجھا لیکن حقیقت میں جنتوں کا احوال اور اپنے بے حد وحساب انعامات سے تو اللہ تعالیٰ خود ہی واقف ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حقیقت کی ایک ہلکی سی جھلک کے طور پر بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر قسم کے ہر اختیار کا مالک کل ہے جو جیسے چاہے جتنا چاہے اپنی نعمتوں سے انعامات سے نواز سکتا ہے اُسے نہ کوئی روکنے والا ہے نہ ہی مشورہ دینے والا اُس کی ذات عالی بڑی مدبر، عادل اور انصاف کرنے والی ہے وہ کبھی کسی کے ساتھ ذرّہ برابر ظلم نہ کرتا ہے نہ کرنے دیتا ہے یہ اور بات ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ ظلم وزیادتی کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اس نے برتری حاصل کر لی لیکن حقیقت میں وہ دوسروں پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا بلکہ خود اپنے نفس پر ظلم وزیادتی کر کے خود کو اللہ کی نظر میں ظالم بنا رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب اور رحمتوں کا ذکر کر کے انسان کو راہ راست پر چلنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اس کے لیے قطعی ممکن ہے کہ وہ اپنے ایک حکم سے سب کو متقی بنادے لیکن وہ انسان کو دیے گئے ارادے کے اختیار میں مداخلت نہیں کرتا۔

”وقنا“

لفظ وقنا کے دو حصے ہیں ایک واو جو دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لیے آتا ہے پہلی چیز دوسری چیز کی ہم زمانہ اور ساتھی ہو واو حرف جر ہے واو قسم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے ”والتین، والعصر، والقلم“ دوسرا حصہ قنا ہے اس لفظ کے بھی دو حصے ہیں ق اور نا اس میں ق واحد مذکر ہے اور حاضر امر معروف ہے جبکہ نا ضمیر جمع متکلم اس کے معنی ہیں ہم کو بچا۔ محفوظ کر اس طرح

وقنا کا مطلب ہوگا "اور ہمیں بچا" اور بچانے کا مطلب ہے پناہ دینا اور انسانوں کو اگر کوئی ذات ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھ سکتی ہے بچا سکتی ہے تو وہ ذاتِ الٰہی ہی ہو سکتی ہے۔ دوسرا کون ہے جو انسانوں کو شیطان مردود سے بچا سکے اس کی وسوسہ اندازی سے پناہ دے سکے یا ہر قسم کے عذاب سے محفوظ کر سکے۔ آیت مبارکہ "ربنا اتنا فی الدنیا میں انسان اپنے رَبّ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے کہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اس سے مراد جہنم کی آگ سے نجات ہے کیونکہ جہنم آگ ہی آگ ہے۔ آیتِ مذکور میں اہلِ ایمان کو ترغیب و تعلیم دی جا رہی ہے کہ اپنے رَبّ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی درخواست کیسے کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑے ہی رحم وفضل کا معاملہ فرماتا ہے وہ انسان کی پرورش ونگہداشت ہی نہیں فرماتا بلکہ اس کی آخرت سنوارنے میں اس کی بھرپور مدد بھی فرماتا ہے اور قدم قدم پر اپنی ہدایات عالیہ سے انسان کی رہنمائی ورہبری فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا کوئی بھی بندہ اپنی بداعمالی اپنے کفر وشرک کے باعث خود اپنے پر ظلم نہ کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل وکرم فرماتے ہوئے اس کی بخشش فرما کر اسے دوزخ اور اس میں بھڑکنے والی آگ سے بچا کر جنت میں داخل فرما دے اس کی آخرت کا بہتر انتظام کر دے۔ کچھ ایسا ہی تاثر درج ذیل آیت مبارکہ میں بھی آیا ہے۔

ترجمہ۔ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رَبّ! ہم ایمان لا چکے اس لیے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (العمران۔۱۶)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان اور اپنے متقی بندوں کی قلبی اور ذہنی کیفیت کو اجاگر کیا گیا ہے جو ان کی خوفِ الٰہی اور تقویٰ کی کیفیت کا نتیجہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پہلے اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں پھر ایمان کو عنداللہ اپنا شفیع بناتے ہیں اور اپنی مغفرت کی دعا طلب کرتے ہوئے اپنے آپ کو آگ سے بچانے کی درخواست کرتے ہیں۔

دینِ اسلام عین فطرت انسانی کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ نے تشکیل دیا ہے کیونکہ انسان کو تخلیق کرنے والا اس کی شکل وصورت بنانے والا اور اس کی فطرت بنانے والا بھی وہی ہے۔ اس لیے وہ بخوبی جانتا ہے کہ انسان کی فطری ضروریات کیا ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی انسان کے فطری میلانات کا پوری طرح لحاظ رکھتا ہے اور ان میلانات کو تہذیب اور شائستگی عطاء کرتا ہے۔ اسلام نے انسانی فطرت میں توازن پیدا کیا ہے۔ اسلام نے ہر قسم کی لذت وشہوت اخلاقی بلندی وپاکیزگی کے درمیان ایک حسین توازن پیدا کر کے حد اعتدال قائم کر دی ہے۔

دنیا تو آخرت کا ساز وسامان ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ اہل تقویٰ مومنین کو خوش خبری دیدیں، اُخروی زندگی کی بہتری کی خواہش ہر اہل تقویٰ کی فطری خواہش ہوتی ہے۔ اس لیے اہل تقویٰ کے اطمینان کے لیے انہیں خوش خبری سنائی جاتی ہے۔ اہل تقویٰ جن کے دل خوف الٰہی سے معمور ہوتے ہیں وہ احکام الٰہی کی اتباع کرتے ہیں اور ہر ہر قدم پر احتیاط اور خوف الٰہی سے کانپتے رہتے ہیں لرزتے رہتے ہیں کہ کہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھ جائے کوئی غلطی ایسی نہ ہو جائے جس کی گرفت سے بچنا ممکن نہ ہو۔ ایسے ہی متقی لوگ اللہ کے حضور دست بہ دعا ہیں کہ اے ہمارے رَبّ، ہم آپ پر، آپ کی کتابوں پر، ملائکہ پر، آپ کے رسولوں پر اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں۔ ہماری بندگی اور اطاعت سب تیرے اکیلے کے لیے ہے تو ہی ہمیں بخشنے والا مہربان ہے۔ ہمیں معاف کر دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اور اپنی پناہ عطا فرما دے۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com

ذکا زرگر

(1) میرے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور بچپن اور لڑکپن (ٹین ایج) ہے بچپن کا دور بھی کتنا اچھا ہوتا ہے ناں جہاں نہ کسی کے ناراض ہونے کی فکر ہوتی ہے نہ راضی کرنے کی فکر، ہر فکر اور پریشانی سے آزاد ہوتا ہے بندہ، بچپن میں کسی بھی درد سے آشنائی نہیں ہوتی ہے بندہ اپنے آپ میں مست اور مگن رہتا ہے۔ لڑکپن بھی میری زندگی کا خوب صورت دور ہے۔

(2) الحمدللہ! میں بہت اچھی اور لائق فائق اسٹوڈنٹ تھی اور ہوں۔ میں نے صرف پڑھائی پر توجہ نہیں دی بلکہ نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی تھی۔ آٹھویں جماعت تک ہم پرائیویٹ پڑھے جہاں ہم باقاعدہ پوزیشنز لیتے رہے ہیں۔ میٹرک ہم نے سرکاری اسکول سے کیا ہے ادھر بھی میں گروپ مانیٹر تھی۔ سرکاری اسکول میں جب تک رہی ہر مقابلے میں سر فہرست ہوتی تھی۔ تقاریر، نعرے بازی کا مقابلہ پارٹی، میلاد ہر فنکشن میں ہم آگے ہوتے تھے۔ میرے نعرے، بہت مشہور تھے۔

(3) ایسا کوئی خاص مضمون نہیں ہے جو مجھے سخت ناپسند ہو۔ سخت نہیں بلکہ ناپسند ضرور ہیں۔ مجھے مطالعہ اور میتھس میں ذرا بھی انٹرسٹ نہیں ہے۔ انگلش میرا فیورٹ سبجیکٹ ہے۔

(4) ابھی تو ہم خود تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الحمدللہ! ابھی سیکنڈ ایئر کے پیپرز کے بعد تھرڈ ائیر کے پیپرز کی تیاری میں مصروف ہوں لیکن ابھی تک جو بھی نالج مجھے ملی ہے وہ چھوٹی سسٹر صدف کو دیتی رہتی ہوں، ہم اپنے کزنز اور بھائیوں کو بھی اس نالج سے آگاہ کرتے ہیں۔

(5) میں اپنے آپ کو ایک خوش نصیب اسٹوڈنٹ سمجھتی ہوں کیونکہ مجھے زندگی میں بہتر سے بہترین ٹیچرز ملے ہیں۔ ان سب کی میں دل سے قدر، عزت اور احترام کرتی ہوں، ان سب ٹیچرز سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ مس فائزہ، مس نرجس، میم سمیرا، مس ذوبیہ، مس نصرت، مس اقصیٰ، مس ماریہ، مس منزہ ہیں، مس منزہ نے مجھے آگے بڑھنے اور پڑھنے میں بہت مدد کی ہے۔ ان کی میں بہت شکر گزار ہوں۔ تھینکس ٹو مائی آل ٹیچرز۔

(6) پابندیاں صلاحیتوں کو زنگ آلود کردیتی ہیں۔ اکثر والدین اپنے بچوں پر بے جا پابندیاں لاگو کرتے ہیں جس سے بچے کی شخصیت اور اس کی صلاحیتیں دب کر رہ جاتی ہے۔ اکثر والدین اپنے بچوں پر بھروسا نہیں کرتے تو بچے انہیں دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا شروع کردیتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں پر بھروسا اور یقین رکھیں تاکہ بچے اپنے والدین کو کانفیڈنس میں لے کر ہر بات شیئر کرسکیں۔

(7) بھئی سچ ہی کہا ہے کسی نے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہزار ہا چاہنے کے باوجود بھی میں حقوق اللہ کی پابندی نہیں کرپاتی اللہ کی اتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں مجھ پر کہ میں اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ نماز پابندی سے پڑھنے کی پوری کوشش کرتی ہوں۔ حقوق العباد اللہ کے حکم سے پوری کوشش کرتی ہوں کہ ہر طرح سے ادا کرسکوں اور کرتی بھی ہوں، ہر ایک کی مشکل میں مدد کرتی ہوں کبھی بھی فقیر یا مانگنے والوں کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ میرے بابا، جانی ہر کسی کی مشکل میں مدد کرنے کو آگے ہوتے ہیں۔ ہم بھی پوری کوشش کرتے ہیں ہر کسی کی مدد کرنے کی۔ اللہ ہمیں اور سب کو مدد کرنے کی توفیق دے آمین۔

(8) کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا، ہر انسان میں کچھ خامیاں اور خوبیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح مجھ میں بھی کچھ خامیاں اور خوبیاں ہیں۔ خامیاں یہ ہیں کہ بقول میری سسٹر صدف کے کہ میں غصہ حد سے زیادہ کرتی ہوں (واقعی یہ تو ہے) بقول میری مما کے کہ ذکا تم ضدی بہت ہو۔ غلط بات بالکل برداشت نہیں کرتی۔ صبر نہیں کرتی، پھوپو اقصیٰ کے ہزبینڈ مجھے مرچی کہتے ہیں۔ باقی سب نے اپنی اپنی پسند کے نام رکھے ہیں میرے۔ خوبیاں کچھ خاص نہیں ہیں۔ مما کہتی ہیں کہ تم نرم دل ہو زیادہ دیر کسی سے ناراض نہیں رہتی ہو، بہت حساس ہوں، پھوپو ادیبہ کہتی ہیں کہ کبھی کبھی ان کی بات مان لیتی ہوں (ہاہاہا) میں کسی پر اتنی جلدی یقین نہیں کرتی جب تک اگلے بندے کو آزمانہ لوں کسی پر اعتبار نہیں کرتی میں (پتا نہیں یہ خوبی ہے یا خامی)

(9) خوشی کے موقع پر ہر انسان ہی خوش ہوتا ہے مگر میں ان سب سے تھوڑی سی الگ ہوں میں اکثر خوشی کے موقع پر تھوڑی سی سیڈ ہوجاتی ہوں (پتا نہیں کیوں، شاید کچھ کمی سی ہے) بقول میرے۔

"لوگ خوش مزاج کہتے ہیں مجھے
میں نے اکثر اپنے آپ کو اداس پایا ہے"

مجھے سب سے زیادہ خوشی تب ہوتی ہے جب میری سسٹرز آجائیں تو ایسے موقع پر کوئی بھی دکھ درد مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ بہت جلد رونے لگ جاتی ہوں میں اپنا دکھ کسی سے شیئر نہیں کرتی جب دکھ زیادہ ہو تب دل کھول کر روتی ہوں رونے سے میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔

(10) سب سے زیادہ خوف مجھے اللہ کا ہے۔ مجھے قبر سے بہت زیادہ خوف آتا ہے۔ مجھے بابا جانی کے دور جانے سے میری شہزادی جان صباء زرگر کے بچھڑنے سے بہت ہی زیادہ خوف آتا ہے۔ اپنے بھائی کو باہر بھیجنے سے خوف زدہ ہوں، اپنے فیملی ممبر کے بچھڑنے سے خوف آتا ہے۔

آپی صباء کے لیے۔
"مجھے چھوڑنے سے پہلے
میرا کچھ تو چھوڑ جاتے"

(11) میں پڑھ لکھ کر بہت بڑی انسان تو نہیں لیکن اپنے بابا جانی کا فخر ضرور بننا چاہتی ہوں۔ میں بابا جانی کے لیے ایسی بیٹی بننا چاہتی ہوں کہ بابا جانی کو مجھ پر فخر ہو۔ بابا جانی ویسے تو مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور بھروسا اور یقین بھی بہت ہے اور یہی کوشش ہے کہ بابا

جانی کا اعتبار کبھی نہ ٹوٹے آمین۔

(12) ''ہم نے محبت چھوڑ دی لیکن
محبت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا''

مجھے محبت پر یقین تو ہے کیونکہ ہمارے اردگرد بسنے والوں سے ہمیں محبت ہو جاتی ہے جیسے کہ والدین، بہن بھائی، کزنز، ہماری معزز ہستیاں، ہمارے پیغمبر، سب سے بڑھ کر کہ میرا اللہ مجھے میرے اللہ سے بہت محبت ہے اس کے بعد مجھے میرے بابا جانی اور سسٹر صباء زرگر سے ہے جن کی ذرا سی تکلیف پر میں خود تڑپ اٹھتی ہوں۔ آئی لو یو (بابا جانی اینڈ صباء) ''صنف مخالف'' کی جو محبت ہے ابھی اس کا تجربہ نہیں ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

(13) ہمارے گھر میں سارے فیصلے دادو اور بابا جانی ہی کرتے ہیں۔ سب انہی کے فیصلے کو سراہتے ہیں۔ بابا جانی اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں تو ان سب کے فیصلے بھی بابا ہی کرتے ہیں باقی سب کے بھی بابا اور دادو ہی فیصلے کرتے ہیں۔

(14) ماضی کے کچھ واقعات ہیں جنہیں میں کبھی نہیں بھولا سکتی نہ بھول سکتی ہوں، میں اپنے آج کو کل سے بہتر بنانے کی بہت کوشش کرتی ہوں جس میں پوری بھی اترتی ہوں، فیوچر کی کوئی پلاننگ نہیں کرتی۔

(15) مجھے زندگی میں دو ہی لوگ اچھے لگتے ہیں جو زندگی کی تلخیوں کی وجہ سے خود تلخ نہیں ہوئے، دوسرے جو مسکراتے رہتے ہیں ہلکے پھلکے انداز میں بات کہنے اور سنتے ہیں یقین جانیے انہیں لوگوں کی وجہ سے زندگی خوب صورت ہے۔ مجھے جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہے اس لیے ہمارے گھر میں اکثر اوقات ہی کزنز کا ڈیرا لگا ہوتا ہے۔ مجھے اور لوگوں سے ملنا بھی اچھا لگتا ہے نئی بات سیکھنا، نیا ہنر سیکھنا (ویسے میں پارلر کا کام بھی سیکھ رہی ہوں) اچھا لگتا ہے بٹ میں کسی سے جلد فرینک نہیں ہوتی۔

(16) اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اپنی ناکامیوں سے یہ سیکھا ہے کہ کون کون ہمارے گرنے کا انتظار کر رہا ہے۔ ناکامی سے میں نے کامیابی کا زینہ طے کیا ہے۔ کامیابی سے اپنے اندر کانفیڈنس پیدا کیا ہے اور اپنا آپ خود منوایا ہے۔

(17)۔ (ہاہاہا) خود پر توجہ دیتے تو اس حال میں ہوتے ہم...... بھئی بہت ہی کم توجہ دیتی ہوں خود پر ہاں کپڑوں کی شوقین ہوں وہ سب سے اچھے ہوتے ہیں۔ باقی کچھ خاص نہیں کرتی اپنے لیے۔

(18) اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو میں اپنی مما کے ساتھ دن گزارنا پسند کروں گی (کیونکہ وہ ۱۳ سال سے اللہ کے پاس ہیں) میں پیغمبروں کے زمانے میں جینا چاہتی ہوں اور ان معزز ہستیوں کے ساتھ دن گزارنا پسند کروں گی جنہوں نے وطن کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دی۔

(19) ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے زیادہ تر نیوز چینل دیکھتی ہوں۔ سوشل میڈیا سے بھی باخبر ہوتی ہوں۔ زیادہ تر انفارمیشن چاچو اور پھوپو لوگ بھی مہیا کر دیتے ہیں۔ (موبائل میں فیملی گروپ کے ذریعے)۔

(20) تقریباً ہر ایجاد ہی ہماری ضرورت کے مطابق ہے۔ بٹ آئی تھنک کہ موبائل فون اور بجلی کے بغیر زندگی ادھوری سی محسوس ہوتی ہے۔

(21) مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں تو چوہا یا کاکروچ نظر آ جائے اُف اللہ (چوہا دیکھ کر تو ویسے ہی میری جان نکل جائے ہاہاہا) مجھے چوہے سے بہت ڈر لگتا ہے ادھر چوہا نظر آنے کی دیر ہوتی ہے ادھر میری چیخوں سے گھر کے در و دیوار گونج اٹھتے ہیں۔ چوہا بیچارا تو مجھ سے ڈر کر ہی بھاگ جاتا ہے۔ کاکروچ سے مجھے ڈر نہیں لگتا اسے مارنے میں، میں سب سے آگے ہوتی ہوں۔

(22) ہمارے گھر ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی مہمان آ جاتا ہے چونکہ ہمارے گھر کو گاؤں میں بڑے گھر کا شرف حاصل ہے۔ گاؤں میں ہمارے جتنے بھی رشتے دار ہیں ان میں سب سے بڑا گھر ہمارا ہے جس بھی رشتے دار کے گھر شادی یا کوئی فوتگی ہوتی ہے تو سب مہمانان گرامی ہمارے ہی گھر تشریف لاتے ہیں۔ مہمانوں کے جانے کے بعد کسی کی غیبت یا برائی نہیں کرتے (کیونکہ اب عادت پڑ چکی ہے مہمانوں کی) بس نارمل سا تبصرہ ہوتا ہے ان کی ڈریسز، جوتے، جیولری وغیرہ پر۔

(23) میں خود بہت زیادہ باتونی ہوں۔ میں اپنے گھر میں سب سے زیادہ باتیں کرتی ہوں، باقی بیچارے میری سننے اور جواب دیتے رہتے ہیں۔ جو مجھ سے زیادہ باتونی میرے پیچھے پڑ جائے تو میں بس ہوں ہاں میں ہی جواب دیتی رہتی ہوں۔

(24) مجھے اپنے وطن سے بہت پیار ہے۔ اس کے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں کیونکہ یہ وطن ہمیں بہت سی قربانیوں اور جدوجہد کے بعد ملا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایک آزاد ملک کے باشندے ہیں۔ میں اپنے وطن سے ہر قسم کی کرپشن، جھوٹ، ناانصافی، سب سے بڑی چیز میں پاکستان کا عدالتی نظام ٹھیک کرنا چاہتی ہوں۔

(25) میری زندگی کے سب سے خوب صورت لمحات جب میرے بابا، جانی اور باقی فیملی خوش ہوتی ہے۔ جب میری سسٹرز سنیاں، صباء زرگر، میری شہزادی کزن روا زرگر اور باقی تمام کزنز اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ لمحات میری زندگی کے خوب صورت لمحات ہوتے ہیں۔ میں، روا، بھائی عرفان رحمن جب لڈو کھیلتے ہیں اور بھائی عرفان حد سے زیادہ چیٹنگ کرتے ہیں۔ روا بیچاری رونے والی شکل بناتی ہے میرا ہنس ہنس کر برا حال ہو جاتا ہے، بھائی عرفان اتنی چیٹنگ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ہی لوڈو جیت جاتے ہیں (بھائی عرفان اللہ دا نام ہے تھوڑی چیٹنگ کریا کرو ہاہاہا)

''مت کر کوششیں میرے دل سے اپنی یادوں کو مٹانے کی
میرے اصولوں میں نہیں کسی کو اپنا بنا کر بھول جانا''

www.naeyufaq.com

بیاد قیصر آرا

سعیدہ نثار

اقبال بانو...... وھاڑی

انتہائی دکھ وغم کے ساتھ یہ خبر پڑھی کہ ہماری بہت پیاری، مشفق اور قابل احترام مدیرہ قیصر آرا صاحبہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئی ہیں۔

میں بہت عرصہ پہلے آنچل اور حجاب کی رائٹر رہ چکی ہوں طاہر بھائی، عمران بھائی کی بہت عزت کرتی ہوں اور وہ بھی حسب عادت عزت وتکریم دیتے ہیں ان کے زمانے میں فرصت بھی تھی اور پاکستان کے تقریباً سب ہی اچھے ڈائجسٹ میں لکھ رہی تھی۔ آنچل اور حجاب سے ایک بہت پیارا سا رشتہ ہے اب بھی بڑے ذوق وشوق سے یہ پرچے پڑھتی ہوں۔

قیصر آرا صاحبہ ادارے کا ایک جانا مانا نام ہے میری قیصر آرا صاحبہ سے کبھی فون پر بات نہیں ہوئی نہ ہی ہمارے درمیان خط و کتابت رہی لیکن ان کا نام سنتے ہی بے اختیار آنکھوں کے سامنے ایک مشفق ہستی کا تصور ضرور آتا تھا جو یقیناً نرم لہجے میں بہت پیارا بولتی ہوں گی چونکہ آج کل سوشل میڈیا کا دور ہے اور سوشل میڈیا پر رہنے والا انسان اپنے شعبے سے متعلق دیگر لوگوں کے بارے میں ادھر ادھر سے باخبر بھی رہتا ہے تو اس ادارے اور یہاں لکھنے والے رائٹرز کی اچھی رائے اکثر ان کے بارے میں پڑھتی رہتی تھی اور کچھ دن پہلے طاہر قریشی بھائی کی ایک پوسٹ بھی پڑھی جس میں انہوں نے قیصر آرا صاحبہ کی طبیعت کی خرابی کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ میں دل سے دعا کرتی رہی کہ ان کی طرف سے کوئی اچھی خبر سننے کو ملے لیکن موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں اور بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ جو ذی روح دنیا میں آیا ہے اسے موت کا ذائقہ بھی ضرور چکھنا ہے ہم سب آگے پیچھے اسی راہ کے مسافر ہیں لیکن پھر بھی پیچھے رہ جانے والوں کو جانے والوں کا دکھ ضرور ہوتا ہے میں بھی جب یہ خبر پڑھ رہی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے تو بے اختیار میری آنکھیں بھیگ گئیں اس ہستی کے لیے جن کے لیے پسندیدگی میں نے اپنے دل میں کہیں چھپا رکھی تھی۔ ان کے جانے کے بعد میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان کے نام ایک خط ضرور لکھوں جیسا کہ ان کی جیتے جی میرے دل میں خواہش تھی کہ میں بھی ان کو اپنے جذبات ضرور پہنچاؤں گی۔

تو پیاری قیصر آرا صاحبہ

سلام محبت

اب آپ کے ابدی جہاں کی خیریت نیک مطلوب ہے۔ امید ہے آپ بہت خوش ہوں گی جہاں آپ جا چکی ہیں وہاں اچھے لوگوں کے لیے بہت سکون ہے۔ جب ایک زمانہ کسی انسان کے اعلیٰ اخلاق اور بے لوث خدمات کی گواہی دے تو وہ انسان یقیناً چنا ہوا ہوتا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آپ بھی انہیں چنے ہوؤں میں سے ایک ہیں۔ آپ سے مل بیٹھ کر باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کرنے کی خواہش تو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی لیکن میں آپ کو دعاؤں کا تحفہ بھیجا کروں گی۔ یقیناً آپ مجھے جانتی ہوں گی۔ میں محبت کی کہانیاں لکھنے والی ایک لکھاری اقبال بانو ہوں میرے قارئین مجھے برسوں سے اسی حوالے سے جانتے ہیں۔ آپ ایک ادب نواز شخصیت رہی ہیں۔ میری دعاؤں کے تحفے کو قبولیت کی سند عطا کر کے شکریہ کا موقع ضرور عنایت کیجیے گا۔ یہاں سے کہیں زیادہ پیاری دنیا میں ہمیشہ کی حیات پا کر خوش رہیں۔

دعا گو

اقبال بانو

اللہ رب العزت قیصر آرا صاحبہ کی کامل مغفرت و بخشش فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اعلیٰ اعلیین میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

راحت وفا...... ملتان

آنچل کی چھاؤں میں دو شفیق مہربان ہستیاں میرے وجود کے گردہاں کی طرح، بہنوں کی طرح، دوستوں کی طرح اور مشفق استاد کی طرح حصار کیے رہیں۔ پہلی فرحت بجیا، جنہوں نے انگلی تھام کر میں نے آنچل کی دھنک اپنے سر پر سجائی، وہ طویل عرصہ ساتھ رہ کر شفق کی سرخیوں میں گھل گئیں مگر بہت کچھ سکھا گئیں، ان کے بعد قیصر آرا بجو نے اپنی محبت اور خلوص کے روپہلی آنچل کا پلو اوڑھا دیا تو لگا سب تشنگیاں دور ہوگئیں۔ وہ اس طرح میری اور آنچل کی زندگی میں شامل ہوگئیں کہ سوچنا پڑتا تھا فرحت بجیا نے کہاں سفر چھوڑا اور قیصر بجیا نے کہاں سے شروع کیا؟ فرق ناموں کا پڑا، محبت شفقت اور رہنمائی وہی رہی۔ قیصر بجیا سے گو کہ کبھی فون پر بات نہیں ہوئی مگر خط وکتابت کے ذریعے رابطہ رہا، اب جبکہ وہ حکم ربی پر سب کچھ چھوڑ کر رخصت ہوگئیں تو دکھ نے دل میں ان کی جدائی پر آنسو بہائے اور سوال کیا کہ وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا۔ مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا؟ پھول یعنی ہمارا آنچل اب کس کے سر جائے گا؟ اس کا حل تو طاہر بھائی نے پیش کردیا ہے۔ سعیدہ بجیا کو بھاری ذمہ داری سونپ دی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ سعیدہ بجیا کے ذریعے آنچل اور حجاب کو روز افزوں ترقی اور کامرانی عطا فرمائے آمین اور جانے والی دونوں ہستیوں کے درجات بلند فرمائے آمین۔ قیصر آرا بجو! ہم ہمیشہ آپ کی غیر معمولی کاوشوں کو سراہیں گے ان شاء اللہ آپ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی۔

ڈاکٹر تنویر انور خان...... کراچی

قیصر آرا باجی کی اچانک رحلت کا سن کر دلی صدمہ اور دکھ ہوا جس طرح مالی اپنے باغ کی دیکھ ریکھ کرتا ہے اسی طرح دونوں بہنیں فرحت آرا باجی اور قیصر آرا باجی نے اپنے رسالوں کے ذریعے بہت سارے ادیب اور شاعر بنائے۔

میں جب 1980ء میں لندن سے کراچی آئی تو پھر آنچل کے ساتھ میرا سفر شروع ہوا۔ مشتاق احمد قریشی بھائی صاحب کی شفقت فرحت آرا باجی کی حوصلہ افزائی نے بھی پلٹ کر دیکھنے نہیں دیا۔ جو بھیجا الحمدللہ وہ شائع ہوا۔ فرحت آرا باجی کو کبھی نہیں دیکھا۔ کب اور کیسے ٹیلی فون پر دوستی ہوگئی اور قیصر باجی سے بھی جب ہی ٹیلی فون پر بات ہوجاتی تھی قیصر باجی ہمیشہ فون اٹھاتی تھیں تھوڑی بات کر کے فرحت باجی کو آواز دے کر کہتیں باجی ڈاکٹر تنویر کا فون ہے اور پھر فرحت آرا باجی سے گھنٹوں باتیں ہوتی تھیں۔ وہ یادوہ فون پر کی باتیں اب تک دماغ سے محو نہیں ہوئیں، طاہر بیٹے نے سب کو قیصر باجی پر لکھنے کے لیے کہا۔ سوچ رہی ہوں کیا لکھوں، میں تو صرف بیس سال سے آنچل کی لکھاری رہی ہوں، بہت دن سے کچھ نہیں لکھا تھا 2018ء قیصر باجی نے رسالے کے ذریعے میسج دیا۔ ''ڈاکٹر تنویر'' آپ ہمارے حجاب کے لیے لکھیں اور پھر 2019ء کے حجاب میں میرا ناول ''حصار'' شائع ہوا۔ میں بچوں کی شادی بیاہ سے فراغت پا کر 2016ء میں کتابیں شائع کرنے کی طرف مائل ہوئی، اپنی پہلی کتاب ''زنجیریں'' کے لیے مختلف اسکالرز اور ادیبوں سے تبصرے لکھوائے تھے اور قیصر آرا باجی سے بھی رائے مانگی انہوں نے بڑا خوب صورت لکھا جو میں پڑھ کر بہت خوش ہوئی اور وہ تحریر میری پہلی کتاب کی زینت بن گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ میری کتاب کے اوراق میں محفوظ ہوگئیں، ان کے لکھے الفاظوں کی خوشبو ایسے ہی پھیلتی رہے گی۔ جہاں جہاں میری کتاب پڑھی جائے گی تو ان کے تاثرات بھی خوشبو بکھیرے گے۔ میں قیصر آرا باجی کی وہ تحریر پیش کر رہی ہوں جو انہوں نے میری کتاب کے لیے لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔ کچھ دوستیاں اور نقوش انمٹ ہوتے ہیں فرحت آرا باجی اور قیصر آرا باجی کی دوستی ایسی ہی انمٹ یادیں ہیں اب تو ماشاء اللہ میری دس کتابیں شائع ہوچکے ہیں اور ان میں بہت سے ناول اور افسانے آنچل میں شائع شدہ ہیں۔ اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں آنچل کا حصہ رہی ہوں اب تک، اللہ تعالیٰ سعیدہ نثار طاہر کو بھی ہمت اور حوصلہ دے کہ وہ نئے آنے والوں کی حوصلہ افزائی کرسکیں آمین، ہم ان کے لیے دعا گو ہیں میرے لیے لکھی گئی قیصر آرا باجی کی تحریر یہ ہے۔

کامیاب افسانہ نگار

بہن ڈاکٹر تنویر انور سے یوں تو میرا کبھی براہ راست تعلق نہیں رہا۔ ہاں جب جب وہ بہن فرحت آرا کو فون کرتیں تو ان کی آواز فرحت سے پہلے میرے کانوں میں پڑتی تھی یوں ان سے ٹیلی فون پر رابطہ تو تھا اور آنچل کے حوالے سے ان کی تحریروں سے بھی متعارف تھی کیونکہ بہن فرحت آرا آنچل میں شائع ہونے والے تمام ہی افسانے ابتدا میں پڑھنے کے لیے مجھے دیا کرتی تھیں۔ ان کی وہی تربیت ان کے بعد میرے کام آرہی ہے۔ اس طرح آنچل کی قارئین سے پہلے ڈاکٹر تنویر انور کے افسانے مجھے پڑھنے کو مل جاتے تھے۔

ڈاکٹر تنویر انور جس طرح اپنی گفتگو میں صاف ستھری اور نکھری نکھری سی ہیں اسی طرح وہ اپنی تحریر کے آئینے میں بھی صاف وشفاف ہیں۔ طاہر میاں نے ان کا یہ مجموعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا گو کہ یہ سب افسانے، میں آنچل میں شائع ہونے سے قبل ہی پڑھ چکی تھی لیکن کتابی صورت میں انہیں پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ یقیناً بہن ڈاکٹر تنویر انور ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں۔ ان کی تحریریں دل کو موہ لیتی ہیں اور پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں جکڑ لیتی ہیں۔ میں تو ان کے اس مجموعے سے بے حد متاثر ہوئی ہوں، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو اور وہ ایک بار پھر اپنے قلم کی جولانی سے آنچل کی محفل کو پر رونق بناسکیں۔

عائشہ خان...... لاہور

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!
اناللہ وانا الیہ راجعون
تو قیصر آرا آپی بھی ہم سے جدا ہوگئیں۔ پیارے اللہ جی ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائیں اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطافرمائیں آمین۔
افسوس کہ ان کے لیے خریدی ہوئی کتاب احسن تقویم میرے پاس ہی پڑی رہ گئی۔ گزشتہ ماہ آپ کو کتاب بھیج رہی تھی تو آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے لیٹر لکھنا ٹھیک نہیں تھا اور چونکہ عرصے سے رابطہ نہیں تھا تو سوچا تھا نیکسٹ منتھ لیٹر لکھوں گی اور تبھی ان کو کتاب بھیجوں گی مگر افسوس......!
چند دن قبل میری آنکھوں کی سرجری ہوئی ہے زیادہ لکھنا میرے لئے ممکن نہیں۔ دعا ہے کہ پیارے اللہ جی ان کی مغفرت فرمائیں اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائیں آمین یارب العالمین۔

عشنا کوثر سردار...... کراچی

وہ خوشبو سی شخصیت آہ!
میری آنچل سے وابستگی پرانی ہے، بہت چھوٹی عمر میں لکھنا شروع کیا سو فرحت آرا کے بعد جب قیصر آرا آنٹی نے آنچل کی ذمہ داری سنبھالی تو ان سے اکثر رابطہ رہا، کئی بار فون پر بات ہوئی۔ فرحت آرا آنٹی ایک متاثر کن شخصیت کی حامل خاتون تھیں، ادب کی شخصیات اور ان میں ٹھہراؤ اور متوازن ہونا ایک بڑی خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ آنچل کو میں نے ہمیشہ گھر جیسا پایا ہے اس لیے آنچل ادارے سے وابستہ تمام عملہ سے ایک فیملی جیسا احساس محسوس ہوتا ہے۔ قیصر آرا آنٹی ایک زیرک نگاہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے ایک بہترین مدیرہ ہونے کا ثبوت دیا، آنچل کی کامیابی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قیصر آرا آنٹی بہت سوشل نہ تھیں سو بہت زیادہ بات کرنے کا موقع تو نہیں ملا مگر جب بھی بات ہوئی ان کے لہجے کی مٹھاس اور حلاوت کو ہمیشہ دل سے محسوس کیا۔ جب فرحت آرا آنٹی حیات تھیں تو اُن کو جب بھی کال کی اکثر قیصر آرا آنٹی کال پک کرتیں، اکثر فرحت آرا آنٹی سے قبل قیصر آرا آنٹی سے بات ہوتی۔ ان کی آواز کی مٹھاس اور نرمی کو ایک خاص احساس دیتی۔ کاش میں ان سے مزید رابطے میں رہ پاتی یا فون پر متواتر گفتگو کرنے کا شرف حاصل کر سکتی، قیصر آرا آنٹی چونکہ اپنی مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باعث فون پر بات کرنے سے گریز کرتیں۔ افسوس کے اب بھی وہ حلاوت سے بھرا لہجہ کبھی سننے کو نہیں ملے گا۔ وہ خوشبو کی سی شخصیت اب ہم میں نہیں رہیں، یہ خبر بے انتہا سوگوار کر گئیں آہ......! وہ آواز اور نرم لب ولہجہ ہوا میں تحلیل ہوگیا مگر قیصر آرا اپنی پُر اثر شخصیت کے ساتھ انمٹ نقوش چھوڑ گئیں۔ ان کا انتقال ایک بڑا خلا ہے، اللہ پاک قیصر آرا آنٹی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

ڈاکٹر ہما جہانگیر...... اسلام آباد

آج لکھتے ہوئے دل اداس ہے، ہماری پیاری قیصر آرا آپی ہمارے ساتھ نہیں، الفاظ ساتھ نہیں دے رہے، جس خوبی اور پیار سے انہوں نے آنچل اور حجاب کو سنبھالا، اس کو سنوارا بے مثال ہے۔ ان کی کمی کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

صدف آصف...... مضمون نگار، ناول نگار

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
موت زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے، یہ ایک ایسا معمہ ہے جو نہ سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا، یقیناً کسی بھی ہر دلعزیز، ادب سے وابستہ شخصیت کا کھونا، معاشرے کے لیے ایک بہت بڑا نقصان ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ قیصر آرا جیسی شفیق اور ہر دلعزیز خاتون ہوں۔ آپا نے جس طرح سے اپنی گونا گوں صلاحیتوں کے بل پر طویل عرصے تک آنچل کی مدیرہ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد حجاب کو بہترین طریقے سے سنبھالا، ناقابل فراموش ہے۔ وہ ہمیشہ سے مصنفین اور قارئین بہنوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئیں۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

ثاقب لکھنوی
یہ سوچ کر ہی دل دکھ رہا ہے کہ وہ آج ہم میں نہیں رہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر وجمیل عطافرمائیں اور مرحومہ کی

pklibrary.com

روح کو جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام حاصل ہو آمین۔

یاسمین نشاط...... لاہور

اداس کر کے ہمیں چل دیا کہاں وہ شخص۔ کچھ لوگ پھولوں سے ہوتے ہیں اور تاعمر خوشبوؤں کا بیوپار کرتے ہیں، وہ بلا کم و کاست خوشبو بانٹتے چلے جاتے ہیں کیا اپنا کیا پرایا آہ......! ہم اس ہستی کو کھو بیٹھے ہیں جو ہر پل ہمیں دعاؤں کے پھول بھیجا کرتی تھیں خوش رہو، سدا سہاگن رہو، کتنی دعائیں کی خوشبو بانٹی انہوں نے، انہوں نے ہمیشہ ہمیں ہمارے ہونے کا احساس دلایا، ہر شمارے میں فرداً فرداً سب کی خیریت دریافت کرتی تھیں تو خواہ مخواہ ہی اہم ہونے کا احساس ہونے لگتا تھا، میری تحریر شمارے میں شامل ہو نہ ہو، میں نے بھی "درجواب آں" مس نہیں کیا، میں سب سے پہلے یہی پڑھتی تھی میری ساس کی وفات کا پرسہ دیا تو بڑے خوب صورت انداز میں اونچ نیچ بھی سمجھائی، ہر مہینے سب کی خبر رکھنے والی ہستی اتنی خاموشی سے اپنے آخری سفر پر روانہ ہوگئیں کسی کو خبر ہی نہیں ہونے دی، آپ کی محبتیں اب بھی ہمارے گرد حصار کی مانند ہیں، ایک شفیق رہنما کے بچھڑ جانے کے بعد شاید مدتوں یہ خلا پر نہ ہو سکے وقت بہت بڑا مرہم ہے ہوتا ہوگا لیکن یہ حقیقت ہے کہ چلے جانے والوں کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے، زندگی رواں دواں بھی ہو جائے تو بھی یہ خلا جوں کا توں رہتا ہے، اللہ پاک پیاری آنٹی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین۔

سباس گل...... رحیم یار خان

پھول کو خوشبو سے جدا کون کرے
اس قدر ستم ظریفی یہ بتا کون کرے؟
جانے والے تیرے لہجے کی مہک باقی ہے
تیرے ہجر سے اے دوست نبھا کون کرے؟

زندگی کتنی ہی خوب صورت، حسین، محبتوں اور چاہتوں سے بھرپور ہی کیوں نہ ہو، کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو اسے ایک دن ختم ہونا ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے جو ساری رعنائیوں اور محبتوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہمارے کتنے ہی پیارے کیوں نہ ہوں انہیں لاکھ دعاؤں، منتوں اور التجاؤں کے باوجود ایک دن لقمہ اجل بن کے رہنا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ موت برحق ہے، مشیت ایزدی کے آگے سر جھکانے اور صبر کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ قیصر آرا آنٹی کی غائبانہ محبتوں، چاہتوں اور دعاؤں کا آنچل ہمیشہ چمکتا دمکتا رہا۔ ایک ان دیکھی انسیت اور محبت تھی ان سے۔ دعاؤں میں شامل ہیں وہ مگر جب سانسیں پوری ہو جائیں تو دعائیں آخرت کے لیے توشہ سمجھ کر ذخیرہ کرلی جاتی ہیں۔ ہم ادارۂ آنچل کے تمام معزز ایڈیٹرز، رائٹرز، ریڈرز اور قیصر آرا آنٹی کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ پاک آپ سب کو ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے اور قیصر آرا آنٹی کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

قرۃ العین سکندر...... چنیوٹ

گھر کے سربراہ کا رخصت ہونا کیسا ہوتا ہے۔ اس درد کو میں بخوبی جانتی ہوں۔ گھر کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ سب پسماندگان تنکا تنکا ہو کر خود کو جوڑتے ہیں۔

آنچل ڈائجسٹ کی مدیرہ قیصر آرا آنٹی سے میری کبھی بھی ملاقات نہیں ہوئی مگر تحریر اور قلم کا گہرا ناطہ جڑا ہوا ہے میری پہلی تحریر جب آنچل میں رد ہوئی تھی تب قیصر آرا آنٹی نے خط کے جواب میں میرا بہت حوصلہ بڑھایا تھا کہ آپ کا انداز تحریر اچھا ہے لیکن موضوع اعتبار سے اس پر بہت لکھا جاچکا ہے اس ایک حوصلے کی وجہ سے میں اس قابل ہوئی کہ میں نے دوبارہ سے کچھ لکھ کر بھیجا اور میری تحریر نہ صرف شائع ہوئی بلکہ اس سے اگلے ماہ انہوں نے خط میں مزید تین تحاریر کے منتخب ہونے کی مبارک باد بھی دی تھی۔ آنچل ڈائجسٹ وہ ادارہ ہے جو نو آموز رائٹرز کو بھرپور مواقع فراہم کرتا ہے۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ وہ دو لفظ حوصلہ افزائی کے نہ ہوتے تو شاید آج میں آپ کے ساتھ نہ ہوتی اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

حمیرا علی...... کراچی

ہوا چلے گی تو خوشبو میری بھی آئے گی
میں چھوڑ آئی ہوں پیڑوں پہ اپنی بات کے رنگ

محترمہ قیصر آرا صاحبہ ہم میں نہیں رہیں یہ خبر صدمے سے دوچار کرگئی۔

آنچل سے وابستہ مصنفین اور ہر قاری کا دل آنچل ادارے کی محبت اور خلوص کے سبب ہی آنچل سے جڑا ہے۔ وابستگی کا یہ احساس دوچند کرتا سلسلہ "درجواب آں" ہے کہ جب بھی خط لکھا جواب نہایت محبت وشفقت اور خلوص سے گندھے شیریں لہجے اور انمول لفظوں میں ملا۔ آنچل کے ہر قاری کی طرح میں نے بھی آنچل کے صفحات پہ جگمگاتی تحاریر کو پڑھا اور مدیران کے خوب صورت انتخاب کی قائل

ہوگئی۔ جیسے کسی نے خوش رنگ ونایاب پھولوں کا مہکتا گلدستہ ہاتھوں میں تھمادیا ہو۔

آنچل ایک مہکتا لہکتا سرسبز وشاداب باغ ہے۔ اس باغ میں حسین رنگوں کے انگنت پھول ہیں اور اگر یہ کہوں کہ ان پھولوں میں خوشبو بھرنے والے ہاتھ محترمہ قیصر آرا صاحبہ کے تھے تو غلط نہ ہوگا کہ قارئین جب بھی کسی رسالے میں شائع ہوئی کوئی تصنیف پڑھتے ہیں تو فقط مصنف کی کاوش ہی تعریف اور سرہائے جانے کی مستحق نہیں ہوتی بلکہ تحریر کو منتخب کرکے اس کی تراش خراش کرکے اسے مہکتا ہوا گلدستہ بنانے والے مدیران بھی داد کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ یہی کمال محنت اور جانفشانی ہوتی ہے کہ مصنفین کی تحاریر کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ قیصر آرا صاحبہ کا محبت سے گندھا انداز "درجواب آں" میں وہ بے حد محبت، خلوص اور اپنائیت سے جواب دیتی تھیں۔ ان کے انداز کی شیرنی لہجے کی چاشنی، الفاظ کی اثر پزیری کا جادو ہی تھا کہ میں "درجواب آں" کا سلسلہ ہمیشہ ایسے پڑھتی تھی جیسے میرے خطوط کے جواب رقم ہو۔ ایک کمال شخصیت جن سے براہ راست کبھی بات نہ ہوئی مگر انہوں نے دل کو اسیر کرلیا۔ حوصلہ بڑھاتی ہوئیں، رہنمائی کرتی ہوئیں، کبھی ناراض ناراض قارئین اور کہانی رد ہوجانے پہ برہم مصنفین کو خوشگوار انداز میں سمجھاتی ہوئیں۔ کسی کی پریشانی پہ تسلی دینا، ٹوٹتی ہمت کو اپنے لفظوں سے باندھنا۔ قیصر آرا صاحبہ بے پایاں پُرخلوص محبت کا انمٹ احساس ہم میں چھوڑ گئیں۔ ان کی علالت کا سن کر دل پریشان ہوا اٹھا تھا۔ ان کے لیے ہر دم دعا گو تھی۔ ان کے بچھڑ جانے کا سن کر دل کو دھچکا لگا۔ مجھے بھی تعزیت کے الفاظ ادا کرنے نہ آئے یہ کام میرے لیے بہت وقت طلب رہا ہے ایسا لگتا ہے دائمی جدائی کے دکھ کو لفظوں میں بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔ دلاسے کے الفاظ کھوکھلے ہوجاتے ہیں۔ کسی کے جانے کے بعد ایک خلا رہ جاتا ہے اس شخصیت کی جگہ کوئی اور آ بھی جائے مگر بچھڑ جانے والی شخصیت کی اہمیت اور مقام دلوں میں جاویدہ وتابندہ رہتا ہے کہ جب جب آنچل کے صفحات پلٹوں گی قیصر آرا صاحبہ کا خوشگوار انداز یاد آئے گا۔ یہ بھی سچ ہے لفظ انسان کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔ ان کا خلوص اور محبت ان کی یاد کو ہمیشہ دلوں میں زندہ رکھے گا۔ آنچل کے لفظوں سے ہمیشہ قیصر آرا صاحبہ کی محبتوں کی خوشبو آئے گی۔

ہم سے بچھڑ جانے والی قابل احترام اور محبوب شخصیت قیصر آرا صاحبہ کی اللہ پاک مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

عائشہ ناز علی...... کراچی

بچھڑا کچھ اس ادا سے رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

طاہر بھائی کا میسج آیا کہ آپا کے لیے اظہار تعزیت میں کچھ کہوں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کیا لکھوں؟ کچھ بھی لکھ دوں لیکن پھر بھی اس دکھ کا اظہار نہیں کرسکتی۔ جو آپا کی جدائی نے دیا۔ آنچل اپنی ماں سے محروم ہوگیا ہے۔ مجھے اس وقت ایسا ہی محسوس ہورہا ہے۔ کاش کہ کسی کو کھودینے کے احساس کو لفظوں میں پرویا جاسکتا۔ کاش کہ جانے والے کو روکا جاسکتا اور کاش کہ آنچل ممتا سے محروم نہ ہوتا۔

آپ کو ہمیشہ بہت بہت یاد کیا جائے گا آپا۔ اللہ پاک اس جہاں میں آپ کو بے حد سکون سے رکھے آمین۔

سیدہ غزل زیدی...... حیدرآباد

رنج کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کر آنے والے
کتنی بے فیض سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کتنے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس سے فرار ناممکن ہے لیکن دل نہ جانے کیوں اس حقیقت سے صرف نظر کرنے پر مصر رہتا ہے۔ کسی اپنے کا ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہوجانا۔ اس کی آواز کا ہمیشہ کے لیے سماعت سے موقوف ہوجانا یہ احساس کتنا تکلیف دہ ہے اس کا اندازہ صرف اسی کو ہوسکتا ہے جس نے کسی اپنے کو کھویا ہو اور بنی نوع انسان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو کبھی اس کھودینے کے عمل سے نہ گزرا ہو تکلیف کا ازالہ تو نہیں ہوسکتا پر لفظ مرہم ہوتے ہیں۔

قیصر آپا کی اچانک وفات کی خبر نے ایک طرف اگر شاک میں مبتلا کیا تو دوسری طرف دکھ بھی ہوا۔ آپا سے جتنی بار بھی رابطہ ہوا انہیں بڑا حلیم طبع اور نرم مزاج پایا...... واقعتاً بہت دکھ ہے اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے ان کی بخشش فرما کر انہیں جنت الفردوس کے بالاخانوں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے، آمین ثم آمین۔

نظیر فاطمہ...... لاہور

pklibrary.com

قیصر آرا صاحبہ کی وفات کی خبر ملی تو دلی رنج ہوا۔ میرے تو گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی بیمار ہیں کہ جانبر نہ ہوسکیں گی۔ میری ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی نہ کبھی فون پر بات چیت ہوئی۔ البتہ ہم دونوں کے درمیان ای میل کے ذریعے اکثر بات چیت ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ بیٹا کہہ مخاطب کرتی تھیں۔ ان کے لکھے ہوئے الفاظ کی نرمی سے مجھے ان کی نرم طبیعت اور ہر کسی سے محبت کرنے والی فطرت کا اندازہ ہوا۔ انکار بھی کرتیں تو یوں کہ سننے والے کو بالکل برا محسوس نہ ہوتا۔ لکھنے والوں کی ہمیشہ رہ نمائی اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں خصوصاً نئے لکھنے والوں کی اچھی تحریروں کی تعریف کرتی تھیں مگر افسوس اتنی مشفق اور پیاری ہستی اب ہم میں موجود نہیں رہیں اب اگر ہم ان کے لیے کچھ کرسکتے ہیں تو وہ دعا اور میں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک ان کی اگلی منزلیں آسان فرمائیں، ان کی بخشش فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنے خصوصی فضل کا معاملہ کریں اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کریں آمین۔ بلاشبہ ان کا یوں چلے جانا ادارے کے لیے بھی باعث دکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی صبر عطا کریں، آپ سب سے بھی التماس ہے کہ ان کے لیے ایک دفعہ سورہ الفاتحہ پڑھ دیجیے۔

طیبہ عنصر مغل...... اسلام آباد

خود کی طبیعت بہت ناساز ہے لیکن یہ خبر بجلی بن کر گری کہ ہماری بہت ہی پیاری آپی قیصر آرا کا انتقال ہوگیا کچھ کہنا تو لب جیسے بھول گئے پہلے ہی دل کے دورے نے نڈھال کررکھا تھا یک دم یہ خبر سن کر ملال بڑھ گیا، آنسو روانی سے بہنے لگے، اتنی بے پایاں محبت سے بات کرنے والی ہستیاں پہلے ہی بہت کم ہیں بس یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جس میں ہمیں راضی رہنا ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون، کچھ ایسے لوگ جو کبھی بھلائے نہ جائیں گے قیصر آپی بھی ان میں سے ایک ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور تمام لواحقین وسوگواران کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

جانے کیوں چھوڑ چلے جاتے ہیں تنہا
یہ اندھیرے میں لوگ ستاروں جیسے

عالیہ توصیف...... آسٹریلیا

آہ...... اللہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی مغفرت فرمائے، بہت غیر متوقع خبر پڑھ کر پہلے تو یقین نہیں آیا، میں ان سے آج تک نہیں ملی، مگر ان سے ملنے کی خواہش بہت تھی کہ میں ان کو دیکھوں جن کا لب ولہجہ اتنا میٹھا اور اور شناسا ہے۔ زندگی میں بعض لوگوں سے کبھی ملاقات نہیں ہوتی مگر ان کا تعارف ہی ان سے ملاقات ہوتا ہے، ان کے تعارف میں ہی ایک اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، مجھے قیصر آپا سے ایسی ہی اپنائیت ہوتی تھی جب جب ان سے ای میل پر رابطہ ہوا۔ آج وہ ہم میں نہیں تو ایسا ہی محسوس ہورہا ہے جیسے کوئی اپنا بچھڑ گیا ہو۔ اللہ ان کے لواحقین کو صبر دے اور ان کے بعد بھی ان کا جاری کیا ہوا سفر جاری وساری رہے آمین۔

صبا ایشل...... فیصل آباد

اناللہ واناللہ رجعون

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

قیصر آنی چلی گئی ہیں، ایسا لگ رہا ہے گھر کا کوئی مہربان اور شفیق بزرگ ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ میری ان سے کبھی بات نہیں ہوئی لیکن ان کے وقتاً فوقتاً طاہر بھائی کے ذریعے ملنے والے پیغامات سیروں خون بڑھاتے تھے۔

میں نے سب سے پہلا ناولٹ خواب زادی جب لکھا تب انہوں "آئینہ" میں بھی میری تعریف کی، پہلا ناول رنگ ریز لکھا اس کے بعد انہوں نے پیغام دیا کہ صبا سے کہیں ان کے لکھے میں نمیرا احمید کی جھلک نظر آنے لگی ہے۔ رائٹنگ کیریئر کے آغاز میں بڑے لوگوں کا اچھا لکھنے والوں سے ملانا اعزاز ہے اور یہ اعزاز مجھے قیصر آنی سے ملا۔ میں جب کہیں لکھنے کے حوالے سے کمزور پڑنے لگتی ہوں ان کا یہ ایک جملہ میری طاقت بن جاتا ہے۔

آنچل سے بطور ایڈمن جڑی تو پھر آنچل سے وابستہ ہر شخص دل کے بے حد قریب محسوس ہوا اور ان سب میں طاہر بھائی اور سعیدہ آپی کے بعد قیصر آنی تھیں، شوہر کی وفات کے بعد وہ بطور مدیرہ ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا نہیں کر پارہی تھیں تو میں نے جب جب کہانی بھیجی یہ خیال ضرور آتا کہ اب وہ نہیں پڑھیں گی اور پھر یہ سوچ کر خود کو مطمئن کرلیتی کہ جلد ہی وہ پہلے کی طرح ذمہ داری سنبھال لیں گی لیکن اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی وہ ہمیں چھوڑ گئیں۔

میں اپنے احساسات کبھی بیان نہیں کرسکوں گی۔ ایک خالی جگہ ہے جو کبھی بھر نہ سکے گی۔ آہ یہ خیال کہ اب وہ کبھی میری کہانی نہیں پڑھیں گی، کبھی اس پر رائے نہیں دیں گی اور طاہر بھائی کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ قیصر آنی کو میری تحریر بہت پسند آئی ہے۔ اس دکھ سے آگے سب خالی ہے...... ہم سب آپ کے بغیر ادھورے رہ گئے۔ آپ اور آنچل کا ساتھ ہم کبھی بھلا نہ پائیں گے۔

آپ چلی گئی...... میں آپ سے کبھی نہیں ملی لیکن میں کہیں بھی پہنچ جاؤں آپ کو کبھی نہ بھلاسکوں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم لکھنے والوں اور پوری ٹیم کو اس صدمے پر صبر عطا فرمائے آمین۔

ملورا طلحہ...... گجرات

جہاں سے آئے تھے شاید وہیں چلے گئے ہیں
وہ صاحبانِ بشارت کہیں چلے گئے ہیں
ہماری آنکھ شناور ہوئی ہے کیا نم ناک
سخن سراؤں سے زہرا جبیں چلے گئے ہیں

قیصر آراٰ آنی ایک عہد تھیں جو تمام ہوا۔ ان سا ڈھونڈنے سے بھی کوئی نہیں ملے گا۔ میری ایک عرصے سے خواہش تھی ان سے گفتگو ہو، ان کو دیکھوں، ان سے بات کروں لیکن ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ کچھ خواہشیں حسرت بھی تو بن جایا کرتی ہیں ناں۔

میں نے ان جیسی پرخلوص شخصیت بہت کم دیکھی ہیں۔ ہم سب سے کوئی خاص رشتہ نہ ہونے کے باوجود ہمارے ہر دکھ درد، خوشی غمی میں شریک رہیں۔ اپنی دعاؤں کے حصار میں ہمیں مقید کیے رکھا۔ جب جب آنچل وحجاب کے صفحات پہ اپنے لیے دعائیں، فکرمندی، نیک خواہشات پڑھیں تب تب ان کی محبت، قدر پہلے سے بڑھ گئی۔

ان کا مجھ پہ یقین اور اعتماد مجھے کبھی نہیں بھولے گا کہ میرا کہنا میں قسط وار نہیں لکھ سکتی اور ان کا پیام آنا کہ لکھ سکتی ہو۔ میں سوچتی تھی جب ناول مکمل ہوگا، کتاب شائع کرواؤں گی تو آنی کے الفاظ کتاب کی زینت بڑھائیں گے لیکن یہ سوچ بھی تشنہ ہی رہ گئی۔ ہم آنی کی پرخلوص دعاؤں سے محروم ہوگئے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہم دوبارہ ان کا نام آنچل وحجاب کے صفحات پہ نہیں دیکھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی لحد پہ شبنم افشانی کریں۔ آنی ہماری دعاؤں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

کوثر ناز...... حیدرآباد

خوشبو تو اپنی تعریف آپ ہوا کرتی ہے اور بچھڑنے والے بہت اپنوں کے معاملے میں میرے الفاظ ہمیشہ میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، دل میں کوئی بھی قیامت بپا ہو لیکن زبان گنگ رہ جاتی ہے۔ ہم لکھنے والے ساری دنیا کے غم بھی لکھ دیں تو اپنوں سے بچھڑنے کا غم نہیں لکھ سکیں گے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے نیا نیا لکھنا شروع کیا تھا یعنی میں لکھنے کی الف ب سیکھ رہی تھی اور فرحت آراٰ آپا کے انتقال کی روح فرسا خبر مجھے پڑھنے کو ملی اور اس لمحے جو احساسات میرے تھے میں آج بھی انہیں زبان دینے سے قاصر ہوں۔ آنچل کے ساتھ میرا بچپن کا تعلق ہے اور میں سب سے پہلے "درجواب آں" پڑھنے کی عادی تھی۔ فرحت آراٰ آپا جس محبت سے جواب دیتی تھیں مجھے لگا کہ میں لکھوں گی تو یقیناً میری حوصلہ افزائی کریں گی اور اسی دوران مجھے وہ خبر ملی اور ساتھ ہی یہ بھی اب سے قیصر آراٰ آپا مدیرہ کے فرائض سرانجام دیں گی۔

میرے ذہن میں یہ کہیں بھی نہیں تھا کہ قیصر آراٰ آپا اسی محبت، اسی لگن اور اسی چاہت کے ساتھ اس سلسلے کو برقرار رکھیں گی...... پھر میں نے جب جب خط لکھا، مجھے بے حد محبت سے جواب دیا گیا، کچھ اچھا لکھ کر بھیجا تو لفظوں سے حوصلہ بڑھایا اور جب اچھا نہ لکھا تب بھی حوصلہ شکنی نہیں کی۔

شادی کے بعد بہت مصروفیت ہوگی آنچل مسلسل پڑھنے میں ناکام رہی لیکن "درجواب آں" کبھی نہ دیکھا ہوا ایسا نہیں ہوا۔ شادی کی مبارک باد دی اور پھر بچوں کی پیدائش پر مبارک باد کے ساتھ جو حوصلہ افزا الفاظ کہے وہ بھلائے جانے کے قابل کہاں۔ کاش میرے لکھنے کے عمل میں تسلسل ہوتا اور میں اپنا مکمل ناول (جو آنچل کے لیے لکھ رہی تھی) انہی کی ادارت میں بھیجتی کاش......!

جو آپ کی بنیاد بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، آپ کے گرنے اور گر کر آگے بڑھنے کے سفر میں مددگار ثابت ہوتے ہیں آپ انہیں کبھی نہیں بھلا سکتے۔ آنچل میرے لیے ہمیشہ سرفہرست رہا اور قیصر آراٰ آپا میرے لیے وہی بنیاد تھیں جنہیں بھلانا ناممکنات میں سے ہے۔ آپا آپ کے لیے دل کی تمام تر گہرائیوں سے بے تحاشا دعائیں...... اللہ جی آپ کی مغفرت فرمائیں آمین، آپ کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں۔

موناشاہ قریشی...... کبیروالہ

دوپہر تین بجے کا وہ اذیت بھرا لمحہ تھا جب فیس بک کھولتے ہی آپ کے وصال کی خبر ملی موبائل کی اسکرین جامد ہوکر تاریک پڑ گئی اور میں بے یقین رہی میری سسکیاں اس پکار کی گواہ ہیں جو روتے ہوئے آپ کو دی گئی مجھے آپ سے نصف ملاقات کرنا تھی کتنے دنوں سے دل مچل رہا تھا آپ سے گفتگو کرنے کو، علالت کی خبر سنتے ہی ٹھان لی تھی کہ ایک لمبا چوڑا خط لکھوں گی آپ کی محبت سمیٹنے کو دل چاہ رہا تھا۔

pklibrary.com

بہت دن ہو گئے تھے ''پیاری گڑیا'' جیسا لفظ سنے ہوئے وہ پر تاثیر ٹھنڈے چشمے جیسا فرحت افزا لہجہ بے حد یاد آرہا تھا مگر وقت نے اپنی مدت تمام کر کے مجھے آخری ملاقات کی لذت سے محروم کر دیا اور ہم تڑپ اٹھے۔

اس محرومی کے کرب سے...... آپ کے ساتھ محض قلمی نہیں تخیل کا بھی رشتہ تھا جواب بھی ہے اور سدا رہے گا۔ جنت سے التفات بھرے الفاظ کا تحفہ ہمارے دلوں کو ہمیشہ شاد رکھے گا یہ میرے تخیل کا سب سے خوب صورت حصہ ہے کہ آپ جنت کی خاتون ہمیں وہاں بھی یاد رکھے ہوئے ہیں۔

جو سراپا محبت ہوں انہیں ہر حال میں محبتیں بانٹنی ہوتی ہیں اور آپ سے خطوط کے جواب میں ملی محبتیں مجھے آپ کے تذکرے پر رونے کی بجائے مسکراہٹ سے نواز دیں گی اور یہی چیز آپ کی عدم موجودگی کے دکھ کو کم کر دے گی، جنت کے باسیوں کو زمین زادوں کا عاجزی بھرا اسلام ضرور دیجیے گا جنت کی خاتون۔

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

یہ دن، یہ رات، چاند سورج ہر چیز فنا ہے یہ پہاڑ یہ آسمان سب ریزہ ریزہ ہو کے بکھر جائیں گے۔ انسان کا اصل آخرت ہی ہے۔ کچھ باقی رہے گا تو وہ ہے انسان کے اعمال انسان کی نیکیاں یا پھر اس کی وہ سیکھ جو اس نے لوگوں کو سکھائی ہو۔ ''قیصر آپا'' ایسی ہی ایک ہستی کا نام ہے جنہوں نے بڑے پیار سے سب کو جوڑ رکھا تھا، ان کی سیکھ سے لوگوں نے لکھنا سیکھا، اپنی اصلاح کی اور آج کسی نہ کسی مقام کو جا پہنچے، ان کے جانے کے بعد ایک خلا سا رہ جائے گا جو کبھی نہ بھر سکے گا، وہ ایک ایسی خوشبو کی مانند ہے جو خود تو چلی گئیں لیکن اس ادارے کو پیار کی محبت کی اخلاص کی ڈور میں باندھ گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ لفظ تو بہت ہیں مگر مختصر یہ ہے کہ ان کا نام ان کا کام ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گا۔

شفق افتخار...... سکھر

السلام علیکم! لکھنے اور پڑھنے والوں کا ہر ادارے اور وہاں پہ کام کرنے والوں سے ایک گہرا قلبی تعلق ہوتا ہے پھر چاہے آپ نے وہاں کبھی لکھا ہو یا نہیں۔ میں نے آنچل یا حجاب میں بس اب تک ایک ہی ناولٹ لکھا ہے مگر آنچل کو پڑھا بہت ہے۔ کب سے یہ تو اب یاد بھی نہیں۔ فرحت آرا اور قیصر آرا یہ دو نام ہمیشہ آنچل کے ادارے میں جگمگاتے دیکھے لیکن ان سے کبھی بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں نے ایک ناول کا ون لائنر بھیجا تھا جسے انھوں نے پڑھنا تھا۔ ادارے کی طرف سے مجھے ان سے بات کرنے کو کہا گیا مگر ان دنوں ان کے شوہر کا انتقال ہوا تھا۔ اس لیے بات نہ ہو سکی۔ جس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا مگر جب ان کی وفات کا سنا تو بالکل ایسے ہی دل دکھ سے بھر گیا جیسے کسی بہت اپنے کے بچھڑنے پہ بھر جاتا ہے لیکن انسان مشیت ایزدی کے آگے بے بس ہے۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ دکھ کی اس گھڑی میں ہم سب رائٹرز ادارہ آنچل و حجاب اور نئے افق کے ساتھ ہیں۔ اتنے قیمتی نقصان کی تلافی تو ناممکن ہے مگر بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ ان کے اہل خانہ اور ساتھیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے آمین ثم آمین۔

عمارہ خان...... کراچی

قیصر آرا، ہم میں نہیں رہیں لیکن ان کی محبت اور شفقت یقیناً ہر کسی کے دل میں زندہ رہے گی۔ جو بھی کبھی حجاب یا آنچل میل کرے گا، ان کو قیصر آرا کی یاد ضرور آئے گی۔ جس محبت کے ساتھ وہ جوابی میل کرتی تھیں، وہ عزت آپ بہت دور بیٹھے بھی با آسانی محسوس کر سکتے تھے، پیار اور احترام کے ساتھ بنا نئے پرانی لکھاری کی تشخیص کیے، ان کا محبت سے جواب دینا ہمیشہ یاد رہے گا، اللہ ان کو بہترین جگہ رکھیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں، بلاشبہ ان کی محنت نے حجاب اور آنچل کو ایک معیاری جگہ دیتے ہوئے ان ڈائجسٹ کی لکھاریوں کو بھی بے تحاشہ عزت دی ہے۔ بے شک وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن وہ ہماری دعاؤں میں ہمیشہ رہیں گی۔ اللہ رب العزت ان کے درجات کو بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

سلمیٰ فہیم گل...... اسلام آباد

کم سے کم موت سے ایسی مجھے امید نہیں
زندگی تو نے تو دھوکے پہ دیا ہے دھوکا

(فراق گورکھپوری)

فرحت آرا بجو (مرحومہ) کے بعد قیصر آرا بجو نے اپنے فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے، وہ اپنی بہن کا پرتو تھیں، انھی کی طرح پیار بھرا انداز، پُرشفیق لہجہ، پیار میں گندھے الفاظ جو ہر قاری کو مطمئن کرتے تھے، ان سے بات کر کے ایسے لگتا تھا گویا کوئی بہت ہی اپنا ہمراز ہو۔ میری بیٹی مدیحہ کا انتقال ہوا تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے۔ اس کے انتقال پر گویا میری دنیا ختم ہو گئی ہے، ہر طرف اداسیوں کا راج ہے لاسٹ منتھ میں نے قیصر آرا بجو کو اپنے غم میں شامل کرنے کے لیے خط لکھا تھا مجھے کیا خبر تھی کہ وہ تو خود رخت سفر باندھے تیار

تھیں ان کے انتقال نے آنچل کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی تنہا کر دیا ہے، دل بہت اداس ہے دل تو یوں اداس ہے گویا جسم میں جیسے جان ہی نہیں ہمارے آنچل کا "درجواب آں" ایک بار پھر تنہارہ گیا۔ موت تو برحق ہے اور جانے والوں کو کب کوئی روک سکا ہے مگر ان کی یاد دلوں میں ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ اللہ رب العزت قیصر آرا بجو کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

سیدہ ضوباریہ ساحر ...... مظفر گڑھ

گئے دنوں کا سراغ لے کر
کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

بہت دلگرفتہ ہوں چند الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن پھر بھی دل کی خواہش ہے کہ قیصر آنٹی کے لیے کچھ کہہ سکوں۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے بہت کم لکھ پاتی ہوں اور یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی کہ ابھی تک طفل مکتب ہوں لیکن قیصر آنٹی نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ صرف میں ہی نہیں تمام قاری بہنیں اس بات کا اعتراف کریں گی کہ وہ ایک نفیس طبع سلجھی ہوئی ادب کی بہترین سوجھ بوجھ رکھنے والی شخصیت تھیں۔ حجاب ڈائجسٹ میں ان کی بات چیت پڑھے بغیر آگے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے جانے سے ایک بہت بڑا خلا آ گیا ہے آنچل وحجاب ڈائجسٹ میں۔ اللہ پاک انہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دیں اور سوگواروں کو صبر عطا فرمائے آمین۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے۔

سلمیٰ غزل ...... کراچی

طاہر بھائی، السلام علیکم! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ کی مرضی کے دونوں بہنیں فرحت آرا اور قیصر آرا ملک راہی عدم ہوئیں، اللہ ان کی مغفرت کرے اور درجات بلند فرمائے آمین۔ آج وہ کل ہماری باری ہے یہی قانون قدرت ہے لیکن اپنوں کے بچھڑنے کا دکھ تو ہوتا ہی ہے میری وابستگی تو اس ادارے سے بڑی پرانی ہے سلمیٰ کنول اور ابن صفی مرحوم میرے بے حد پسندیدہ تھے اور ہیں۔ آپ کا ادارہ بڑی جانفشانی سے قلم کی حرمت برقرار رکھے ہوئے ہے اس نفسا نفسی اور افراتفری کے دور میں بھی آپ خلوص کے ساتھ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اللہ آپ کو ہمت اور حوصلہ دے میری دعائیں ہمیشہ ادارے کے ساتھ رہیں گی کہتے ہیں اللہ دوسروں کی دعائیں اپنے کسی بہن بھائی کے لیے زیادہ جلدی سنتا ہے کہ وہ بے غرض ہوتی ہے۔

سویرا فلک ...... کراچی

زندگی میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں رابطے میں رہتے ہیں مگر مل نہیں پاتے مگر اس کے باوجود ان سے بہت گہرا رشتہ استوار ہو جاتا ہے ان میں ایک آپی تھیں "تھیں" کا لفظ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے آپی بلاشبہ ادب کی دنیا کے اثاثوں میں سے تھیں، ان کا تحریروں کے بارے میں بے لاگ تبصرہ رائٹرز سے خطوط کے ذریعے برجستہ گفتگو، ان کا رائٹرز کے حال احوال سے واقفیت رکھنا، خوشی غم میں انہیں ساتھ ہونے کا اپنا احساس دلانا، ہم رائٹرز کو بہت مان دے دیا کرتی تھیں اور اس وابستگی اور مان کے احساس نے ان کے ہمارے درمیان نہ رہنے کی خبر نے آنکھوں کے گوشے بھگو دیے، وہ ہمیں کبھی نہیں بھولتی تھیں اس لیے ہم بھی کبھی بھی انہیں فراموش نہیں کر پائیں گے، ہمارے دل وذہن کے آنگن میں وہ ہمیشہ سدابہار کے پھول کی طرح شادو آباد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

سیدہ فرحین جعفری ...... کراچی

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

2020ء نے بہت کچھ لے لیا ان میں ایک نام قیصر میم کا بھی ہے۔ قیصر میم سے میرا تعلق صرف ای میل کی حد تک تھا وہ میری ای میل کا جواب دیتی تھیں اور ان کے الفاظ میری ہمت بڑھاتے تھے ان کے کسی لفظ نے کبھی دل شکنی نہیں کی۔ ایسا لگتا وہ سراپا محبت ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ بولے تو پھول جھڑتے ہیں، لفظوں میں مٹھاس گھلی ہو۔ شیریں سخن۔ دیکھے اور بات کیے بغیر یہ تمام باتیں مجھے قیصر میم کے لیے سچ لگتیں۔ کافی عرصہ سے لکھ نہیں رہی تو قیصر میم سے ای میل کے ذریعے ملاقات بھی نہیں ہوئی اور پھر یہ خبر نظر سے گزری کہ وہ بیمار ہیں۔ میں نے بہت دل سے ان کے لیے دعا کی، اچھے لوگوں کے لیے خود بخود دل سے دعائیں نکلتی ہیں لیکن شاید یہ دعاؤں کی قبولیت کا وقت نہیں تھا۔ ایک بہت بڑا نقصان ہے نہ صرف قیصر میم کی فیملی کے لیے بلکہ ہم سب لکھنے والوں کے لیے۔ ادب کے آسمان پر وہ ایک روشن ستارہ تھیں۔ نو آموز لکھاریوں کی اصلاح کرتی تھیں۔ آنچل سے جڑا ہر لکھاری ان کی انگلی تھام کے چل رہا تھا

pklibrary.com

اور اچانک انہوں نے قدم آگے بڑھا لیے۔ وہ آگے جاتی، مسکراتی ہوئی، ہاتھ ہلاتی ہوئی کہہ رہی ہوں جیسے کہ اب تم چلنا سیکھ گئے ہو قدم اٹھانا سیکھ گئے ہو، چلتے رہو لیکن ہمیں تو آج بھی ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

قیصر میم آپ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ آپ کے الفاظ ہمیشہ ہمارے لیے مشعل راہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ قیصر میم کے درجات بلند فرمائے آمین۔

صباحت رفیق چیمہ...... گوجرانوالہ

آہ قیصر آپا، آپ کے لیے کیا لکھوں۔ جب آپ کی طبیعت کا پتا چلا تب کتنی ہی دعائیں کی تھیں لیکن کبھی کبھی کچھ دعائیں قبولیت کے درجے تک نہیں پہنچ پاتیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کچھ اور ہی سوچا ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے اس کے کام وہی جانے، اس کی حکمتیں وہی سمجھ سکتا ہے۔ جب مجھے کسی کی وفات کا پتا چلتا ہے میں نے کبھی افسوس کا اظہار نہیں کیا، بہت کم ایسا ہوا ہے کیونکہ مجھے پتا ہے کسی بھی اپنے کو کھونے کی تکلیف کیا ہوتی ہے۔ مجھے اپنی امی یاد آجاتی ہیں کہ آٹھ سال گزرنے کے باوجود انہیں بھول نہیں پائی۔ آج بھی ان کے ذکر پر ایسے دل پر قیامت ٹوٹتی ہے کہ جیسے آج ہی وہ ہم سے جدا ہوئی ہیں۔ کوئی تسلی، کوئی دلاسہ یہاں تک کہ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو انہیں واپس لاسکے۔ اس پر کسی کو کیا صبر کرنے کا کہنا کیونکہ یہ تو ساری زندگی کا دکھ ہے، لوگ بس کہتے ہیں کہ وقت کے ساتھ صبر آجاتا ہے۔ نہیں...... میں نہیں مانتی اس بات کو اپنوں کی جدائی پر ساری زندگی بھی صبر نہیں آتا لیکن اچھے لوگ ہمیشہ یاد رہتے ہیں وہ جدا ہو کے بھی ہماری دعاؤں کا حصہ بن کے ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ قیصر آپا کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ مانا کہ کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن ای میلز کے ذریعے ہمیشہ ان سے نصف ملاقات رہی ہے اور جب بھی بات ہوئی چاہے کبھی غصے سے کچھ پوچھا لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنے وہی نرم اور ٹھہراؤ والے لہجے میں جواب دیا، ہمیشہ بیٹا کہہ کے مخاطب کیا، اپنے اس شفقت والے رویے اور حسن سلوک کی وجہ سے وہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قیصر آپا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کریں آمین۔

صبا یونس قریشی...... ملتان

محترمہ قیصر آرا صاحبہ کے لیے یہ الفاظ لکھنا کہ ''وہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں'' آسان کام نہیں ہے۔ وہ واقعتاً خوشبو کی مانند تھیں۔ حالانکہ ان سے کبھی بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی...... نہ ہی فون پر گفتگو ہوئی اس کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ ان سے کوئی بہت قریب کا تعلق ہے، ان کے لفظوں سے محبت چھلکتی تھی، کبھی کسی ناقابل اشاعت تحریر پر بھی لکھاری کے لیے تلخ الفاظ استعمال نہیں کیے ہمیشہ نرم اور محبت سے گندھے الفاظ میں پیار سے سمجھا دیا کرتیں کہ یہ کمی ہے، سب قارئین کو برابر کا درجہ دیتیں، ایسے جیسے وہ محبت بانٹنے دنیا میں آئیں ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ دنیا میں آٹے میں نمک کے برابر ہی ہوتے ہیں، رسالہ ایسے نوک پلک سنوار کے پیش کرتیں جیسے دلہن، وہ الفاظ ہی نہیں ہیں میرے پاس جن میں ان کی تعریف کا حق ادا ہو سکے...... وہ خوشبو ہی تھیں جو چہار سو مہکا دیا کرتیں تھیں۔ آنچل وحجاب کے ذریعے وہ ایسی خوشبو اس دنیا میں چھوڑ گئیں ہیں جو آنے والی کئی نسلوں تک یوں ہی مہکتی رہے گی۔

اللہ رب العزت ان کے اخلاص کا ان کو آخرت میں بے پناہ صلہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

بینا عالیہ...... لاہور

قیصر آرا جو آنچل اور حجاب کے رائٹر، قارئین کے لیے ایک اکیڈمی کا درجہ رکھتی تھیں ان کی جدائی پر دل افسردہ ہے، اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے درجات بلند ہوں لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

یمنیٰ نور...... جڑانوالہ

یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ یہاں لوگ آتے ہیں، چند لمحے ساتھ گزار کر پھر ہم سے سے بچھڑ جاتے ہیں۔ یہی ازل سے قدرت کا نظام ہے۔ قیصر آرا آپا کا اور ہمارا ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ بہت کم وقت مگر بہت خوب صورت۔ اس دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جنہیں طویل مدت تک یاد رکھا جائے گا۔ مجھے یقین ہے جب تک آنچل کا نام ہے قیصر آرا آپا کو یاد رکھا جائے گا۔ اللہ پاک قیصر آرا آپا کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے آمین۔ یقیناً قیصر آرا آپا کا ہم سے بچھڑنا بہت بڑا نقصان ہے مگر اللہ کا فیصلہ اور اس دنیا کی حقیقت یہی ہے۔ آج بے شک آپا ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے الفاظ خوشبو کی مانند ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

طاہرہ جبین...... لاہور

قیصر آپی بہت اچھی تھیں جب میں نے آنچل میں ایک دو افسانے بھیجے تو میری بہت حوصلہ افزائی کی اس سے پہلے میں نئے افق میں لکھتی تھی ان سے ایک دو دفعہ ہی فون پر بات ہوئی لیکن وہ پیار بھرا انداز اور وہ نرم لہجہ آج بھی سماعت میں رس گھولتا ہے آنچل کو بڑی

نعمتیں ہر اہلِ ایمان اپنے اعمال اور طرزِ عمل کے ذریعے بآسانی حاصل کرسکتا ہے بس اسے سچا سیدھا تقویٰ کا راستہ اپنانا ہوگا۔ تقویٰ کیا ہے اور اسے کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ تقویٰ کے معنی تمام ممنوع حرام چیزوں سے بچنے اور پاکیزہ زندگی احکام الٰہی کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانا تقویٰ ہے۔ اسلام میں عبادت کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے مگر بنیاد تقویٰ پر ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ تقویٰ کے بغیر عبادات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ تقویٰ کے بنیادی عناصر ہی اللہ کا خوف' حدود اللہ کی واقفیت' گناہوں کو چاہے وہ حقیر یعنی معمولی نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں' انہیں معمولی نہ سمجھنا' ہر قسم کی مشکوک چیزوں سے بچنا' دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا' عدل وانصاف کرنا اور کیے گئے وعدے اور عہد کو پورا کرنا ہیں۔ تقویٰ انسانی شخصیت کی تشکیل اور تعمیر میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کو کس قدر پسند فرماتا ہے اور ان کو کیسے کیسے انعامات اور نعمتوں سے نوازے گا اس کا ذکر قرآن کریم میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہے تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں اور اپنی اچھی آخرت کا اچھے طریقوں سے بندوبست کرلیں۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اس کے بندے زیادہ سے زیادہ اس کی اطاعت وبندگی سے آخرت میں جنت کی دائمی زندگی حاصل کرسکیں اس لیے وہ اہلِ ایمان افراد کو نیک اعمال پرہیزگاری اور تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے۔ اپنی رحمتوں' نعمتوں' فضل وکرم کا اظہار کرکے انہیں پاکیزگی پاکبازی کی ترغیب دیتا ہے۔ سزا اور اپنے عذاب سے ڈرانے اور خوف کھانے کی تاکید کرکے ایسے سرکش اور بہکے ہوئے لوگوں کو جو شیطان کے بہکائے میں آکر بھٹک کر راہ مستقیم سے دور ہوگئے ہیں یا ہورہے ہیں انہیں بھی راہ راست پر آنے پر مجبور کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام ہی بندوں سے بہت محبت وشفقت فرماتا ہے اس لیے ان کی سرکشی شرک وکفر کرنے پر بھی انہیں فوری سزا نہیں دیتا' انہیں اپنی سزاؤں اور عذابوں کے بارے میں مطلع کرکے موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے اختیار وارادے سے اپنی کوشش اور خواہش سے توبہ کرکے راہ حق پر آجائیں اور تقویٰ اختیار کرلیں اور اپنی آخرت کا بہتر سامان کرلیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ بار بار جہنم اور وہاں کے مکینوں کے بارے میں اطلاع دیتا رہتا ہے کہ اگر کوئی اللہ کی عنایتوں کی طرف راغب نہیں ہوتا تو وہ سزاؤں سے ہی خوفزدہ ہوکر صراط مستقیم پر آجائے۔

ترجمہ۔ بے شک متقی (پرہیزگار) لوگ سایوں (چھاؤں) اور چشموں میں ہیں۔ اور جو پھل وہ چاہیں (جن کی انہیں خواہش ہو وہ ہر وقت حاضر ہوں گے)

(اے متقیو!) کھاؤ پیو اور مزے سے اپنے اعمال کا صلہ (پاؤ) جو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔ یقیناً (اللہ) ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ (المرسلت۔ ۴۱ تا ۴۴)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں متقی لوگوں کے بارے میں تمام اہلِ ایمان کو مطلع فرمارہا ہے کہ اہلِ تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کس طرح کا معاملہ اپنے فضل وکرم سے فرمائے گا۔ متقی افراد کی آخرت کے بارے میں جگہ جگہ اعلان فرمارہا ہے کہ روزِ محشر جب حساب کتاب سے فارغ ہوجائیں گے تمام بدکار' کفر وشرک کرنے والے جو شدید ترین عذاب سے دوچار ہوں گے اس وقت میدان حشر میں بھی اہل ایمان اہل تقویٰ ہی آرام وسکون سے ہوں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے اجر کے طور پر ان کے ہاتھوں سے آبِ کوثر سے سیراب ہورہے ہوں گے اور سرداروں کے سردار اور تمام عالموں کے لیے رحمت' اللہ کے محبوب پیارے نبی کی سربراہی میں جنت میں داخل ہوں گے۔ قرآنِ کریم بار بار جنت اور اہلِ جنت کی منظر کشی کرکے تقویٰ اختیار کرنے اور ایمان پر قائم رہنے کے فوائد سے آگاہ فرمارہا ہے جیسا کہ ان آیاتِ الٰہی میں بیان کیا گیا ہے کہ متقی لوگ جنت میں ایسی ٹھنڈی حقیقی چھاؤں میں ہوں گے ان کے قرب میں ٹھنڈے میٹھے پانی سے لبریز چشمے بہہ رہے ہوں گے اور انہیں ایسے تمام پھل جو انہیں پسند ہوں جن کی وہ خواہش کریں فوراً ہی مل جائیں گے یہ تمام انعامات الٰہی ہیں جو مادی نعمتوں کی شکل میں انہیں جنت میں میسر ہوں گے۔ نیک متقی لوگوں کو کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو یہ تمہارے رَبّ کی

ہے ہر سو یاد تیری
نم ہے آنکھ میری
کیسے بھول جائیں تمہیں
تم سنگ تھا رشتہ دل کا
مدہم پڑ گئے دیپ سارے
گل ہیں دیے سارے
آنکھیں ہیں خون روتی
سائیں سائیں کرتی محفل ساری
کمی ہے ہر سو تیری
شہر ہے ویران سارا
جاؤں جہاں یادوں کا بسیرا
مٹی تلے وجود تیرا
میرے دل میں نام تیرا
ہے گونجتی آنگن میں صدا تیری
ہے آتی میرے لب پہ دعا تیری
ہے ہر سو یاد تیری
نم ہے آنکھ میری

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

قیصر آنی اب ہم میں نہیں رہی ہیں، یارا کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کا احساس ہی کافی ہوتا ہے میری کبھی آنی سے بات نہیں ہوئی بس آنچل کے ذریعے ہی رابطہ رہا ان سے، پر ان سے دلی وابستگی جیسے صدیوں پر محیط ہو آنچل کے ذریعے ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

قیصر آنی کے بارے میں بس اتنا ہی کہوں گی کہ کچھ لوگ اس دنیا سے رخصت ہو کر بھی ہمارے دلوں سے جدا نہیں ہوتے ان کی محبت اور یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس جہان میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ آخر میں آنی کے لیے اک شعر گو کہ یہ ایک شعر میرے جذبات کو بیان کرنے میں ناکافی ہے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اللہ رکھا چوھدری...... ھارون آباد

اس بھاگتی دوڑتی زندگی میں بہت سے لوگ ہماری زندگی میں آتے ہیں اور بہت سے جدا بھی ہو جاتے ہیں لیکن کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو جدا ہونے کے بعد بھی ہماری ہر دعا میں شامل رہتی ہیں۔ دعا کے لیے جب بھی ہاتھ اٹھتے ہیں تو ان ہستیوں کے نام ہمارے دماغ میں گردش کرنا شروع ہو جاتے ہیں ان ہی ہستیوں میں اب قیصر آرا آنٹی بھی شامل ہو گئی ہیں۔

کافی دن پہلے آنٹی کی بیماری کی خبر سن کر بہت پریشانی ہوئی ہر نماز کے بعد دعا کی کہ اللہ پاک آنٹی کو صحت دے لیکن شاید اللہ پاک کو یہ ہی منظور تھا کہ ہم سب کی دعائیں آنٹی کی بیماری کے آگے بے اثر رہیں اور بیماری نے ہماری پیاری ماں جیسی آنٹی کو ہم سے جدا کر دیا۔

ثنا کنول...... نامعلوم

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اچھے لوگ اپنے جانے کے بعد بھی ہمارے درمیان موجود رہتے ہیں اور آنی بھی رہیں گی ہماری دعاؤں میں، ہماری اچھی یادوں میں، میں نے پہلی بار خط لکھا تھا ان کو اور مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آنی نے مجھے جواب دیا ہے، مجھے تو ان کا جواب دینے کا انداز پہلے سے ہی اچھا لگتا تھا اور مجھے انہوں نے اتنا خوبصورت جواب دیا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور ان کے جانے کا دکھ تو بہت بڑا ہے لیکن مجھے خوشی بھی ہے میری نصف ملاقات ہوئی ان سے میں نے اتنا سب کچھ لکھا تھا خط میں کچھ مذاق بھی کیا تھا وہ ضرور مسکرائی ہوگی میرے خط کو پڑھ کے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین۔

www.naeyufaq.com

بڑی ہو۔
''نہیں جی...... شکریہ۔'' لاریب ہمیشہ ہی اس کی شائستگی کا جواب درشتی سے دیتی تھی۔
''یہ آئس کریم آپ کے لیے۔'' وہ سب آئس کریم کھانے گئے تو واپسی پر حسن لاریب کے لیے آئس کریم نہ لانا بھولتا تھا۔
''مجھے آئس کریم پسند نہیں۔'' وہ روکھائی سے جواب دیتی۔
''ویسے آئس کریم کھانی چاہیے...... اس سے دماغ کی گرمی دور ہو جاتی ہے۔'' حسن کی اس پر مزاح بات پر جہاں سارا گھر دادی سمیت لطف اندوز ہوتا وہاں لاریب بل کھا کر رہ جاتی تھی۔ لاریب کو حسن سخت ناپسند تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں ایک تو دادی کا لاڈلہ اور دوسرا اس کی بے تحاشا کھانے کی عادت، اسے ہر ایک گھنٹے بعد بھوک لگ جایا کرتی تھی۔ کچن کا مکمل انتظام لاریب کے ہاتھ میں تھا۔ اس لیے حسن کے آنے سے اس کی کچن کی ڈیوٹی ڈبل ہو جاتی تھی۔
''دوپہر کے کھانے میں کیا پک رہا ہے؟'' ابھی ناشتے سے فارغ ہو کر لاریب کی کمر بھی سیدھی نہیں ہوئی تھی کہ فوراً دوپہر کے کھانے کی فکر ہو گئی تھی۔
''میرا سر۔'' کچن کی دھلائی، برتن سمیٹتی لاریب جل کر جواب دیتی۔
''آپ کا سر...... یہ کوئی نیو ڈش لگتی ہے۔ میں نے پہلے ٹیسٹ نہیں کی۔'' اسے شاید لاریب کو چڑا کر مزہ آتا تھا۔ اس لیے وہ اس کی کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتا تھا اور نہ ہی وہ برہم ہوتا تھا۔ مسکرانا تو جیسے اس کی عادت تھی اور خوش اخلاقی اس کی فطرت، ویسے بھی ہلکے پھلکے مزاح سے، اللہ کی مخلوق کو خوش کرنے کو وہ عبادت سمجھتا تھا۔ اس کے آنے سے گھر میں رونق ہو جاتی تھی۔ کبھی دادی کا دل بہلاتا تو کبھی چچا چچی کے ساتھ گپ شپ کرتا اور کبھی فروا، عنبر اور لائبہ کو چٹکلے سناتا۔ مگر لاریب اس سے ہمیشہ سرد مہری سے ملتی۔ جس کو وہ کبھی دل سے محسوس نہیں کرتا تھا بلکہ اس کو انجوائے کرتا تھا۔
''آج لازمی یہ ڈش دوپہر کو پکائیے گا۔ میں ضرور کھاؤں گا۔'' وہ ایک ہاتھ میں چپس کا پیکٹ اور دوسرے میں جوس کا ڈبا پکڑے آواز لگاتا تو لاریب اسے گھورنا نہیں بھولتی تھی۔ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہاں سے ہٹ جائے جہاں حسن ہوا۔
''پیٹو نہ ہو تو...... کھا کھا کے گینڈا بن گیا ہے مگر مجال ہے جو کبھی فاقہ کرے۔'' اس کے آنے پر گھر میں کھانے کا خوب اہتمام ہوتا تھا۔ جس کا خاص حکم دادی کی طرف سے ہوتا تھا اور لاریب یہ حکم ٹال نہیں سکتی تھی۔ اگر ٹالتی تو بری بنتی اور برا بننا اسے حسن کے مقابلے میں کسی طرح منظور نہ تھا اور نہ ہی قبول۔
حسن کھانے پینے کا بہت شوقین تھا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے رہنے سے اس کا وزن بڑھ گیا تھا۔ شکل وصورت کا اچھا ہونے کے باوجود یہ موٹاپا حسن کی شخصیت کو کچھ دبا سا دیتا تھا۔ لاریب کو اس کی یہی عادت پسند نہیں تھی۔ اسے موٹے لوگوں سے سخت نفرت تھی۔
''لاریب...... آلو بخارے کی چٹنی رکھی ہے گھر میں؟'' لاریب تھک تھکا کر کچن سمیٹ کر سونے کے لیے کمرے میں جا رہی تھی کہ حسن ایک دم سے وارد ہوا۔ پیٹ پہ ہاتھ رکھے اور چہرہ عجیب وغریب زاویے بنا رہا تھا۔ کسی حد تک لاریب کو تشویش ہوئی مگر وجہ جان کر اسے سخت غصہ آیا۔
''کیوں...... چٹنی کیا کرنی ہے؟'' گرمیوں کے دنوں میں دادی کی فرمائش پر لاریب لازمی کوئی نہ کوئی چٹنی بنا کر رکھتی تھی۔ کبھی آلو بخارے کی، کبھی آم کی چٹنی، دادی کو کھانے کے بعد کھٹی میٹھی چٹنی کھانے کی شروع سے عادت تھی۔ وہ کہتی تھیں کہ اس سے ہاضمہ ہوتا ہے، کھانے کو ہضم کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ دادی کی ضرورت و پسندیدگی دیکھتے ہوئے لاریب نے نت نئی چٹنیاں بنانا سیکھ لی تھیں۔
''وہ بس ذرا سینے میں جلن ہو رہی ہے۔'' سینے پر بے چینی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے حسن نے اصل بات بتائی تو لاریب پیچ وتاب کھا کر رہ جاتی۔

pklibrary.com

"پیٹو...... کبھی واک بھی کرلیا کرو۔" دل تو چاہ رہا تھا کہ منہ پھاڑ کر یہ بات کہہ کر اس کی جلن میں اور اضافہ کردے مگر خود کو بدلحاظی سے روک لیا۔ اسے حسن کی اس عادت سے بھی چڑ تھی کہ اگر بدہضمی بھی ہوجاتی تو کچھ نہ کچھ کھانے کو ہی مانگتا تب ہی طبیعت خرابی میں بھی زبان کا چٹخارہ نہیں چھوٹتا تھا۔

"اس وقت تو میرے پاس یہ سیرپ ہے بدہضمی دور کرنے کا۔ یہ پئیں اور جائیں لمبی تان کر سو جائیں بلکہ کوشش کریں صبح ناشتے کی جگہ فاقہ کرلیں۔ امید ہے افاقہ ہوگا۔" ایک چبھتی ہوئی نگاہ اس کے بھرے بھرے بدن پر ڈالتی ہوئی وہ چلی گئی۔

"کام کرکر کے میری اپنی چٹنی بن گئی ہے اور جناب آگئے ہیں ہاضمہ درست کرنے کے لیے چٹنی مانگنے۔" حسن کا وجود اس نے بہت مشکل سے اس گھر میں برداشت کیا تھا۔ بلکہ سمجھوتہ کیا تھا مگر دل ہی دل میں دعا کی تھی کہ جلد از جلد اس کی تعلیم مکمل ہو اور وہ یہاں سے شکل گم کرے۔

"آپ حیدرآباد کب واپس جارہے ہیں؟" لاریب خاص طور پر حسن کی فرمائش پر مٹن بریانی، چکن کڑاہی اور شاہی کباب تل رہی تھی۔ لاڈلے پوتے نے دادی کی گود میں سر رکھتے ہوئے مزید لاڈ بھگارا تھا۔

"دادی کافی دن ہوگئے کوئی مزے کی چیز نہیں پکی گھر میں۔" یقیناً وہ مخاطب دادی سے ہی تھا مگر سنا لاریب کو رہا تھا۔ لاریب کے ردعمل پر اسے سخت ہنسی آتی تھی۔ لاریب جو دادی کے کمرے کی صفائی کرنے کے لیے وہیں موجود تھی اس کی بات سن کر نفرت سے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا، ہر روز کوئی نہ کوئی نئی ڈش کی فرمائش کی جاتی اور اب بھی موصوف فرمارہے تھے کہ مزے کی چیز نہیں کھائی۔ لاریب کو یہی بات تاؤ دلاتی تھی کہ حسن کی تان ہر وقت کھانے پر ہی کیوں ٹوٹتی تھی۔ ہر پل بس کھانا اور ہر لمحے ہی کھانا۔

"حسن کے بچے...... تمہارے لیے اب ایک ہی مزے کی چیز بچی ہے اور وہ ہے میرے پاس تمہارے لیے ڈنڈا۔" وہ دل میں بڑبڑائی۔

"کیوں آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" ٹوکری سے سرخ تازہ گاجر نکال کر کچر کچر کھاتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا تو لاریب کو اس کی مسکراہٹ عام نہ لگی۔

"نہیں...... ویسے ہی۔" بریانی کو دم پر رکھتے ہوئے اس نے حسن پر ناگواری سی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"اچھا...... مجھے لگا کہ میں یہاں سے جانے والا ہوں تو آپ "اداس" ہورہی ہیں۔" ایک تو حسن کی معنی خیز مسکراہٹ اور "اداس" لفظ استعمال کرکے لاریب کا دماغ پریشر کوکر بنادیا تھا۔ جس کی سیٹی کی آواز پورے گھر میں شور مچانے لگی تھی۔

"میں اور اداس وہ بھی تم جیسے پیٹو کے لیے...... نو نیور۔" دل میں بڑبڑاتے ہوئے ایک کھا جانے والی نگاہ حسن پر ڈالی۔

"میں تو سو شکرانے کے نفل ادا کروں گی...... جس دن یہ "پیٹو" اس گھر سے جائے گا۔" گاجر کھاتا حسن لاریب کو تپا گیا۔

"اف توبہ...... ایک منٹ کے لیے بھی یہ شخص کھانے سے ہاتھ نہیں روکتا۔" اور پھر وہ دن آ ہی گیا جب حسن کے جانے کا وقت آ گیا مگر جاتے ہوئے وہ لاریب کے لیے افسوس اور پچھتاوے چھوڑ گیا تھا۔

حسن بچپن سے ہی دل ہی دل میں لاریب کو پسند کرتا تھا۔ جس کا اظہار اس نے دادی کے سامنے کیا تو وہ خوشی سے نہال ہوگئیں، انہیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ ان کی لاڈلی پوتی ان کے لاڈلے پوتے کی دلہن بنتی مگر یہ سن کر لاریب کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

"میں اس "پیٹو" سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ میں اپنی جان دے دوں۔" دبلی پتلی خوب صورت سڈول بدن، دلکش نقوش والی لاریب کو موٹے لوگوں سے سخت نفرت تھی، اس کا ایک آئیڈیل تھا۔ سلم، اسمارٹ اور ہینڈسم شریک حیات جس کے ساتھ وہ چلے تو زمانہ اس کی ہنسی نہ اڑائے۔ اس کے کپل پر فقرے نہ کسے جائیں اور حسن تو کہیں سے بھی اس کا آئیڈیل نہ تھا...... وہ تو

بالکل اس کے آئیڈیل کے متضاد تھا۔
"کیا دنیا میں ہینڈسم اسمارٹ لڑکوں کا کال پڑ گیا ہے جو میرے حصے میں یہ بے ہنگم اور پیٹو حسن آیا ہے؟" وہ گھر کے بڑوں کے آگے تو نہ بول سکی مگر چھوٹی بہنوں کے سامنے خوب دل کی بھڑاس نکالی۔
"آپی...... ذرا سے بھرے بھرے بدن کے مالک ہیں حسن بھائی مگر اتنے برے بھی نہیں لگتے جو آپ یوں خفا ہو رہی ہیں۔" لائبہ کو لاریب کا تبصرہ بالکل نہ بھایا تھا۔
"کم ہو یا زیادہ...... موٹا آدمی موٹا ہی کہلاتا ہے۔" لاریب کو بہن کی حمایت بالکل نہ اچھی لگی۔
"موٹے ہیں تو کیا ہوا...... دل تو ہیرا ہے ناں۔" فروا تو سدا کی دیوانی تھی اپنے حسن بھائی کی، وہ حسن کی باطنی خوب صورتی کی معترف تھی۔
"دل تو اندر ہوتا ہے...... بھلا اسے کون دیکھتا ہے، نظر تو پہلے ظاہر پر پڑتی ہے اور ظاہر میں وہ شخص مجھے بے ڈول، بھدا ہی نظر آتا ہے۔ جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ لگوا کر دنیا میں میرا صرف تماشا ہی بن سکتا ہے۔" لاریب کو کسی کی دلیل قائل نہیں کر رہی تھی۔
"آپی آپ حسن بھائی کو ٹھکرا کر پچھتائیں گی۔" عنبر نے بھی بہن کو قائل کرنا چاہا۔
"معاف کرو تم سب مجھے...... ایسے شخص کی بیوی بن کر بھی میں صرف پچھتا ہی سکتی ہوں۔" لاریب کے لہجے میں حسن کے لیے نفرت ہی نفرت تھی...... وہ کپڑے دھونے کے لیے باہر نکلی تھی کہ دروازے کے باہر اس کا سامنا اس شخص سے ہو گیا جو موٹا اور بھدا تھا، بے ہنگم اور بے ڈول بدن کا مالک تھا۔ جس کا ساتھ لاریب کے لیے باعث شرم تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو لاریب نے پہلی بار حسن کو اداس دیکھا ورنہ وہ تو ہمیشہ مسکراتا رہتا تھا مگر آج اس کی آنکھوں میں بھی دکھ لہرا رہا تھا۔
"او...... تو اس نے میری باتیں سن لیں؟" لاریب کو ایک پل کے لیے بے چینی ہوئی مگر اگلے لمحے نفرت نے غلبہ پا لیا۔
"میری بلا سے۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

یہ سوچے بغیر کہ اس کی باتوں نے کسی معصوم سے شخص کو کتنا ہرٹ کیا تھا، کسی کی تضحیک ہوئی تھی، اس وقت تو لاریب نے بالکل نہ سوچا کہ کسی کا دل دکھا تھا، صرف حسن کے ظاہر کو دیکھ کر اس کو ٹھکرایا تھا مگر جب اپنا دل دکھا تو اسے احساس ہوا کہ کتنی اذیت ہوتی ہے جب دل ٹوٹتا ہے۔ ٹھکرایا جانا انسان کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ حسن تعلیم مکمل کرنے کے بعد خاموشی سے چلا گیا تھا۔ اسے بہت اعلیٰ ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کی آفر ہوئی تھی، اس لیے آناً فاناً حیدرآباد جانا پڑا تھا۔ لاریب کے حوالے سے جو اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا وہ بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی۔
اس نے کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ لاریب اسے ناپسند کرتی ہے۔ اس نے اس بارے میں دادی سے بھی کوئی بات نہ کی، دادی کو پہلی بار حسن سے بدگمانی ہوئی کہ چند دنوں کے لیے لاریب اچھی لگی تو کہہ دیا اب یہ جا وہ جا...... حسن نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ بڑوں کو لاریب کی سوچ پتا چلے اور اس کی بے عزتی ہو کیونکہ لاریب اس حوالے سے بہت حساس تھی کہ سب اسے برا سمجھیں اور حسن کی واہ واہ ہو...... حسن کو لاریب کی خاطر دادی کی بدگمانی بھی منظور تھی۔ وہ دل ہی دل میں اپنے لاڈلے سے ناراض ہو گئی تھیں بجائے کہ ماں باپ کو رشتے کے لیے بھیجتا مگر اس نے تو جیسے چپ سادھ لی تھی۔ حسن کی طرف سے مایوس ہو کر چچا چچی نے لاریب کے لیے رشتے کی تلاش شروع کر دی، اس کے لیے جو رشتہ آیا وہ ہر لحاظ سے لاریب کا آئیڈیل تھا۔ ہینڈسم، اسمارٹ، ویل ڈریس، پڑھا لکھا۔
"کہاں یہ شہزادہ اور کہاں وہ تھیلا۔" لاریب کو ابھی بھی حسن نہیں بھولا تھا۔ وہ اکثر اس کا مذاق اڑایا کرتی تھی۔
اپنے آئیڈیل کو سامنے دیکھ کر لاریب خوشی سے نہال ہو گئی تھی۔ لاریب سے چھوٹی عنبر چائے کے لوازمات کی ٹرالی کھینچتے ہوئے اپنے دھیان میں اندر آئی تو لڑکیوں کی نگاہ کا مرکز بن گئی...... لاریب نے ان کی نظروں میں پسندیدگی کے رنگ دیکھ لیے تو اندازہ ہو گیا کہ عنبر انہیں پسند

آ گئی ہے۔ لاریب کو چھوڑ کر انہوں نے عنبر کا رشتہ مانگ لیا تھا۔ پہلی بار لاریب کو اندازہ ہوا کہ ٹھکرائے جانے کی کیا تکلیف ہوتی ہے۔ وہ خوب صورت تھی، اسمارٹ اور سلیقہ مند تھی مگر پھر بھی ٹھکرائی گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس وجہ سے ٹھکرایا گیا تھا۔ کیا کمی تھی اس میں، زندگی میں پہلی بار وہ شدت سے روئی تھی۔ اپنی ہی نظر میں بے وقعت ہوگئی تھی۔

آنکھوں سے آنسو نکلے جو آئینہ قلب کو دھونے لگے تو اس آئینہ میں ایک چہرہ نظر آیا۔ اداس اور بجھا بجھا سا۔ حسن جاتے ہوئے بہت دکھی تھا...... اسے لاریب سے اتنی بختی کی امید نہیں تھی مگر لاریب کو اس کے دکھ کی کوئی پروانہ تھی، وہ جاتے ہوئے بھی اس کا مذاق اڑاتی رہی تھی۔

"ناشتہ کیا کریں گے؟" لاریب نے آخری بار اس سے پوچھا تھا۔

"بھوک نہیں ہے۔" وہ اپنا کپڑوں کا بیگ تیار کر رہا تھا اور انتہائی مصروف تھا۔

"ارے آپ کو بھوک نہیں؟ یہ تو کمال ہوگیا۔" لاریب کو بے تحاشا ہنسی آئی تھی۔

"یا اللہ خیر...... آج سورج کہیں مغرب سے تو نہیں نکل آیا؟" لاریب ہنوز غیر سنجیدہ تھی، شاید بلاسر سے ٹل جانے کی خوشی تھی۔

"کچھ کھالیں...... ورنہ سفر کے دوران اگر آپ کمزوری سے بے ہوش ہوگئے تو دادی تو میرا حشر نشر کردیں گی۔"

لاریب کے مذاق پر بھی وہ خاموش رہا۔

"اگر کہیں تو دس پراٹھے، ایک دیگچی قورمہ، ایک ڈونگا فروٹ ٹرائفل اور پانچ چھ سینڈوچ سفر کے لیے ساتھ دے دوں، کہیں راستے میں بی پی لو نہ ہوجائے۔" وہ مسلسل اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ حسن نے کچھ کہے بغیر بیگ اٹھایا اور سفر پر روانہ ہوگیا تھا۔

آج اپنا دل دکھا تو لاریب کو بے اختیار حسن یاد آیا تھا۔ جس سے اس نے معذرت تک نہ کی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اسے حسن کا دل دکھانے کی سزا ملی ہے۔

❁......❁......❁......❁

لڑکے والوں نے جلدی مچائی تو عنبر کی شادی کی طے کرنی پڑ گئی تھی۔ پورا خاندان فنکشن میں شریک تھا سوائے حسن کے، اسے آفس سے بڑی مشکل سے چھٹی ملی تھی۔

"یہ آج اگر نہ آیا تو پھر میں مرتے دم تک بات نہ کروں گی۔" دادی نے بہت عرصہ ہوا اپنے لاڈلے کو دیکھا نہیں تھا سو بے حد خفا تھیں۔ حسن کو گئے ہوئے ایک سال ہوگیا تھا۔ اس دوران وہ ایک بار بھی نہ آیا تھا۔ بس فون پر خیریت معلوم کرلی جاتی، حسن کا دل بہت بری طرح سے ٹوٹا تھا۔ انسان جس سے محبت کرے اسی کے ہاتھوں ٹھکرایا جائے تو تکلیف تو ہوتی ہے۔ دادی کی حالت پر لاریب اندر ہی اندر چور بن جاتی تھی۔ اصل وجہ سے تو وہی واقف تھی۔

"ایسا بدھو لڑکا میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔" دادی بڑبڑا رہی تھیں اور آنکھیں بے چینی سے اس کی منتظر تھیں اور آخر وہ "بدھو" آ ہی گیا۔ جس سے دادی دل سے تو کبھی ناراض ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔

لاریب اس کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی، اس کو احساس تھا کہ اس نے ہمیشہ حسن کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔ ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا تھا حالانکہ وہ تو سادہ سا انسان تھا خوش رہتا تھا اور خوش رکھتا تھا مگر لاریب کو اس میں خامیاں ہی دکھائی دیتی تھیں، یہ حسن ہی تھا جس نے سب کی نظروں میں خود کو برا بنالیا تھا مگر لاریب پر کوئی بات نہ آنے دی تھی۔ سارے خاندان میں یہی چرچا رہا کہ حسن کے تو مزاج ہی نہیں ملتے کہ لاریب جیسی لڑکی کو ٹھکرا رہا ہے مگر حسن اس معاملے میں مکمل خاموش تھا۔ جب کہ لاریب اس خاموشی کی وجہ جانتی تھی۔

"حسن ناراض ہیں آپ؟" ضمیر کا بوجھ بڑھا تو وہ رہ نہ پائی۔ سیاہ پینٹ کوٹ میں وہ بہت اسمارٹ اور وجیہہ نظر آ رہا تھا، لاریب کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا تھا۔ جس نے حسن کو اکثر "غبارہ" اور "تھیلا" کہا تھا۔ وہ اب نوکری کرنے لگا تھا۔ ساتھ ہی واک اور ورزش کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ جم جوائن کر کے اس کا بے ڈول جسم سڈول ہوگیا تھا۔ لاریب

اس سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ حسن نے ایک گہری نگاہ لاریب کے ملول واداس چہرے پر ڈالی۔ اس نے تو ہمیشہ لاریب کے تیکھے تیور ہی دیکھے تھے۔

"نہیں تو......" مختصر جواب دے کر وہ شان بے نیازی سے باہر نکل گیا۔

ہر کسی سے وہ خوشگوار انداز میں گفتگو کررہا تھا، حسن کی سیرت کے تو پہلے سے ہی سب معترف تھے۔ اب اس کی شخصیت کا بدلاؤ سب کو ہی بھایا تھا۔ وہ صرف لاریب کو نظر انداز کررہا تھا۔ دوسروں کے ساتھ ہنستا مسکراتا دیکھ کر لاریب جیلس ہوجاتی تھی۔ پہلے وہ بات کرتا تھا تو لاریب نظرانداز کردیتی تھی...... وہ اس سے ہنسی مذاق کرتا تو لاریب ہمیشہ جلی کٹی سناتی۔ لاریب کا دل بھر آیا تھا۔ اپنی بدسلوکی پر آنسو بہنے لگی تھی۔ کبھی کبھی انسان اپنی بے وقوفی اور کم عقلی میں بہت کچھ کھودیتا ہے۔

"ارے تجھے کیا ہوا...... تو کیوں رورہی ہے؟" دادی نے اس کو روتے دیکھا تو حیران ہوئیں۔ وہ دادی کے سینے سے لگ کر انہیں سب بتاتی چلی گئی کہ اس نے حسن کا دل دکھایا تھا۔

"یہ لاریب تو نے کیا کیا؟ مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی۔ وہ بے چارہ منہ سے کچھ نہ بولا۔ ساری لعن طعن خود ہی برداشت کرلی۔"

"دادی...... مجھے احساس ہے، ناسمجھی میں ایسا ہوا۔ مجھے معاف کردیں۔" لاریب دل سے شرمندہ تھی۔

"ارے کھانا پینا کوئی بری بات نہیں، بس بچہ ذرا خوش ہوکر کھاتا ہے۔ جیسے ہی ذمے داری سر پر پڑتی ہے تو انسان کے اندر توازن اور اعتدال پیدا ہوجاتا ہے مگر میرے بچے میں اس کے سوا تو کوئی برائی نہ تھی...... ہنس مکھ، ہمدرد، خوش اخلاق ہے اور تمہیں کیا چاہیے، سب سے بڑھ کر تجھے چاہتا بھی تھا۔" دادی کی باتیں اسے مزید شرمندہ کررہی تھیں۔ پھر دادی نے نہ جانے کیسے پوتی کا دفاع کیا کہ حسن کو لاریب کی حالت پر رحم آ ہی گیا۔

"تو پھر ٹھیک سے بات کیوں نہیں کررہے، آپ نے مجھے ابھی تک معاف نہیں کیا ناں؟" حسن کی بے اعتنائی اس کی برداشت سے باہر ہوتی جارہی تھی۔

اس کا ایک ایک آنسو بتا رہا تھا کہ وہ اپنے سلوک پر شرمندہ ہے، لاریب چاہتی تھی کہ حسن لڑے، جھگڑے، شکوے کرے مگر چپ کی مار نہ مارے۔

"نہیں لاریب...... میں تم سے ناراض نہیں ہوں، ہرٹ ضرور ہوا تھا مگر انسان جس کے لیے سب ناراضی مول لے وہ اس سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوتا۔" حسن کی نگاہوں میں اس کا عکس جھلملا رہا تھا، لاریب کے دل میں حسن کا مقام اور بلند ہوگیا تھا، وہ سچ مچ دل کا بہت خوب صورت انسان تھا۔ چاہتا تو وہ بھی لاریب سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیتا مگر اس نے لاریب کو معاف کرکے اپنی محبت کا ثبوت دی دیا تھا۔

ایک ٹھوکر نے اسے سکھا دیا تھا کہ اصل خوب صورتی تو انسان کے اندر ہوتی ہے۔ حسن ہی اس کا اصل میں آئیڈیل تھا۔ ظاہر میں وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلی آتی رہتی ہے مگر اصل خوب صورتی تو باطن میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ باطن ستھرا اور خوب صورت ہونا چاہیے...... لاریب دل و جان سے حسن کا نام اپنے نام کے ساتھ دیکھنے کی آرزومند تھی۔ دادی نے حسن سے اپنی ناراضی اسی شرط پر ختم کی تھی کہ وہ لاریب سے شادی کرلے اور بھلا حسن کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ اس نے بھی لاریب کے لیے یہی سزا تجویز کی تھی، وہ بھی "عمر قید" کی شکل میں...... لاریب کو یہ سزا قبول تھی۔

"بڑی مشکل سے اپنا وزن کم کیا ہے لاریب...... اب شادی کے بعد مزے مزے کے کھانے کھلا کر میری ڈائٹنگ خراب نہ کردینا۔" وہ شرارت سے بولا تو روتی ہوئی لاریب بھی مسکرانے پر مجبور ہوگئی تھی۔

www.naeyufaq.com

مل گیا سائبان

سلمیٰ فہیم گل

طوفان میں کشتی کو کنارے بھی ملتے ہیں
جہاں میں لوگوں کو سہارے بھی ملتے ہیں
دنیا میں سب سے پیاری ہے زندگی
کچھ لوگ زندگی سے بھی پیارے ملتے ہیں

آج صبح سے ہی ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ مست ہوا کے ٹھنڈے جھونکے ایک عجیب ہی سرور پیش کر رہے تھے۔ چاروں اطراف پھیلا ہوا لہلہاتا سبزہ آنکھوں کو ٹھنڈک اور تراوٹ دے رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے ہوا کے خوب صورت جھونکوں کا مزا لے رہی تھی۔ گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے تازہ ہوا اپنے اندر اتار رہی تھی۔ شاید اسی طرح سے اس کے اندر کی تمام گھٹن باہر نکل آئے۔ اس کے جسم کے ایک حصے پر جو کثافت جمی تھی وہ اتر جائے، لیکن یہ سب اتنا آسان تو قطعی نہیں تھا۔

"کیا بات ہے سحر جی۔ یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہیں؟ اور باقی سب کہاں ہیں؟" تب ہی اس کے قریب آہٹ ہوئی تو اس نے چونکتے ہوئے فوراً آنکھیں کھولیں اور اس کو دیکھا تھا۔ وہ ثمین تھی جو اسے یہاں کھڑے دیکھ کر استفسار کرنے رک گئی تھی۔

"ہاں...... وہ سب آگے نکل گئے ہیں۔ مجھے یہ جگہ اچھی لگی اس لیے رک گئی۔" اس نے جواب دیا۔ ثمین نے چند پل بغور اس کی جانب دیکھا۔

"ایک بات پوچھوں سحر جی؟" وہ اسے نظر انداز کیے اپنے اطراف میں پھیلے سبزے کو پر سوچ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ تب ہی ثمین نے ایک بار پھر اس کو مخاطب کیا۔

"ہاں پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے۔"

"مائنڈ تو نہیں کریں گی؟" اس نے جھکتے ہوئے پوچھا۔ اب کہ سحر کے چہرے پر ناگواری در آئی تھی۔

"کیوں؟ میں مائنڈ کیوں کروں گی۔ کچھ ایسا پوچھنے والی ہو جس پہ میں مائنڈ کروں گی؟" اس کے لہجے میں ناگواریت نمایاں تھی۔ ثمین ایک پل کو چپ سی ہوگئی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ایکچوئیلی میں کہنا چاہ رہی تھی۔ آپ کا ہاسٹل ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ جبکہ میرا گھر چند منٹ کی دوری پر تو اگر آپ ہمارے گھر شفٹ ہو جائیں، آپ پریشان مت ہوں آپ کو کسی قسم کی کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ ہم صرف چار لوگ ہیں ایک میں، میری بہن اور ممی پاپا۔ چوبیس میں سے اٹھارہ گھنٹے تو سب باہر ہی گزرتے ہیں ماسوا میرے۔ ایسے میں آپ کو بھلا کیا پرابلم ہوگی؟" اس کی ناگواریت محسوس کرتے ہوئے اس نے اصل بات پوچھنے کی بجائے کچھ اور کہا۔

"مطلب بطور پے ان گیسٹ۔"

"نن...... نہیں۔ ہمیں کرائے دار نہیں چاہیے۔ ایکچوئیلی آپ اکیلی رہتی ہیں یہاں...... میں بھی گھر میں بالکل اکیلی ہوتی ہوں۔ سب کی اپنی اپنی مصروفیات ہیں۔ میری مصروفیت سے آپ آل ریڈی آگاہ ہیں۔ باقی ٹائم

pklibrary.com

دیواریں دیکھتے ہی گزر جاتا ہے۔ اسی لیے سوچا اگر آپ ہمارے گھر آ جاؤ تو آپ کو بھی کمپنی مل جائے گی اور میری تنہائی بھی دور ہو جائے گی کیا خیال ہے؟" وہ خوشی خوشی اپنا خیال ظاہر کر رہی تھی۔

"ہنہ...... یعنی تم اپنی تنہائی دور کرنے اور اپنا دل بہلانے کے لیے مجھے اپنے گھر رکھنا چاہتی ہوں۔" وہ استہزائیہ لہجے بولی۔

"نہیں سحر جی...... ایسی بات نہیں ہے، میں تو آپ کی تنہائی کے خیال سے...... آپ اتنی اکیلی اور اداس اداس رہتی ہیں۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ آپ کو مجھ سے یا اپنی کسی کولیگ سے کوئی سروکار نہیں لیکن مجھے بہت اچھا لگے گا آپ کے ساتھ تھوڑا بہت وقت گزارنا۔ محض گفتگو تک کا یا پھر دوستی کا بھی۔" کہتے ہوئے ذرا سا جھجکی، مبادا وہ برا ہی نا مان جائے۔

ثمین ہی کیا اس کے رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر کوئی اس سے بات کرتے ہوئے جھجکتا تھا وہ تھی ہی ایسی۔ دل کیا تو نرمی سے بات کر لی ورنہ سختی اور کھردارین اس کے لہجے کا سب سے بڑا حصہ تھا۔ اس کی شخصیت کسی اور کو تو شاید نہیں البتہ ثمین کو بڑی پراسرار لگتی تھی اسے اس کی ذات کے بارے میں بہت تجسس تھا۔ آج بھی اسے تنہا دیکھ کر جانے ثمین کے دل میں کیا سمائی کہ وہ اس کے بارے میں جاننے کے لیے اس کے پاس چلی مگر اس کی عادت کو مدنظر رکھتے ہوئے فوراً بات بدل گئی تھی۔

"مجھ سے کسی بھی قسم کا کوئی بھی تعلق لوگوں کو بہت مہنگا پڑتا ہے ثمین۔ خوش قسمت ہو کہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے گویا خود پر طنز کیا۔ ثمین نے خاصی حیرت سے اس کو دیکھا، اس کے خیال میں وہ اپنے رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے کہہ رہی ہے۔ تب ہی تردید کرنے کو گویا ہوئی۔

"اوں ہوں۔ مجھے لگتا ہے اگر آپ مجھ سے دوستی کر لیں تو میں بہت خوش قسمت لڑکی بن جاؤں گی۔" اس

pklibrary.com

نے فوراً دل کی بات کہہ دی تھی۔

''پتھر سے سر ٹکرانا اور پتھر سے سر پھوڑنا گویا دو مختلف الفاظ ہیں...... ثمین لیکن ان کا مطلب ایک ہی ہے۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ نقصان ہی ہے۔ ٹکراؤ گی تب بھی تمہیں ہی درد ہوگا۔ پھوڑو گی تب بھی چوٹ تمہیں ہی لگے گی اور خود کو خود ہی تکلیف دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟'' جانے کس رو میں بہہ کر وہ کیا کہہ رہی تھیں۔ ثمین کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ چند پل نا سمجھی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

''میں کچھ سمجھی نہیں سحر جی۔ آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ اتنی گہری باتیں مجھے کبھی سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''اچھا ہے اگر سمجھ میں نہیں آتا تو۔ سمجھنے تک کا سفر بہت طویل، تکلیف دہ اور کٹھن ہوتا ہے۔ بہت اچھا ہے تمہیں یہ سفر طے کرنا نہیں پڑا۔ اللہ کرے نہ کرنا پڑے۔ زندگی کا تجربہ اگر بہت سکھا جاتا ہے تو بعض اوقات بہت کچھ چھین بھی لیتا ہے۔ ہر طرح کے حالات کی پہچان کروا دیتا ہے۔ اچھا ہے تمہارا تجربہ میری زندگی کے تجربے کی طرح نہیں ہے۔ جو نرمی کا لبادہ چھین کر سختی کے پوشاک پہنا کر چلا گیا۔'' وہ کیا کہہ رہی تھیں اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ سب کچھ سر کے اوپر سے گزر گیا تھا۔ اس میں پوشیدہ معنی و مطلب کیا خاک سمجھ میں آتا۔

''جو بھی ہے۔ میں پھر بھی آپ سے دوستی کی خواہاں ہوں۔'' وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈھٹائی سے بول رہی تھی۔ سحر چونکتے ہوئے دھیرے سے مسکرائی۔

''یعنی پچھتانا چاہتی ہو؟''

''آپ سے دوستی کر کے میں پچھتاؤں گی ہرگز نہیں اس کا مجھے پورا یقین ہے لیکن اگر آپ نے مجھ سے دوستی نہ کی تو آپ ضرور پچھتائیں گی۔'' اس کے اندر جانے کہاں سے ہمت آئی کہ وہ ضدی انداز سے بولی۔ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اس میں اسے مانوسیت سی دکھائی دی تھی کچھ بھولا بسرا یاد آ گیا تھا شاید؟ تب ہی نرمی سے بولی۔

''ضدی لوگ مجھے کبھی پسند نہیں یونو۔ جانتی ہو ناں؟''

ثمین اس کے پیار بھرے نرم لہجے پر دم بخود رہ گئی تھی۔ وہ اس سے محض ایک سال بڑی تھی مگر وہ بالکل اسے بچوں کی طرح پچکار رہی تھی۔

''میں ضد نہیں کر رہی سحر جی۔ مجھے ضد کرنا بالکل پسند نہیں، میں تو بس آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ آپ میرے گھر آ کر رہیں۔ آپ اس شہر میں نئی ہیں۔ یہاں آپ کا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ یہی سمجھ لیں کہ میں آپ کی دوست ہوں اور آپ میرے گھر مہمان بن کر آئی ہیں۔''

''مہمان صرف تین دن کا ہوتا ہے۔ بہت زیادہ دنوں یا مہینوں کا نہیں۔'' اس کا سابقہ لہجہ دوبارہ لوٹ آیا۔

''تو کیا آپ پے ان گیسٹ کے طور پر رہنا چاہتی ہیں؟'' ثمین نے اس کی پہلی بات دوہراتے ہوئے استفسار کیا۔

''ہاں مگر اس شرط پر کہ جہاں میں رہوں وہ الگ تھلگ جگہ ہو اور وہاں شور و ہنگامہ نہ ہو۔ میں ہوں اور میری تنہائی ہو۔'' اس نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔

''اوکے۔ آپ آنے کی تیاری کریں۔ آپ ہمارے گھر آ رہی ہیں۔''

''تم نے ٹھیک سے سنا نہیں کہ میں......''

''آپ ہماری انیکسی میں رہیں گی۔ جو گھر سے ذرا علیحدہ ہے۔ وہاں پر آپ کو کوئی تنگ نہیں کرے گا۔ کوئی شور و ہنگامہ نہیں ہوگا۔ وہاں آپ رہیں گی۔ بطور پے ان گیسٹ۔''

''بائی داوے...... تم مجھے اپنے گھر رکھنے پر بضد کیوں ہو؟''

''کیوں کہ آپ مجھے اچھی لگتی ہیں سمپل۔ اچھا میں اب چلتی ہوں۔ کل تیار رہیے گا اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ کیونکہ آپ ہمارے گھر شفٹ ہو رہی ہیں۔'' تیزی سے کہہ کر وہ برق رفتاری سے وہاں سے چلی گئی جبکہ سحر کچھ کہنے کے لیے اس کو روکتی ہی رہ گئی تھی۔

pklibrary.com

سحر ارتضیٰ اس شہر میں ڈیڑھ سال قبل آئی تھی۔ وہ اس شہر میں پہلی بار آئی تھی۔ وہ یہاں کے راستوں اور ماحول سے واقف نہیں تھی مگر جانے کیوں اس کے منہ سے اس شہر کا نام ہی نکلا تھا۔ یہاں آتے ہی اس نے سب سے پہلے کام اپنی رہائش کے بندوبست کا کیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ کوئی فلیٹ کرائے پر لے گی جو ذرا الگ تھلگ سا ہو مگر جس حساب سے فلیٹس کا کرایہ مانگا جارہا تھا وہ ادا کرنا اس کے لیے قطعی ناممکن تھا۔ وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ بالکل فارغ تھی۔ اس لیے مجبوراً اسے ہاسٹل کا رخ کرنا پڑا تھا۔ حالانکہ ہاسٹل کا نام جونہی اس کے ذہن میں آیا اس نے فوراً ہی رد کردیا تھا مگر اب مجبور تھی اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ جیب عیاشی کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ تک اسے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ایک تو ہاسٹل کی ہڑبونگ اور شور شرابا اسے بہت پریشان کرتا تھا۔ دوسرا اس کے پاس جو رقم تھی وہ دھیرے دھیرے ختم ہوتی جارہی تھی۔ ایسے میں اسے ملازمت کی اشد ضرورت تھی۔ پندرہ بیس روز سے بھی زیادہ دن اسے جاب تلاش کرنے میں لگ گئے تھے۔ بہت خوار ہونے کے بعد اسے ایک اسکول میں جاب ملی تھی حالانکہ ٹیچنگ اس کی خواہش نہیں تھی مگر جو کام مل رہا تھا اسے ہر حال میں قبول کرنا تھا۔ اسکول ہاسٹل سے ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اسے آنے جانے میں خاصا مسئلہ ہوتا تھا۔ تب ہی کچھ ماہ بعد اسے علم ہوا کہ اسکول سے ملحقہ عمارت ایک این جی او کی ہے۔ جہاں غریب، لاوارث اور نادار لوگوں اور بچوں کے لیے کام ہورہا ہے۔ زندگی کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ ہر ممکن طور پر ان کی مدد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

وہ اسکول کے بعد کا وقت ایک پارک میں گزارتی تھی۔ اب وہ وقت اس نے اس این جی او کو دینا شروع کردیا۔ وہیں پر اس کی ملاقات ثمین سے ہوئی تھی۔ ثمین مسٹر اینڈ مسز راحت قریشی کی بیٹی تھی۔ جو اس این جی او کو چلا رہے تھے۔ سحر اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ شروع شروع میں سب نے اس سے فری ہونے کی کوشش کی مگر اسے اپنے خول سے باہر آنا گوارا نہیں تھا۔ اس لیے اس نے کسی کو بھی زیادہ لفٹ نہیں کروائی تھی۔ اس کے رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے سب پیچھے ہٹ گئے تھے مگر ثمین نہیں ہٹی تھی۔ وہ زبردستی اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی۔ خواہ کوئی کام ہو یا نہیں۔ ثمین خاصی شوخ و چنچل سی لڑکی تھی۔ ہر کوئی اس کی باتوں اور حرکتوں سے لطف اندوز ہوتا تھا مگر سحر کا لیا دیا سا انداز، چٹانوں کی سی سختی لیے ہوئے لہجہ ثمین کو اس سے بات کرنے پر اکساتا تھا اسے خوامخواہ اس کی ذات کا کھوج تھا۔ حالانکہ اکثر لوگ سخت، کھردرے اور اکھڑ طبیعت کے ہوتے تھے۔ مگر پھر بھی جانے کیوں ثمین کو لگتا تھا کہ سحر کی ذات میں کوئی نہ کوئی راز ضرور پوشیدہ ہے۔ آج اسے اکیلے دیکھ کر اس نے اس راز کو جاننے کی کوشش کی تھی۔

مگر اس کے سختی بھرے اور ناگواریت سے بھرپور تاثرات کو دیکھتے ہوئے بات بدل دی تھی اور بالکل غیر ارادی طور پر وہ کہہ گئی جس کے بارے میں اس نے قطعی نہیں سوچا تھا۔ سحر کو بطور کرائے دار رہنا وہ بھی الگ تھلگ۔ ثمین کی یہ پیشکش قابل قبول لگی تھی۔ اسے ایسی ہی جگہ کی تلاش تھی جہاں کوئی اس کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرنے والا نہ ہو۔

❁ ❁ ❁ ❁

ہلکی بوندا باندی ہورہی تھی۔ وہ بے ساختہ کھڑکی کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ عرصہ ہوا تھا اسے بارش سے لگاؤ نہیں رہا تھا۔ بلکہ ایسا موسم اسے اداس و مضطرب کردیتا ہے لیکن آج جانے کیوں اداس ہونا اسے اچھا لگ رہا تھا۔ ڈھیر سارا رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ دل پر بوجھ تھا جسے وہ اتارنا چاہتی تھی مگر آنسوؤں نے بھی اوروں کی طرح اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

''سحر...... سحر جی کہاں ہیں آپ؟'' تب ہی ثمین اس کو پکارتی ہوئی چلی آئی۔

''اوگاڈ یہ لڑکی کب میرا پیچھا چھوڑے گی؟ یہ تو جان کو آ گئی ہے۔ لگتا ہے یہاں شفٹ ہوکر میں نے

بہت بڑی بھول کی ہے۔'' ثمین کو دیکھ کر اس نے زاری سے سوچا۔

''کہاں چھپی رہتی ہیں سحر جی۔ اتنی دیر سے میں آپ کو آوازیں دے رہی تھی۔'' سحر کے قریب آتے ہی اس نے بھولپن سے کہا۔

''ثمین اگر تم مجھے ایسے ہی تنگ کرتی رہی تو آئی تھنک مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''ایم سوری سحر۔''

''ثمین...... مجھے شور شرابا بالکل پسند نہیں پہلی بات، دوسری بات مجھے تنہائی پسند ہے۔ تیسری بات میں یہاں بطور کرائے دار رہ رہی ہوں اور آخری بات میں نے تمہیں یہاں آنے سے قبل ہی ان باتوں سے آگاہ کر دیا تھا اگر ہر روز تم یونہی مجھے تنگ کرنے کو آن دھمکو گی تو آئی ایم سوری ٹو سے کہ میں یہاں نہیں رہوں گی۔'' اس نے بنا لگی لپٹی اس اور اس کے جذبات کا لحاظ کیے بغیر جو دل میں آیا وہ کہہ دیا۔ یہ بھی خیال نہیں کیا کہ وہ کتنے خلوص سے اس کے پاس آئی تھی۔

''میں تو آپ کی تنہائی کے خیال سے چلی آتی ہوں سحر جی۔ میرا مقصد آپ کو ٹینس کرنا ہرگز نہیں تھا۔'' وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

''مجھے کسی کی کمپنی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں تنہا ہوں اور تنہائی ہی مجھے پسند ہے، مائنڈ اٹ۔'' روکھے اور سرد انداز میں کہا۔ ثمین کا دل دکھا تھا۔ وہ معذرت خواہانہ لہجے میں گویا ہوئی۔

''آئی ایم ریئلی سوری سحر جی مجھے اندازہ نہیں تھا آپ کو میری موجودگی پریشان کرتی ہے۔ اگین سوری۔ آئندہ نہیں آؤں گی۔ آپ یہاں سے جائیں۔ وہ بھی میری وجہ سے، مجھ سے تنگ آکر ایسا میں ہرگز نہیں چاہوں گی۔ میں چلتی ہوں۔'' وہ دل گرفتگی سے کہتے ہوئے جانے کو مڑی۔

سحر کو دفعتاً اپنی حد درجہ سختی کا احساس ہوا۔ وہ کچھ زیادہ ہی کٹھور پن اور ناگواریت کا اظہار کر گئی تھی۔ تب ہی نادم ہوتے ہوئے اسے پکارا۔

''رکو ثمین ایم سوری میں کچھ زیادہ ہی بول گئی لیکن مائنڈ مت کرنا مجھے واقعی اکیلے رہنے کی عادت ہے، تنہائی ہی میری بہترین ساتھی ہے۔ اس لیے پلیز کچھ فیل مت کرنا۔'' کس قدر صاف گوئی مگر نرمی سے کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو ناراض سی کارپٹ پر نگاہیں جمائے کھڑی ہوئی تھی۔

سحر کو اس کے خلوص بھرے انداز نے نادم کر دیا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر اسے منا لے۔ اس کی ناراضی دور کر دے مگر چاہنے کے باوجود اس کے گرد بنے ہوئے خول نے آگے بڑھنے نہیں دیا، وہ لب بھینچے رخ موڑ گئی۔ ثمین نے روٹھے ہوئے انداز میں اس کی پشت کو دیکھا اور بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''کیا بوریت ہے یار؟ اتنا بڑا گھر اور میں اکیلی۔ کرنے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ ٹی وی میں نے دیکھ لیا پر کچھ حاصل نہیں، میگزینز کا صفحہ صفحہ رٹ لیا ہے، ملازموں پر بھی جھوٹ موٹ کا رعب جھاڑ کر دیکھ لیا تھا لیکن اس میں بھی مزا نہیں آیا، ہر طرح کی ایکٹویٹی میں ٹانگ اڑا کر دیکھ لی مگر...... بور ہوگئی ہوں یار۔ جانے لوگ تنہا اپنا ٹائم کیسے پاس کرتے ہیں۔ اب میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں اللہ نے ایک بہن دی ہے اس کے پاس بھی ٹائم نہیں۔ ممی پاپا ہیں تو وہ مصروف۔ ایک میں اکیلی جان کیا کروں، کہاں جاؤں؟'' لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی کشن بازوؤں میں دبوچے باآواز بلند اپنی تنہائی کا رونا رو رہی تھی مگر بدقسمتی سے یہاں کوئی اس کا رونا سننے والا نہیں تھا۔ وہ خود کو ہی تسلی دیتے ہوئے خود کو ہی بہلا رہی تھی۔ تب ہی خاموشی میں یکلخت ارتعاش پیدا ہوا اور فون کی بیل نے اس کو چونکا دیا۔ وہ تیزی سے اٹھی تھی۔

''توبہ ہے اتنی تیز بیل، دم ہی نکال دیا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے فون کی جانب لپکی۔

''ہیلو کون؟'' ریسور اٹھاتے ہوئے بظاہر مصروف سے

pklibrary.com

انداز میں لیکن درحقیقت زیرلب مسکراتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔ سی ایل آئی پر وہ نمبر دیکھ چکی تھی۔

"سوری...... میں کسی کاشف کو نہیں جانتی۔" دوسری جانب سے جان دار سی آواز میں تعارف کرائے جانے پر جواباً بے پروائی والے انداز میں گویا ہوئی۔

"آپ کو ایک بار کی کہی ہوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ نہ میں کسی کاشف کو جانتی ہوں اور نہ ہی کوئی آپ کی ہوتی سوتی ردا یہاں رہتی ہے۔" اس کے شریر سے انداز میں استفسار کرنے پر ثمین کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔ ناراضی بھرے انداز میں وہ گویا ہوئی تھی۔

"واٹ...... جیلسی اور میں ہنہ جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔ منہ دھو رکھے مسٹر کاشف۔"

"جی نہیں...... میں آپ کو بالکل نہیں جانتی، آپ خود ہی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بتائے چلے جارہے ہیں ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کے بارے میں کچھ بھی جاننے کا اور ہاں بھلے آپ کسی "ردا" سے بات کریں، بھلے شہلا سے۔ آئی ڈونٹ کیئر اوکے۔" غصے میں اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے دل کی جلن بھی واضح کرگئی۔ دوسری جانب محظوظ کن انداز میں خاصا جاندار قہقہہ لگایا گیا تھا تو ثمین مزید چڑ سی گئی۔

"شٹ اپ کاشف...... جسٹ اسٹاپ اٹ۔ میں فون رکھ رہی ہوں۔ خبردار اب مجھے کال کی تو۔" اس نے غصے سے کہہ کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور بڑبڑاتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہنہ...... جانے خود کو کیا سمجھتا ہے؟ پرنس ہے کسی ریاست کا یا کوئی نواب؟ ہوتی ہوں گی اسٹوپڈ سی لڑکیاں جو اس کے آگے پیچھے پھرتی ہیں؟ تو پھرتی رہیں میری بلا سے، ہنہ مجھے کیا پروا۔" وہ دل کو تسلیاں دیتے ہوئے خود کو بہلا رہی تھی۔

"السلام علیکم۔" وہ یکلخت اپنے خیالوں سے چونکی۔ تیزی سے گردن گھما کر دیکھا تو سامنے سحر الرتضیٰ کو کھڑا دیکھ کر وہ حیرت و بے یقینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سحر آپ یہاں؟" اس کے سلام کا جواب دیے بغیر وہ حیرت سے بولی۔

"کیسی ہو؟" وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آن رکی اور اس کی حیرت کو نظرانداز کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔ اس کے انداز پر ثمین بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی اسے یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے سحر کھڑی ہے اور وہ بھی اتنی نرمی سے باتیں کرتے ہوئے۔

"جی...... جی میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ پلیز بیٹھیں ناں، کوئی کام تھا کیا؟" وہ خاموش ہی رہی اور کہتی بھی کیا؟ اس کی بدحواسیوں کا اس کے پاس فی الوقت کوئی جواب نہیں تھا۔

"آپ پلیز بیٹھیں تو سہی۔" سحر خاموشی سے صوفے پر ٹک گئی۔

"اور ہاں تم میری طرف آسکتی ہو مگر روز روز نہیں کبھی کبھی۔ یہ محض میرے روڈ بی ہیویئر کے ازالے کے طور پر ہے۔ ورنہ میرے لیے ابھی بھی بہترین ساتھی تنہائی ہی ہے۔ آئی تھنک تم مائنڈ نہیں کرو گی؟ میں اب چلتی ہوں اوکے۔" اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے اپنی بات کہہ کر بنا اس کی سنے وہ وہاں سے چلی گئی جبکہ ثمین حیرت اور بے یقینی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"کتنی عجیب سی ہیں یہ، لگتا ہے کوئی سائیکو کیس ہیں؟" آہستگی سے کہتے ہوئے اس نے کندھے اچکائے اور دھپ سے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

اسے کچن کے لیے کچھ سامان خریدنا تھا۔ اس لیے وہ ماہانہ خریداری کے لیے مارکیٹ چلی آئی تھی۔ سامان کی خریداری کے بعد وہ اسٹاپ پر کسی سواری کے انتظار میں کھڑی تھی۔

"یہاں کیوں کھڑی ہیں سحر؟" تب ہی اس کے قریب سے بلیک کلر کی گاڑی گزری تھی۔ جسے اس نے سرسری سا دیکھا ضرور تھا مگر کب وہ دوبارہ پیچھے آئی یہ وہ نہیں جان پائی تھی۔ علم تو تب ہوا جب کھڑکی میں سے سر نکالے ثمین نے

pklibrary.com

اسے پکارا تو اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔
"آئی تھنک یہ اسٹاپ ہے اور یقیناً میں یہاں کسی سواری کے انتظار میں ہی کھڑی ہوں۔" اس کے بیوقوفانہ سوال پر اس نے جھنجلا کر جواب دیا تو ثمین جھینپ سی گئی۔
"آجائیں سحر، ہم بھی گھر ہی جارہے ہیں آپ کو بھی ڈراپ کردیں گے۔" اس کی پیشکش اور ساتھ ہی "ہم" کا صیغہ استعمال کرنے پر سحر نے چونک کر گاڑی کے اندر جھانکا تو سوٹڈ بوٹڈ شخص سحر کے چہرے پر ہی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس کے دیکھنے پر بھی نظروں کا زاویہ نہ بدلا تھا۔ سحر کو ناگوار گزرا، اس نے نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے رخ موڑ لیا۔
"بہت شکریہ ثمین میں چلی جاؤں گی۔" لہجہ خود بخود سرد اور کھردرا ہوگیا تھا۔ اسے گاڑی کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی مگر دانستہ نظر انداز کیے کھڑی رہی۔ اسے اس وقت ثمین پہ بے حد غصہ آرہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اب ثمین بے جا اصرار کرے گی۔ اسے گھر ساتھ لے جانے کی ضد کرے گی۔
"کیا پرابلم ہے سحر؟ پلیز آجائیں ناں، ہم بھی تو گھر ہی جارہے ہیں۔" اس کے قریب آتے ہوئے ثمین نے بھولپن اور معصومیت سے کہا جبکہ وہ بنا اس کی جانب دیکھتے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔
"مائنڈ اٹ ثمین۔ میں تمہارے گھر میں محض ایک کرائے دار کی حیثیت سے رہ رہی ہوں نا کہ تمہاری ذمہ داری کہ تمہارا جب جہاں دل چاہے میری مدد کو آجاؤ۔ اس سے قبل میں تمہیں بارہا یہ بات باور کراچکی ہوں کہ میں اپنی ذات میں کسی کی بے جا مداخلت پسند نہیں کرتی۔ خیال کیا کرو مگر تم شاید ہمیشہ یہ بات بھول جاتی ہو یہ بھی کئی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا کہ تم بار بار میری باتوں سے ہرٹ ہو پھر بھی بار بار ہر بات میں اصرار کرنے کیوں کھڑی ہوجاتی ہو؟ تم کیوں چاہتی ہو کہ میں تمہیں منع کروں اور تم ہمیشہ ہرٹ ہو وہ بھی میری وجہ سے...... کیوں ثمین؟"

"کیا آپ مجھ سے بدگمان ہیں سحر؟" اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ثمین نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ اس کے سوال پر سحر بری طرح چونکی لفظ "بدگمان" نے گویا دل کے کسی حصے کو دوبارہ سے دکھایا تھا۔ تازہ تازہ مندمل ہوا زخم جیسے پھر سے رسنے لگا تھا۔ یہ لفظ بہت سی یادیں ہمراہ گھسیٹ لایا تھا۔ جسے اس نے بڑی بے دردی سے جھٹک دیا تھا۔
"نہیں...... میں کسی سے بدگمان نہیں ہوں اور تم سے بدگمان کیوں ہونے لگی میں، رشتہ ہی کیا ہے تمہارا مجھ سے، محض ایک کرائے دار اور مالک مکان کا یا پھر ایک کولیگ کا یا پھر انسانیت کا جو بھی ہے پھر بھی میں بھلا تم سے کیوں بدگمان ہونے لگی؟" وہ عجیب انداز میں گویا ہوئی۔ عجیب باتیں تھیں اور عجب پراسرار سا لہجہ تھا۔ جسے ثمین تو شاید نہ سمجھ سکی تھی البتہ ان سے ذرا فاصلے پر کھڑا شخص اس کی پراسرار باتوں پر ضرور الجھ کر رہ گیا تھا۔
"اگر آپ مجھ سے بدگمان نہیں ہیں تو پھر میرے خلوص کو آپ اپنے مطالب کے پیرائے میں کیوں لیتی ہیں۔ مجھے بھلا آپ سے کیا مطلب ہوگا؟ مجھے آپ اچھی لگتی ہیں اس لیے آپ کے ساتھ دوستانہ انداز اپنانے کو دل چاہتا ہے اور جہاں تک بات آپ کو لفٹ دینے کی ہے تو ہم گھر یہ جارہے ہیں اتنی شدید گرمی ہے اس لیے آپ کو دیکھ کر بس رک گئی کہ آپ کو بھی ساتھ ہی لے چلیں گے مگر......"
"بہت مہربانی، لیکن میں جاؤں گی۔ ویسے بھی مجھ پر موسموں کی سختیاں اثر انداز نہیں ہوتیں اور نہ ہی میں بے معنی باتوں پر غور کرتی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اموش ہوئی گو وہ بات ثمین سے کررہی تھی مگر لگ رہا تھا گمان میں کوئی اور شخصیت ہو۔
ثمین نے چند پل بغور اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے وہاں سے ہٹ گئی۔ ایک گہرا سانس فضا سپرد کرتے ہوئے اس نے حیرانگی سے سوچا تھا۔
"یہ کیا کہا ثمین نے؟ میں اس سے بدگمان ہوں۔ ہنہ میں بھلا اس سے بدگمان کیوں ہوں گی؟ مجھے کیا حق پہنچتا

pklibrary.com

ہے کسی سے بدگمان ہونے کا؟ ایسا کوئی اختیار کیوں ہونے لگا مجھے؟ بدگمان تو لوگوں کو مجھ سے ہونا چاہیے۔ اس لائق تو میں ہوں ثمین نہیں۔ کتنا غلط کہا ثمین نے جبکہ میں اس سے قطعی بدگمان نہیں ہوں۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے جبکہ میں خود......؟" اس سے آگے سوچتے ہوئے اس کا دل یک دم ڈوبنے لگا تھا۔ وہ فوراً لب بھینچ گئی، آنکھیں سختی سے بند کرتے ہوئے ماضی کی ساری باتیں یادیں پیچھے دھکیل کر دوبارہ آنکھیں کھولیں اور حال میں لوٹ آئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"یہ کون خاتون تھیں بھئی؟ عجیب سائیکو کیس لگتی ہیں، کوئی لحاظ ومروت نہیں۔" استفسار کیا گیا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بہت اچھی اور لحاظ ومروت والی ہیں۔ انہوں نے شاید آپ کو میرے ساتھ دیکھ لیا تھا اس لیے ساتھ آنے سے اوائیڈ کررہی تھیں اور کچھ نہیں۔" اس کی پہلی بات سے تو وہ بھی اتفاق کرتی تھی مگر اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"اچھا لیکن جہاں تک مجھے لگا وہ خاصی اکھڑ و بدتمیز سی ہیں۔ میرے خیال میں کیونکہ جس طرح سے وہ تم سے گفتگو کررہی تھیں اس سے اندازہ ہورہا تھا وہ کتنی مروت ولحاظ والی ہیں۔ ہاں اگر تم کہہ رہی ہو تو مان لیتا ہوں کہ وہ ایک "بہت" اچھی خاتون ہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا "ان" بہت اچھی اور لحاظ ومروت والی خاتون سے ذرا بچ کر ہی رہنا۔ اب پاگلوں کے سروں پر سینگ تھوڑی ہوتے ہیں۔ کیا پتا وہ کوئی پاگل ہو اور کسی مینٹل ہاسپٹل سے بھاگ کر آئی ہو۔" مسکراہٹ لبوں میں دباتے ہوئے شریر سے انداز میں اس نے کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ نہ ہی وہ کوئی سائیکو کیس ہیں اور نہ ہی پاگل اور نہ ہی میں نادان ہوں کہ پاگلوں سے دوستی کرتی پھروں۔" قدرے برا مانتے ہوئے وہ منہ پھلاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ریلی بائی داوے کیا وہ تمہاری دوست ہیں؟" وہ اب بھی اسے چڑانے سے باز نہیں آیا تھا۔

"نہیں دوست تو نہیں ہیں لیکن بن جائیں گی شاید؟" اس کے معصومیت بھرے انداز پر بہزاد نے قہقہہ لگایا۔ اس کے یقین اور بے یقینی والے انداز نے اسے خاصا محظوظ کیا تھا۔ جس کا ثمین نے برا مانا لیا تھا۔

"اس وقت صحیح معنوں میں کاشف بن زبیر کے "بھائی" لگ رہے ہیں آپ؟" مصنوعی ناراضی لیے منہ پھلا کر کہا۔ اس کی بات پر بہزاد کا قہقہہ ایک بار پھر بلند ہوا اور وہ مزید چڑتے ہوئے رخ موڑ گئی تو بہزاد نے بمشکل اپنے قہقہے کو ضبط کیا۔

"ایم سوری بھئی لیکن یہ کاشف بن زبیر کا بھائی لگنے کی کیا بات ہے؟ میں اس کا بھائی ہی تو ہوں ڈیئر۔"

"لگتا ہے کوئی کاشف بن زبیر کو بہت دل سے یاد کررہا ہے۔" اس سے پہلے کہ ثمین انہیں کوئی جواب دیتی پیچھے سے اچانک بہت ہی مانوس اور پرجوش سی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک پل کو مسکراہٹ لبوں میں دبائے بہزاد کو دیکھا اور ساتھ ہی رخ موڑ کر اپنے پیچھے دیکھا۔ آنکھوں میں چمک اور چہرے پر بشاشت لیے کاشف کھڑا تھا۔ اس نے ایک ناراضی بھری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور فوراً رخ موڑ گئی۔ وہ آنکھوں میں شرارت اور چہرے پہ سنجیدگی لیے اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"ہائے مس ثمین راحت میں کاشف بن زبیر ہوں اور اپنی ردا سے ملنے آیا ہوں۔ کیا ان سے ملاقات ہوسکتی ہے؟" شرارت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔ اس کے باوجود وہ چڑ گئی۔

"آپ کاشف بن زبیر ہیں اس سے مجھے کیا غرض؟ اگر اپنی ردا سے ملنے آئے ہیں تو آئی ایم سوری۔ وہ یہاں نہیں رہتیں۔" جواباً اسے چڑاتے ہوئے وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"کیا واقعی؟"

"جی بالکل۔"

"گویا آپ نے کوئی اچھی خبر نہیں سنائی لیکن کوئی بات نہیں ردا نہیں تو ہماری منکوحہ تو ہے ناں اس گھر میں انہی

سے مل لیتے ہیں۔ وہ سنا تو ہوگا ناں آپ نے، تو نہیں کوئی اور سہی اور نہیں اور سہی، تو بس ردا نہیں تو منکوحہ سہی انہیں ہی بتادیں کہ "ان کا" کاشف بن زبیر آیا ہے۔" اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہا، لہجہ گمبھیر تھا۔ ثمین کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اس نے بہزاد کی جانب دیکھا مگر وہ وہاں نہیں تھے۔ جانے کب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

"شرم تو نہیں آتی کاشف بن زبیر جو منہ میں آتا ہے بول دیتے ہو، کچھ بھی بولنے سے قبل ارد گرد تو دیکھ لینا چاہیے، ہر بار شرمندہ ہونا شرط تو نہیں۔" جھینپی جھینپی سی وہ رخ موڑ گئی مگر انداز پراعتماد تھا۔

"کیا میں تمہیں شرمندہ ہونے دے سکتا ہوں ثمین راحت؟" اس کے کان کے قریب پھر سے سرگوشی کی۔

"شرمندہ ہونے دے سکتے ہو یا نہیں کاشف بن زبیر لیکن دل توڑنا وہ بھی میرا۔ تمہارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے، ہے ناں؟" وہ شکایتی انداز میں گویا ہوئی۔

"دل توڑ کے جوڑنا وہ بھی ثمین راحت کا، کاشف بن زبیر کو ہی تو آتا ہے اور کوئی ہے، جو ثمین راحت کا دل جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو؟"

"ہنہ...... یہ کون سا مشکل ہے۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"رئیلی...... اوکے تم تب تک اپنا "دل" جوڑو میں تب تک اپنی "ردا" کو تلاشتا ہوں، دیکھتے ہیں پہلے تم دل جوڑتی ہو یا میں ردا تک پہنچتا ہوں مگر اتنا مجھے یقین ہے میں تو ردا تک پہنچ جاؤں گا لیکن تم اپنا دل نہیں جوڑ پاؤ گی یہ کام بھی کاشف بن زبیر کو ہی کرنا پڑے گا۔"

"ہنہ...... گو ٹو ہیل کاشف بن زبیر ساتھ اپنی ردا کو بھی لے جانا۔ میری جوتی کو بھی پروا نہیں ہے۔" اس کی بات پر اس کی آنکھیں بھر آئیں، گلا رندھ گیا۔ وہ مزید وہاں نہیں رکی برق رفتاری سے اندر چلی گئی۔ کاشف اسے محض دیکھ کر رہ گیا چاہ کر بھی روک نہ سکا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"نوال کہیں جارہی ہو بیٹا؟" وہ تیار ہو کر لاؤنج میں آئی تھی۔ آج خلاف توقع دوپٹا سر کے بجائے کندھے پر جھول رہا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ کہیں جارہی ہے اس نے لاؤنج میں تخت پر کیٹی ہوئی دادی کو نہیں دیکھا تھا لیکن جب انہوں نے اسے پکارا تو اسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ بے ساختہ رکی۔ ان کی پکار میں اسے سختی کا عنصر نمایاں محسوس ہوا تھا۔ انہوں نے پکارا بھی انتہائی نازک موقع پر تھا کہ وہ سٹپٹاتے ہوئے بھی دوپٹا سر پر نہ لے سکی تھی۔ زبان دانتوں تلے دبائے وہ ایک ہی جگہ پر ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔ گویا منجمد ہوگئی ہو۔

"کہاں جارہی ہو نوال؟" انہوں نے اس کو خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"وہ دادو میں...... میں ذرا فریحین کے گھر جارہی ہوں۔"

"کیوں؟" دادو کے ماتھے پر شکنیں در آئیں۔

"وہ دادو اس نے مجھ سے کچھ نوٹس لیے تھے وہی لینے ہیں۔ جلدی آجاؤں گی۔"

"ہم نے ہمیشہ تمہیں سچ کی تلقین کی ہے نوال۔ جھوٹ بولنا نہ ہم نے کبھی سیکھا اور نہ ہی اپنی اولاد کو سکھایا ہے۔ مذاق میں بھی نہیں تو پھر آج تمہارے منہ سے یہ جھوٹے کلمات کیوں کر ادا ہوئے؟ وہ بھی اتنی روانی سے، کوئی ہچکچاہٹ نہیں کوئی ندامت نہیں۔" انہوں نے تاسف سے کہتے ہوئے اسے سر سے لے کر پاؤں تک بغور دیکھا۔ اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا، ان کی آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ وہ زیادہ دیر ان میں نہ دیکھ پائی اور نظریں چرا گئی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی دادو، میں واقعی فریحین سے نوٹس لینے جارہی ہوں۔" وہ ڈھٹائی سے گویا رہی۔

"تم اب بھی جھوٹ بول رہی ہو نوال۔" اب کہ وہ غصے سے بولیں، ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی دا......"

"جھوٹ...... ابھی فریحین کا فون آیا تھا۔ وہ سکھر گئی ہے

اور یہ بات تمہارے علم میں بھی ہے۔ اس نے یہ بتانے کو فون کیا تھا کہ وہ تمہیں یہ تو بتا گئی ہے کہ وہ سکھر گئی ہے مگر جاتے ہوئے تمہارے نوٹس بھی ساتھ ہی لے گئی ہے۔ یہ بتانا بھول گئی تھی۔ اب بولو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔" اس کی بات قطع کرتے ہوئے انہوں نے غصے سے کہا تو نوال گویا ایک دم سناٹے میں آ گئی تھی۔ ایک تو پہلی بار جھوٹ بولا تھا اور پکڑی بھی گئی تھی۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں نوال۔ کیا تم نہیں جانتی تھیں کہ فرہین یہاں نہیں ہے؟"

"جج...... جی...... دادو...... میں جانتی تھی لیکن بھول گئی تھی اسی لیے......" وہ منمناتے ہوئے بولی۔

"اب تو یاد آ گیا ناں۔ اب جاؤ اندر اور جا کر وضو کرو، نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔" دھیرے سے کہہ کر وہ آنکھیں موندھ گئیں۔ ساتھ ہی کچھ ورد کرتے ہوئے تسبیح کے دانے گرانے لگیں۔

"جی دادو۔" دل ہی دل میں اپنی بے خبری کو کوستے ہوئے واپس مڑ گئی۔

"سنو۔" انہوں نے دوبارہ اس کو پکارا۔

"جج...... جی دادو۔" دل میں چور تھا تب ہی تو ان کی پکار پر ڈر سی گئی تھی۔

"سر پر دوپٹا لو۔ آئندہ میں تمہارے سر سے دوپٹا اترا ہوا نہ دیکھوں۔" ان کی آنکھیں بند تھیں مگر پھر بھی ان کے کہنے کی دیر تھی اس نے بالکل میکانکی انداز میں دوپٹا سر پر رکھ لیا اور برق رفتاری سے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁
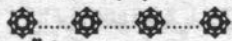
آج بہت دنوں بعد وہ پارک میں آئی تھی۔ پارک کی رونق حسب معمول تھی۔ مرد، خواتین، بچے اور ادھیڑ عمر لوگ پارک کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ کچھ چہل قدمی کر رہے تھے کچھ اپنے بچوں میں مصروف تھے۔ وہ بھی چہل قدمی کے بعد مخصوص بنچ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے اکثر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ بنچ صرف اسی کے لیے مخصوص ہے کیونکہ وہ جب بھی یہاں آتی تھی وہ اسے خالی ہی ملتی تھی اور آج بھی خالی ہی تھی وہ بینچ پر بیٹھ کر بڑے سے پیڑ کو دیکھنے لگی۔ اس کے سبز پتوں کی اوٹ میں کوئی ننھا سا پرندہ تھا شاید جو مسلسل اپنی سریلی آواز میں بول رہا تھا۔ وہ بالکل غیر ارادی طور پر اسے سبز پتوں میں تلاش کرنے لگی۔ گو وہ محض وقت گزاری کے لیے اس پرندے کو پتوں کی اوٹ میں تلاش کر رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ذرا فاصلے پر بنی سیاہ روش پر واک کرتے ہوئے اس لڑکے نے حیرت سے دیکھا۔

"آپ اتنی دیر سے درخت کے پتوں میں کچھ تلاش کر رہی ہیں کیا؟" نامانوس سی آواز اور خلاف توقع بات سن کر اس نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ چوبیس پچیس سال کا نوجوان بڑے پر اعتماد انداز میں اس کے مقابل بیٹھا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے چند پل اسے دیکھا اور خلاف معمول بغیر اجازت کے اس کے پاس بیٹھ گیا تو وہ سامنے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ہاں...... تلاش کر رہی تھی۔ ایک پرندہ جو اس پیڑ کے پتوں میں کہیں چھپا اپنی سریلی آوز کا جادو جگا رہا تھا۔ اس کی آواز مجھے اچھی لگی اور میں بالکل غیر ارادی طور پر اسے ان پتوں میں تلاش کرنے لگی۔ حالانکہ آج سے پہلے بھی میں نے بہت مرتبہ پرندوں کی آوازیں سنی ہیں۔ پر تب میں نے کبھی اتنا غور نہیں تھا کیا مگر آج جانے کیوں اس آواز نے مجھے اپنی جانب کھینچ لیا۔"

"شاید پہلے ان آوازوں میں اردگرد کی اور کئی آوازیں بھی شامل ہوتی ہوں گی اس لیے وہ آپ کو متاثر نہ کر سکیں جب کہ آج آپ نے اس آواز کو تنہائی، خاموشی اور توجہ سے سنا ہے۔ اس آواز میں کوئی اور آواز شامل نہیں تھی۔ آپ کو اس آواز کو تلاش کرنے کا موقع ملا تھا مگر......؟"

"مگر میں اسے تلاش نہیں کر پائی۔" اس نے اداسی سے سر جھکا کر کہا۔

"ایک بات کہوں مائنڈ تو نہیں کریں گی؟" اس نے پرسوچ انداز میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا مگر وہ خاموش ہی رہی کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ہی وہ گویا ہوا۔

pklibrary.com

”ایک ہی نقطے پر نظریں مرکوز کرنے سے بعض اوقات وہ نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے جس کی ہمیں کھوج ہوتی ہے۔ اس پر بھی اندھیرا سا چھایا لگتا ہے گو آپ کی نظریں اس نقطے پر جمی ہوتی ہیں۔ اس سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش کررہی ہوتی ہیں مگر باوجود کوشش کے آپ کچھ اخذ نہیں کرسکتے بلکہ جو نقطہ نظر آرہا ہوتا ہے وہ بھی نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے اور نظریں محض خالی جگہ کو دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ تب تک اس نقطے کی کوئی وقعت یا حیثیت نہ ہوگی جب تک آپ اس پہ کسی لفظ کی لکیر نہ کھینچ لیں۔ اس طرح کسی کو تلاش کرنے کے لیے بس ایک ہی جگہ پر نظریں مرکوز کردینے سے ضروری نہیں آپ کو وہ چیز مل جائے۔ اس کے لیے تھوڑی تگ ودو کرنا پڑتی ہے، اپنے ارد گرد نظریں دوڑانا پڑتی ہیں، تب جاکر رسائی حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ آپ کتنی دیر سے ایک ہی جگہ پر اس پرندے کو تلاش کررہی ہیں مگر وہ آپ کو دکھائی نہیں دیا جبکہ میں نے ابھی پیڑ پر نظریں دوڑاتے ہوئے اسے تلاش بھی کرلیا، کیا آپ اسے دیکھنا چاہیں گی؟“ سحر نے چونکتے ہوئے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

”کہاں؟“

”وہ دیکھیں...... وہ ننھا سا پرندہ جو اپنی سریلی آواز میں گنگناتے ہوئے آپ کی توجہ اپنی جانب کھینچ لے گیا تھا۔ مگر آپ کو دکھائی نہ دے سکا۔ شاید آپ کو میری رہنمائی کی ضرورت تھی۔“ گو آخری جملہ اس نے شریر سے انداز میں کہا تھا مگر جانے کیوں اسے بہت بامعنی لگا۔

”آپ کی تعریف؟“ سنبھل کر بیٹھتی اس نے سرد و سپاٹ لہجے میں استسار کیا۔

”ہوں...... ہماری تعریف تو ایک زمانہ کرتا ہے لیکن آپ شاید اس سے محروم ہیں۔ اس لیے آپ کو بتادیتا ہوں کہ میں کاشف بن زبیر اوسوری...... میں کاشف زبیر ہوں۔ پیشے کے لحاظ سے انجینئر ہوں اور آپ......؟“

”میں جو بھی ہوں آپ سے مطلب۔“ وہ غصہ سے بولی۔ کاشف کو حیرت ہوئی۔

”جب آپ میرے بارے میں جان سکتی ہیں تو میں کیوں نہیں۔“

”کس نے کہا کہ میں آپ کو جاننا چاہتی ہوں۔ میں نے آپ کا اس لیے پوچھا کیونکہ آپ بلاوجہ کمبل ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔“ اس کی بات پر وہ مسکرایا، وہ اسے خاصی دلچسپ لگی تھی۔

”کیسی باتیں کررہی ہیں محترمہ؟ میں تو محض آپ کی مدد کے خیال سے چلا آیا تھا۔ ورنہ مجھے آپ سے کیا لینا دینا۔ بہت دیر سے میں آپ کو آبزرو کررہا تھا۔ آپ مسلسل ایک ہی جگہ پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ مجھے لگا آپ کو میری مدد کی ضرورت ہے شاید آپ کسی معمے کو حل کرنے کی کوشش کررہی ہیں اور وہ آپ سے نہیں ہورہا اور نہ مجھے کیا؟“

”کیا میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میری مدد کریں؟“ اس نے استہزائیہ انداز میں استفسار کیا تو وہ لاجواب ہوگیا۔

”کہا تو نہیں مگر میں بھی نظریں رکھتا ہوں اور آئی تھنک تھوڑی بہت عقل اور انسانیت بھی ہے، مجھ میں۔“

”اپنی یہ ”تھوڑی“ ”سی عقل“ اور ”انسانیت“ کسی ضرورت مند پر صرف کریں مسٹر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“ اس کی جانب دیکھتے ہوئے چبا چبا کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ کاشف نے انتہائی تعجب سے اس عجیب وغریب لڑکی کو دیکھا۔

”بہت دلچسپ مگر کچھ عجیب سی، تھوڑی کھسکی ہوئی یا پھر......؟“ اس کی پشت پر نظریں جمائے وہ آہستگی سے بڑبڑایا تھا ”کھسکی“ ہوئی کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اس نے دماغ کی جانب انگلی کرکے اسے گھمایا اور خود ہی محظوظ ہوتے ہوئے مسکرادیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

”واؤ یار اس وائٹ ڈریس میں تمہاری سسٹر کتنی کیوٹ لگ رہی ہیں ناں؟“ سرخ گلابوں کا بوکے پکڑے شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی دلہن اور اس کے پیچھے اس کے لباس کو پکڑ کر سنبھالتی ہوئی ننھی پریاں کتنا خوب صورت منظر تھا یہ

سوری۔ "ڈش مقابلہ" کافی مشکل ترکیبیں ہوتی ہیں پلیز ایزی ریسپیز دیا کریں۔ "نیرنگ خیال" ایمان وقار نے مجھے جگہ دے کر میرے سارے گھر والوں سے دعائیں لیں۔ ویسے یہ دعائیں آپ کو ہر ماہ مل سکتی ہیں کیا خیال ہے؟ اب پتا نہیں میری یہ پہلی کاوش قارئین کو پسند آتی ہے کہ نہیں۔ سباس گل، نجم انجم، انعم زہرہ، نعیم النصر، اقراٗ جٹ، سعدیہ قریشی، لبنیٰ شکیلہ نے خوب صورت الفاظ کا چناؤ کیا۔ "یادگار لمحے" سے نمبر ون پر شمائلہ رفیق رہی میں اور ماہا تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے اس کے علاوہ ہالہ سلیم، قاضی صبا، اقراٗ جٹ، سمیرا جمیل نے کافی اچھا انتخاب کیا۔ "آئینہ" میں سب کے تبصرے ایک سے بڑھ کر ایک تھے، کسی ایک کا نام نہیں لے سکتی یہ ناانصافی ہوگی۔ "ہم سے پوچھئے" شمی ڈارلنگ کے جوابات چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دیتے ہیں۔ او کے جی اللہ حافظ اگر ڈائجسٹ وقت پر ملا تو پھر ملاقات ہوگی۔ فی امان اللہ۔

☆ پیاری تبسم! مہینے بعد خط لکھ رہی ہو تو جگہ کیوں نہ دوں گی اور کہاں مصروف تھی یہ تو بتایا ہی نہیں، سلسلے وار ناول ختم کر دیں تو پھر کیا شروع کریں یہ تو بتاؤ۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ السلام علیکم! امید واثق ہے کہ آپ سب بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ آنی قیصر آرا کے انتقال کی خبر بجلی بن کر گری ابھی عرصہ ہی کیا ہوا تھا انکل کو دنیا چھوڑے کہ آنی بھی ہمیں بھٹکتا چھوڑ کر چلی گئیں، زبان سے دعاؤں کے کلمات ادا ہونے لگے واقعی زندگی بہت بے وفا ہے، کبھی رحم نہیں کرتی کہ اس سے جڑے رشتے کیسے رہیں گے جن کے بغیر رہنے کا تصور بھی ناممکن ہوتا ہے، ہمیں انہیں بھی ممکنات بنانا پڑتا ہے چاہے دل کی دنیا کیوں نہ اجڑ جائے۔ صدمے کی انتہا تھی لیکن ہم اس معاملے میں بالکل بے بس ہیں "اناللہ وانا الیہ راجعون" اسی پاک ذات جس نے پیدا کیا ہے بالآخر اسی کی طرف لوٹنا ہے لیکن کچھ باتیں دل پر نقش ہو جاتی ہیں ایسے ہی آنی قیصر آرا کی یادیں ہمارے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہیں گی، ان کا شگفتہ لہجہ اور خلوص ہمیشہ انہیں زندہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین۔ سرورق پر فرینہ اعجاز پیاری لگ رہی تھیں۔ "سرگوشیاں" میں کراچی کے حالات کے متعلق نیوز سے وقتاً فوقتاً باخبر ہوتے رہے ہیں لیکن کراچی جیسے شہر پر بارش بھی کہرام کی طرح ٹوٹ پڑی اور جانی و مالی نقصان الگ ہوا۔ آنچل آفس کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ چیزیں کون سا روز روز بنتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر اپنا رحم و کرم فرمائے آمین۔ "حمد و نعت" ساحرہ حمید بہت خوب رہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین۔ "ربنا اتنا" ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ زورِ قلم بڑھائے آمین۔ اب آتے ہیں سلسلہ وار ناول کی جانب "اکائی" کا اب اینڈ ہونے والا ہے دوبارہ سلجھاؤ پیدا ہو رہا ہے۔ "سانسوں کے اس سفر میں" عبدالحنان کو ٹانگ سے محروم کیوں کر دیا، اب شعرہ کو پلیز اس سے جدا مت کرنا اماں جہاں نے پہلے جیسے منتہا کو قتل کیا اب وہی خیال ان کے حواس پر چھا رہا ہے شجر اور موحد کے درمیان دوری مت کیجیے گا۔ "دل کا سودا" اف نفیسہ بی بی کا لالچی پن، ساری عمر نانا نانی نے پال پوس کر بڑا کیا اور اب چلی ماں کا حق جتانے ویسے بھی سوتیلا کبھی بھی اپنا نہیں بنتا۔ رومیہ اور زوار کو ملا دیا اچھا اور ہیپی اینڈ ہو گیا۔ "محبت لوٹ آئی ہے" ویلڈن سباس اپیا واقعی محبت کبھی رائیگاں نہیں جاتی بشرطیکہ سچی ہو، خود غرضی کے جال میں لپٹی محبت محبت تو نہیں ہوتی، محبت میں تو قربانی دینی پڑتی ہے۔ دوسرے کی خوشی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ "موت بھی ضروری ہے" حسن کی حسینہ پر اتنی بے اعتباری اور شمائلہ کی چال نے حسینہ کی زندگی برباد کر دی اور عویش پر دھبہ لگا دیا لیکن مجرم سزا ضرور پاتا ہے، شمائلہ نے اعتراف کر کے اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر لیا۔ "تمہیں میں کھو نہیں سکتا" محبت میں انسان فقط اپنا فائدہ نہ سوچے دوسروں کے جذبات کا بھی خیال رکھے اور موحد اور ایمان کی جوڑی بے حد اچھی تھی۔ "آنچل کی کہانیاں" بہت اچھی کہانی تھی۔ "بیاض دل" میں سب کے اشعار ہی بہت زبردست تھے اس لیے نام لینا ناانصافی ہوگی۔ "نیرنگ خیال" میں سب نظمیں غزلیں سپر ڈوپر تھیں۔ "یادگار لمحے" طوبیٰ نے تو سروں کی ایسی نقل اتاری اف۔ "دوست کا پیغام آئے" میں جنہوں نے یاد رکھا شکریہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین۔ "آئینہ" میں سب ہی خطوط نہیں تھے، بہت غیر حاضر تھے، مجھ سمیت آئی ایم سوری بھئی پچھلی بار آنچل بہت لیٹ ملا تھا تو تبصرہ نہیں کر سکی۔ "ہم سے پوچھئے" میں شمائلہ آپی کے چٹکلے واہ جی۔ اگلے ماہ کے لیے اللہ

حافظ۔فی امان اللہ۔سب اپنا خیال رکھئے گا۔

☆ پیاری عائشہ! حقیقتاً قیصر آپی کی کمی ہمیشہ رہے گی۔ پرامید ہے کہ سعیدہ آپی آپ سب کو مایوس نہیں کریں گی۔

میمونہ نکز...... حضرو ۔السلام علیکم! کیسی ہے پیاری شہلا آپی؟ آپ اور دیگر آنچل فرینڈ امید ہے خیریت سے ہوں گے سب، آج دل بہت اداس ہے قیصر آنی کا بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ ابھی تو ان سے بہت ساری باتیں کرنا تھیں لیکن وہ چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔اب آتے ہیں تبصرے کی طرف ''اکائی'' عشنا کوثر سردار اچھا ناول ہے اور ''سانسوں کے اس سفر میں'' زبردست ناول ام ایمان قاضی بہت اچھا لگا پڑھ کر ایسے ہی لکھتی رہو اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ سباس آپی کیسی ہیں آپ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے آپ کا ناول ''محبت لوٹ آئی ہے'' بہت خوب ویری گڈ آپی بہت اچھا لگا پڑھ کر اس کے علاوہ شہلا آپی آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے جگہ دی اپنی محفل میں بس اتنا ہی پڑھا ہے اپنا نام ہی دیکھتی ہاہاہا اچھا جی اجازت دیں اب پھر آؤں گی شامل ضرور کرنا آنچل زندہ باد اور کوئی دوستی کرنا چاہے تو ویلکم۔

☆ پیاری میمونہ! آپ صرف نام دیکھتی ہیں اور ہم تبصرہ، امید ہے آئندہ ماہ بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی اور دوستی کے لیے پہلے ہاتھ بڑھانا پڑتا ہے دوسروں کی مرضی پر بات چھوڑ دی تو کوئی نہیں آئے گا۔

ام ھانی شاہد...... ڈگری ۔ السلام علیکم! پیاری سی شہلا کیسی ہو دبلی ہو کہ موٹی ہو؟ سچ سچ بتانا مجھے یاد کیا کہ نہیں اب کس سوچ میں پڑ گئی۔ مجھے ایسے اجنبی نظروں سے تو مت دیکھو ورنہ میں رو دوں گی (ہاہاہا) آنچل ۲۴ تاریخ کو رات دس بجے میرے ہاتھ میں آیا ہزار منتیں کروا کر اب آپ سوچ رہے ہوگے ایسا کیوں ہوا تو چلیں کان ادھر کریں میرا اکڑو بھائی بہت مشکل سے کام کرتا ہے اپنے سو کام کروانے کے بعد (اف میں بیچاری) ہاہاہا ٹائٹل میں فرینہ اعجاز پیلا پھول (دوستی کی علامت) بنی ہماری منتظر تھی میں نے دیکھا اور دوستی قبول کی۔ ''سرگوشیاں'' میں آنی قیصر آرا پریشان نظر آئیں اور رائٹر کی کہانیاں ضائع ہونے پر افسوس ہوا۔ ''حمد و نعت'' پڑھ کر سکون ملا۔ ''درجواب آں'' میں آنی آپ کا میٹھا لہجہ پڑھ کے سارے غم بھول جاتی ہوں۔ ''ربنا اتنا'' ہمیشہ کی طرح بیسٹ تھا۔ ''ہمارا آنچل'' میں ربیعہ سے ہیلو ہائے کی پھر آئے کہانیوں کی طرف ہائے رے ''اکائی'' صد شکر سب پاکستان تو پہنچے فاطمہ کو جہانگیر ڈیز رو کرتا ہے پلیز آپی وقار کو نکال دیں ورنہ دھکا دے دوں گی میں، کیا کر سکتی ہوں ہاہاہا۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ایان کی شادی مومنہ سے ہوگی نائس یار عبدالحنان بھی واپس آ گیا اب شجر کی شادی کا انتظار ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ ناول میں ''دل کا پودا'' سوری سوری ''سودا'' اچھی اسٹوری تھی رومیہ کو زوار ہی سوٹ کرتا تھا نانی جی نے جاتے جاتے بھی رومیہ کا بھلا کر دیا لو یو نانی۔ ''موت بھی ضروری ہے'' عویش نام اچھا لگا رمان ہیرو بن کے آیا عویش کے سارے دکھ دور کر دیے شائلہ کو اس کے کیے کی سزا مل گئی اینڈ اچھا ہو گیا ویری گڈ۔ افسانوں میں ''سائباں نہیں ملتا'' اسٹوری اچھی تھی ماں باپ ہمیشہ اپنے بچوں کا اچھا ہی سوچتے ہیں پر افسوس مائرہ کو دیر سے سمجھ میں آئی۔ اب ہم آتے ہیں مستقل سلسلوں کے پورشن کی طرف ''بیاض دل'' میں مدیحہ نورین، ارم صابرہ، فائزہ شاہ، (آہم آہم ام ہانی) ہاہاہا انجم انجم، طوبیٰ سلمان، گلشن چوہدری، کوثر خالد، ارم کمال نے زبردست لکھا۔ ''نیرنگ خیال'' میں تبسم بشیر یار تم تو شاعر نکلی ایک میرے لیے بھی لکھنا، اقرا جٹ، انعم زہرہ نے خوب لکھا۔ ''ڈش مقابلہ'' ایک دن میں بھی سیکھ جاؤں گی بقول امی اور وہ دن کبھی نہیں آئے گا ہاہاہا فلحال تو دیکھنے پر اتفاق کیا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں جس جس نے یاد کیا ان کا شکریہ ثمرہ کیسی ہو آپ؟ میں تمہیں نہیں بھولی پر تم مجھے بھول گئی۔ ''یادگار لمحے'' میں سب نے اچھا لکھا۔ ''آئینہ'' آہم اہم ''آئینہ'' دیکھ کر اپنا سامنہ لے کر رہ گئے، ہمیں خط لکھنے پر بڑا غرور تھا ''آئینہ'' ہمیشہ کی طرح چمک رہا تھا۔ ''ہم سے پوچھئے'' نہ نہ نہ ہم نہیں پوچھتے۔ ''آپ کی صحت'' تھوڑی شہلا جیسی ہونا چاہتی ہوں بتائیں کیسے ہوں اسی کے ساتھ اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری ام ہانی! اتنے عرصہ بعد آئی اور اتنی بدل گئی ہو اب اجنبی نظروں سے بھی نہ دیکھوں چلو رومت میں ویسی ہی ہوں جیسے چھوڑ کے گئی تھی۔

pklibrary.com

حمنہ شاہد...... ڈگری ۔تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا ہنستا مسکراتا سلام پہنچے پہلی بار آنچل میں کچھ لکھ رہی ہوں امید ہے کہ میرا دل نہیں توڑا جائے گا اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ سلسلہ وار کہانی میں عشنا آپ بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں "اکائی" میں میرا فیورٹ کردار محمد جہانگیر ہے عشنا پلیز آپ فاطمہ کو ہی جہانگیر کی ہیروئن بنانا آیت مجھے اچھی نہیں لگتی۔ "سانسوں کے اس سفر" میں آیان کی شادی مومنہ سے ہوگئی آیان کو اس کی محبت مل گئی اب مجھے شجر کی شادی کا انتظار ہے۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے۔ مستقل سلسلوں میں "بیاض دل" میں ام ہانی، ارم صابرہ، فائزہ شاہ، نجم انجم، گلشن چوہدری، وقاص عمر، طوبیٰ سلمان کے اشعار بہت اچھے لگے۔ "ڈش مقابلہ" بھی اچھا تھا۔ "نیرنگ خیال" میں نینا خان، اقرا جٹ نے بہترین پرفارمینس دی۔ "دوست کا پیغام آئے" کاش کوئی مجھے بھی پیغام لکھے۔ "آئینہ" ہمیشہ کی طرح چمک رہا تھا اسی کے ساتھ اگلے ماہ تک اجازت دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ پیاری حمنہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

اللہ رکھا چوھدری...... ھارون آباد شہلا آپی اور تمام آنچل انتظامیہ کو السلام علیکم! شہلا آپی میں پورے چھ سال سات ماہ پہلے سے آنچل کا خاموش قاری ہوں کافی بار سوچا کہ شہلا آپی کی محفل میں بھی جائیں لیکن ایک ڈر سا دل کو لگا رہتا لیکن اس بار اکتوبر کا شمارا ملا تو بس ہاتھ میں شمارا لیتے ہی سوچ لیا کہ اب اس پر تبصرہ کروں گا اور اب حاضر ہوں مجھے یقین ہے کے ان شاء اللہ مجھے جگہ ملے گی، اب آتا ہوں تبصرے کی طرف۔ سرورق بہت ہی خوب صورت تھا لائٹ سا۔ "سرگوشیاں" پڑھ کر آنکھوں سے آنسوں آگئے اب تو قیصر آرا آنٹی کے لیے بس دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ پاک آنٹی کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، قیصر آرا آنٹی گلاب کے پھول کی خوشبوں کی طرح ہیں جب تک گلاب کے پھول رہیں گے اور جب ہمیں گلاب کے پھولوں کی خوشبوں آئے گی تو صرف قیصر آرا آنٹی کے لیے دل سے دعائیں ہی نکلیں گی ان شاء اللہ۔ "حمد و نعت" سے دل کو منور کیا اور "در جواب آں" سے ہوتے ہوئے "ربنا آتنا" مشتاق احمد قریشی صاحب سر دل چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھ چوم لوں جن سے آپ نے ان خوب صورت لفظوں کو لکھا ہے پڑھ کر دل کو سکون سا ملتا ہے۔ "ہمارا آنچل" میں اس بار ربیعہ مشتاق سس کے بارے میں جان کر اچھا لگا میری دعا ہے سدا خوش رہیں اور اللہ پاک نصیب اچھے کرے آمین۔ "دل کا سودا" اریشہ عزل سس ویل ڈن شروع میں ہی سسپنس ایسا کے آخر تک برقرار رہا زبردست کہانی اور منظر نگاری تو کمال کر دیا، آخر میں دل خوش ہوگیا۔ "آنچل کی کہانیاں" ایک ایسی تحریر کے جب اس کے قابل اشاعت کا سنا تھا تب سے حمیرا علی سس کو اتنا انتظار نہیں ہوگا جتنا مجھے تھا اور آخر شائع ہو کر آنچل میں آہی گئی بہت بہت مبارک ہو سس۔ افسانوں میں ٹکر اور نوجوان ہیرو اور پیار کرنے والی ساس اور اپنا ہر راز شیر کرنے والی بہنیں ہی ہوتی ہیں ان باتوں پر مبنی تحریر پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور مزہ بھی ویل ڈن حمیرا علی سس۔ "اکائی" عشنا کوثر سردار سس کا یہ ناول ہر قاری کے دل میں گھر کر چکا ہے اب تو گاؤں کی لڑکیاں جو رسالہ لیتی ہیں مجھ سے پوچھتی رہتی ہیں بھائی کیا ہوا فاطمہ کا۔ آج کل تو گاؤں میں کپاس کی چنائی کا سلسلہ جاری ہے اس لیے میری کچھ بہنیں تو یہ سوچ کر کپاس چننے جاتی ہیں کہ آنچل کے پرانے رسالے لوں گی اور میں بھی خوش ہو جاتا ہوں وقار الحق کی منزل اب فاطمہ ہی ہے اور مجھے یقین ہے دونوں مل جائیں گے لیکن بہت سی مشکلات کے بعد اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ ارے یہ تو سرپرائز ہوگیا اس بار پھر "سباس گل" آپی کا ناول "محبت لوٹ آئی ہے" شروع کی نظم بہت ہی عمدہ ہے اور میں نے اپنی ڈائری میں لکھ لی ہے، سحابیہ کی محبت آخر کافی انتظار کے بعد لوٹ ہی آئی بہت خوشی ہوئی زبردست تحریر پر بہت سی داد۔ "تمہیں میں کھو نہیں سکتا" کھونا چاہتا کون ہے بس یہ تو ہماری قسمت ہمیں مارتی ہے اور ہمارا مقدر ہار جاتا ہے نہیں تو کون چاہتا ہے اس کا محبوب اس سے دور ہو۔ حنا بشریٰ سس ویل ڈن آخری لائن نے مجھے بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ "سانسوں کے اس سفر میں" ام ایمان قاضی آپی کیا نام چنا ہے ناول کا، اس نام میں ایک نہیں بلکہ لاتعداد کہانیاں چھپی ہوئی ہیں۔ دن کیسے پر لگائے گزر رہے ہیں ابھی کل کی بات لگتی ہے جب یہ ناول شروع ہوا تھا اور اب ماشاء اللہ چھ اقساط آ بھی گئی ہیں ہر قسط ایک سے ایک ہوتی ہے۔ حمیرا اکبر سس نے زبردست انٹری دی "موت بھی ضروری ہے" بے شک موت ضروری ہے اور یہ پتا نہیں کب آنی ہے لیکن آنی ضرور ہے،

pklibrary.com

پہلی لائن ہی کمال جمیرا اکبر سس مجھے پڑھ کر ایسا لگا جیسے میرے ہی الفاظ لکھ دیے ہیں واہ کیا ناول ہے یہ الفاظ میں ہر اس ناول کے لیے کہتا ہوں جو مجھے پسند آتا ہے۔ "سائبان نہیں ملتا" شازیہ الطاف ہاشمی سس کیا لکھ دیا بے شک یہاں اور اس دور میں کوئی سائبان نہیں ہر کوئی بس اپنے نمبر بنانے اور نام بڑا کرنے کے چکر میں لگا ہوا ہے۔ زبردست تحریر جس نے بہت کچھ یاد دلا دیا۔ "فیصلہ" صائمہ قریشی سس مختصر مگر لاجواب تحریر بے شک فیصلے کا وقت بہت نازک ہوتا ہے لیکن ہمیں سوچ سمجھ فیصلہ کرنا چاہیے اگر وقت ہمیں یہ موقعہ دیتا ہے تو ہمیں انصاف کرنا چاہیے۔ "بیاض دل" زبردست سب نے کمال شاعری کی اور خوب شعر کہیں۔ "ڈش مقابلہ" میں نام تو مقابلے کا شامل ہے لیکن کبھی ہوا نہیں؟ "نیرنگ خیال" میں سب کا میعاری کلام شائع ہوا اور سب کو بہت بہت مبارکباد اور داد میری طرف سے لکھتے رہیں اور چھا جائیں۔ "دوست کا پیغام آئے" ہر بار ایک آس رہتی ہے کہ میرے لیے بھی پیغام آئے گا لیکن ہر بار ٹوٹ کر پھر جڑ جاتی ہے کیوں کہ اگلے ماہ پھر اس نے ٹوٹنا ہوتا ہے (ہاہاہاہا)۔ "یادگار لمحے" تو ہمیشہ یادگار بن جاتے ہیں اس بار ارم کمال کا عہد و پیمان اوپر سے نیچے اور نیچے اور اوپر پڑھ کر خوب ہنسی آئی کمال کر دیا آپی۔ "آئینہ" اس سلسلے کو میں سب سے پہلے پڑھتا ہوں پڑھ کر تبصرہ شروع کرتا ہوں کیوں کے سب تبصروں میں سلسلہ وار کہانیوں کا لکھا ہوا ہوتا ہے تو تبصرے میں پڑھ کر یاد آجاتا ہے اور ساتھ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بار کس کس بہن نے حاضری دی ہے۔ سب بہنوں کے تبصرے بہت عمدہ تھے۔ "ہم سے پوچھیے" مرچ مصالحے والے جواب پڑھ کر ہنسی آجاتی ہے۔ سب نے بہت عمدہ سوال کیے اور لاجواب، جواب ملے۔ "آپ کی صحت" بہت ہی لاجواب سلسلہ ہے میرا ابھی بالوں کا مسئلہ ہے، بہت جلد حاضری دوں گا ان شاء اللہ۔ اللہ پاک قیصر آرا آنٹی کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ والسلام۔

☆ پیارے بھائی اللہ رکھا! پہلے تو یہ بتاؤ یہ نام کس نے اور کیونکر رکھا آپ کی آمد اچھی لگی۔

ثناء کنول...... ڈی آئی خان السلام علیکم! شہلا آپی اور سب رائٹرز ریڈرز کو اس ماہ کا آنچل ملنے سے پہلے بہت دکھ بھری ناقابلِ یقین خبر ملی کہ ہماری بہت پیاری آنچل کی مدیرہ قیصر آرا کی وفات ہو گی بہت دکھ ہوا سن کے۔

کتنی ویران سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کتنے چپ چاپ سے چلے جاتے ہیں جانے والے

اللہ تعالیٰ آنی کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے آمین۔ ماڈل فرینہ اعجاز ایک بار پھر سرورق پہ دسمبر ۲۰۱۹ میں بھی تھی یہاں اچھی لگی۔ "سرگوشیاں" اور "در جواب آں" میں آنی کی کمی ہمیشہ رہے گی۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے رت ہی بدل گی
ایک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

زندگی کتنی عجیب ہے کب کہاں ساتھ چھوڑ جائے پتا بھی نہیں چلتا لیکن آنی ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ فرحت اشتیاق کے والد کا سن کے دکھ ہوا اللہ ان کی مغفرت فرمائے اہل خانہ کو صبرِ جمیل عطا کرے آمین۔ سعیدہ نثار آپی کا نام دیکھ کے اچھا لگا۔ "حمد و نعت"، "ربنا اتنا" سے دلی سکون ملا "ہمارا آنچل" ربیعہ اچھا لگا پڑھ کے آپ مجھے سنجیدہ لگیں۔ سلسلہ وار ناول "اکائی" عشنا آپی گریٹ اپنے اختتام کی جانب بڑھتی کہانی نائس واہ فاطمہ اور نواب صاحب مل گے تو بہت جلد وقار الحق اور فاطمہ بھی ملنے والے ہیں آیت جہانگیر سے محبت کرنے لگی ہے ان کی جوڑی بنے گی اور یہ نواب صاحب کس راہ پہ چل پڑے عشق کرنے لگے عشق جس عمر میں بھی ہو اپنے ساتھ طوفان لاتا ہے دل تو بچہ ہے جی ریحان میاں کہاں ہیں دیکھیں گے آگے ہوتا ہے کیا۔ "سانسوں کے سفر" ایمان آپی بہت عمدہ ایسے لکھتی رہیں شائستہ، اماں جہاں اور مریم اماں جی ہیں اماں جہاں اپنے ماضی کی وجہ سے ایسی ہیں آمنہ جس لڑکے سے شادی کی وہ عنایت بی کا بیٹا ہے اور جب اماں جہاں اور عنایت بی کو پتا چلے گا کہ آمنہ ان کی بہو ہے وہ مان جائیں گی کیونکہ وہ جانتی ہیں آمنہ کو واہ مزہ آئے گا اماں جہاں کو منتہا کی روح سکون نہیں لینے دیں گی اس معصوم کیوں جان جو لی تھی اب سب کو بتا کے

اس کے لیے۔
سلومی کی بہن کی شادی تھی، نوال مہندی میں تو نہ آ سکی تھی مگر شادی میں آنے کا موقع مل گیا تھا اسے، دادو پھوپو کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ ماما، پاپا آفس اور اگر وہ گھر پر بھی ہوتے تو ان سے اجازت لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ سب سے بڑا مسئلہ دادو کا تھیں جو کہ خوش قسمتی سے گھر میں موجود ہی نہ تھیں اس لیے وہ شادی میں شریک ہو رہی تھی۔ دلہن آ چکی تھی، دلہا بھی ہاتھ میں سرخ گلابوں کا بوکے لیے دلہن کا منتظر تھا۔ نوال بڑی دلچسپی سے کھڑی دلہن اور دلہا کا یہ حسین ملاپ دیکھ رہی تھی۔ اسے یہ سب بہت متاثر کر رہا تھا تب ہی بے ساختہ سلومی سے اظہار بھی کر دیا۔ اس کی بات پر سلومی نے بڑے معنی خیز انداز میں اس کی جانب دیکھا۔
''یہ تو کچھ نہیں یار۔ کاش تم رات مہندی میں آتی۔ اتنا مزا آتا ہے ہمارے ہاں مہندی کے فنکشن میں کہ کیا ہی شادی میں آیا ہوگا۔ رئیلی ہم نے بہت انجوائے کیا۔ تم ایک گرینڈ فنکشن مس کر گئیں نوال۔ اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔''
''کیا کرتی یار جانتی تو ہو دادو کو، میں تو تیار تھی آنے کو مگر بدقسمتی سے دادو سے سامنا ہو گیا۔ تمہارے کہنے کے مطابق جھوٹ بولنے کی بھی کوشش کی مگر پکڑی گئی۔'' وہ منہ پھلائے اداسی سے گویا ہوئی۔
''چلو کوئی بات نہیں مہندی میں نہ سہی شادی میں تو آ گئیں ناں۔''
''بائی دا وے تم تو پہلی بار آئی ہو چرچ؟''
''ظاہر ہے۔ تم سے پہلے میری کوئی فرینڈ کرسچن نہیں تھی۔ اگر کسی کا تعلق تھا بھی تو محض ہائے ہیلو تک۔ تمہاری طرح بیسٹ فرینڈ کوئی نہیں تھی۔''
''یہ تو ہے لیکن یار میں یہ کہہ......؟''
''سلومی۔'' ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اس کا بھائی چلا آیا۔ نوال کی اس سے ایک دفعہ سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔

آ ل نے اسے بہت توجہ سے دیکھا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ پرکشش و بارعب سی شخصیت نے نوال کی نظروں کو ہی نہیں بلکہ اس کے دل کو بھی اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ یہ بھی نہ جان سکی جسے وہ دیکھ رہی ہے وہ کب کا پلٹ کر جا چکا تھا اور جو ہے اس کی معنی خیز نظروں نے اسے سر تا پا جانچا تھا۔
''نوال کیا ہوا؟'' اس کے پکارنے پر وہ بری طرح چونکی۔ اس نے حیرت سے سلومی کی جانب دیکھا۔
''ہاں کیا ہوا؟'' بوکھلا کر اس نے پوچھا۔
''کہاں گم ہو؟'' سلومی کا انداز عام سا تھا۔ نوال نظریں چرا گئی تھی۔
''نہیں...... کہیں نہیں، بس یونہی کچھ سوچ رہی تھی۔ تم نے کچھ پوچھا تھا کیا؟'' ذہن اب بھی کہیں اور تھا جسے سلومی محسوس کر گئی تھی۔
''پوچھا تو کچھ نہیں تھا۔ تم کافی دیر سے اردگرد سے غافل جانے کن سوچوں میں گم تھیں۔ میرج کا سارا پروسیس بھی کمپلیٹ ہو گیا مگر تم کھوئی ہی رہیں۔ اسی لیے میں نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔ ورنہ بات تو کوئی نہیں تھی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے گویا وضاحت دی۔ نوال جو اپنی جگہ چور سی بنی کھڑی تھی مطمئن سی ہو گئی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

''آپ بہت بہادر ہیں، خود کو پتھر تصور کرتی ہیں یا پھر خود اذیتی کا شکار ہیں؟'' ٹیکسی کی جانب جاتے ہوئے وہ بے خیالی میں ایک بڑے سے گملے سے ٹکرا گئی تھی۔ خود کو سنبھالنے کے چکر میں وہ فرش پر جا گری۔ ساتھ ہی ایک اور گملا تھا جس کا کنارا ٹوٹا ہوا تھا۔ گرتے ہوئے اس کا ماتھا زور سے اس گملے کی نوک سے جا ٹکرایا۔ نتیجتاً اس کے ماتھے پر گہرا کٹ لگ گیا۔ لان چیئر پر بیٹھے زبیر کی اچانک اس پر نظر پڑی تھی۔ وہ تیر کی تیزی سے اس کی جانب لپکا تھا۔ قریب آنے پر اس کے ماتھے سے خون نکلتا دیکھ کر وہ اپنی گاڑی کی طرف آیا اور ڈیش بورڈ پر رکھے ٹشو بکس سے ڈھیر

سارے ٹشو نکال کر دوبارہ اس کی جانب چلا آیا اور اس کے کسی بھی ردعمل کی پروا کیے بنا ٹشو اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے ذرا سا دباؤ ڈالا۔ سحر نے غصے سے اس کی جانب دیکھا اور اس کے ہاتھ کو زور سے جھٹکا اور بنا کوئی بات کیے انیکسی کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ تب ہی بہزاد نے کہا۔

''میں خود کو بہادر سمجھوں، پتھر تصور کروں یا پھر خود اذیتی کا شکار ہوں۔ اس کے لیے میں دوسروں کو جواب دینے کی پابند نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کو مجھ سے کچھ بھی پوچھنے کا حق ہے۔''

''جی ہاں بالکل درست فرما رہی ہیں آپ، نہ آپ پابند ہیں اور نہ ہی حق دار مگر کسی کی چوٹ پر مرہم رکھنے کے لیے ہمیشہ اپنوں کا ہاتھ ہونا بھی تو لازمی نہیں۔ زخم سے رستا ہوا خون اکثر و بیشتر راہ گیر بھی صاف کر دیا کرتے ہیں اور کسی کی چوٹ پر درد محسوس کرتے ہوئے مرہم لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے بھلے وہ حق دار ہیں یا نہیں۔ ان کا یہ فرض ہے یا نہیں، انسان میں انسانیت اللہ کی طرف سے ہی عنایت کی گئی ہے اگر انسانیت نہ ہوتی تو پھر اس وجود کے بھی کوئی معنی نہیں تھے۔''

''ہونہہ...... انسان اور انسانیت۔ انسانیت صرف ایک مسلمان میں ہی ہوتی ہے کیا۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اس ''لفظ'' سے نابلد ہیں کیا؟'' سامنے دیکھتے ہوئے اس نے نخوت سے استفسار کیا، ذہن میں کچھ اور گردش کر رہا تھا۔

''انسان اور مذہب بالکل مختلف ورڈ میں مس سحر ارتضٰی، مسلمان بھی انسان ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اور ہر انسان میں انسانیت ہوتی ہے بھلے وہ مسلمان ہو یا پھر کوئی اور...... اچھے اور برے لوگ تو ہر جگہ اور ہر مذہب میں ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ بھی یقیناً مانتی ہوں گی ہے ناں؟'' بہزاد سمجھ نہیں سکا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے مگر پھر بھی جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔

''نہیں...... میں نہیں مانتی۔'' کھردرے اور سرد لہجے میں جواب دے کر وہ آگے بڑھ گئی۔

''ویسے مجھے آپ کے اس سوال کی سمجھ نہیں آئی۔'' بہزاد نے کہا۔

''اچھا ہے اگر سمجھ نہیں آئی۔ ویسے بھی یہ کسی کے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ اسے میں نے سمجھ لیا یہی بہت ہے۔'' آخری جملہ وہ بہت آہستہ سے بولی۔

''آپ کی چوٹ بہت گہری ہے۔ آیئے میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔'' وہ جان چھڑانا چاہ رہی تھی مگر جانے کیوں بہزاد بار بار اسے روک لیتا تھا۔

''جی نہیں شکریہ ضرورت نہیں ہے۔''

''چوٹ گہری ہے مس سحر آپ کو اس کی......؟''

''گہری چوٹ...... ظاہری چوٹیں اتنی گہری نہیں ہوتیں مسٹر جتنا تکلیف دیتی ہیں مگر جلد مندمل ہو جاتی ہیں۔ چاہے اس پر مرہم لگائیں یا نہیں کیا فرق پڑتا ہے؟''

''فرق تو پڑتا ہے، اگر چوٹ پر مرہم لگا دیا جائے تو وہ جلد ٹھیک ہو جاتی ہے ورنہ اسے ٹھیک ہونے میں بہت زیادہ دن لگ جاتے ہیں اور جتنی دیر ہوگی اتنی ہی تکلیف میں اضافہ ہوگا۔ بہتر نہیں کہ مرہم لگا لیا جائے تاکہ زیادہ تکلیف سے بچا جا سکے۔''

''مرہم...... ہونہہ۔'' اس نے گویا ناک پر سے مکھی اڑائی اور آگے بڑھ گئی۔ بہزاد چاہتے ہوئے بھی اسے روک نہ سکا تھا۔

ثمین نے کہا یہ عجیب ہے۔ کاشف نے کہا دلچسپ ہے۔ مگر اسے وہ ایک ''معمہ'' لگی تھی۔ معمہ تو وہ کاشف اور ثمین کو بھی لگی تھی مگر وہ بات کو مذاق کے پیرائے میں لے گئے تھے جبکہ وہ پوری سنجیدگی سے اس کی ذات کی کھوج میں تھا۔ اسے یقین تھا وہ اسے حل کر لے گا۔

✿......✿......✿......✿

''یار منکوحہ میری ردا تو ان دنوں منظر سے غائب ہے۔ وہ انیکسی والی سحر خاتون کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' وہ اس وقت لان میں کاشف کے ساتھ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ غصہ ناک پر تھا جبکہ کاشف اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر اسے چڑا رہا تھا۔

آج ہی اپنے قریبی ہاکر سے طلب کریں

نومبر 2020ء کے شمارے کی ایک جھلک

آخری شب: انسانی کی فطرت میں جولانی اسے ایک جگہ ٹک کر رہنے نہیں دیتی۔ وہ روز نت نئے جہان ڈھونڈنے میں اپنی زندگی کے قیمتی سال گنوا دیتا ہے مگر اس کی تشنگی اسے ہر وقت بے چین کیے رکھتی ہے وہ خوب سے خوب ترکی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اسی نشے میں وہ کچھ ایسے لوگو سے بھی ملتا ہے جو اس کی جان کا روگ بن جاتے ہیں وہ تو اپنی دنیا میں اس قدر مگن ہوتا ہے اسے اِن لوگو کے جذبات کو روندنے تک کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو بس اپنی زندگی میں مگن ہوتے ہیں۔

درد مند: وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے جو ہر انسان بلکہ ہر ذی روح میں پایا جاتا ہے جس سر زمین پر انسان پیدا ہوتا ہے اپنی زندگی کے شب و روز گزارتا ہے وہ سر زمین اس کا اپنا وطن کہلاتی ہے۔ جو لوگ وطن کی محبت سے عاری ہوتے ہیں یا وطن سے غداری کرتے ہیں انہیں کبھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا گیا بلکہ دلوں میں ان کے خلاف ہمیشہ نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

رقص اجل: کانگو کے جنگلات میں وحشی قبائل کی لرزہ خیز داستان۔ ایک ایڈونچر پسند پاکستانی ہزاروں سال قدیم قبائل میں جا پھنسا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ پراسرار قوتیں شامل تھیں جنس کی وجہ سے وہ اکثر اوقات مشکلات سے با آسانی نکل جاتا تھا مگر بعض اوقات یہی قوتیں اسے مشکلات سے دو چار بھی کردیا کرتی تھیں، اس کے پاس ایسی جادوئی طاقتیں تھیں جن کی بنا پر وہ گھور اندھیرے میں بھی صاف دیکھ سکتا تھا۔

Naeyufaq.com

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں / (021-35620771/2)

''خبردار اگر ان کا نام بھی لیا تو...... وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اوکے۔'' اس کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے خفگی سے تنبیہہ کی۔

''لو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اگر تمہیں اچھی لگتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں میری اور ان کی دوستی پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں آسانی سے لائن مار سکتا ہوں۔'' کاشف نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ ایسی نہیں ہیں فلرٹ انسان۔'' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کو قتل ہی کردے۔

''میں تو ایسا ہوں ناں ڈیئر......'' اس نے دوبدو جواب دیا۔

''کاشف تم...... تم بہت برے ہو، بہت مزہ آتا ہے ناں تمہیں مجھے تنگ کرنے میں، مجھے رلانے میں۔ دفع ہوجاؤ تم اور مت آیا کرو میرے گھر۔'' وہ یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی اور آنکھیں رگڑتے ہوئے رندھے ہوئے لہجے میں کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''اے منکوحہ...... چھوڑ ناں یار اتنی ننھی سی ناک پہ اتنا غصہ سوٹ نہیں کرتا۔'' کاشف نے تیزی سے اس کی کلائی تھامی اور دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا جو شدت جذبات سے لال ہورہا تھا جبکہ وہ ہونٹ بھینچے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

''ڈونٹ ٹچ می کاشف بن زبیر......'' اس نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانا چاہا۔

''منکوحہ ہو یار...... حق ہے میرا۔''

''کوئی حق نہیں ہے تمہارا مجھ پر جاؤ اپنی کسی ہوتی سوتی پر حق جماؤ...... مجھ پر نہیں۔''

''یار وہ تو پکے ہوئے آم ہیں۔ ایک جھٹکے میں ہی جھولی میں آگرتے ہیں۔ مزا تو دسترس سے دور کسی چیز کو حاصل کرنے میں ہے۔''

''میں کوئی چیز نہیں ایک جیتی جاگتی انسان ہوں کاشف، دل بھی ہے، جذبات واحساسات بھی ہیں، تکلیف بھی محسوس کرتی ہوں، پتھر نہیں ہوں میں۔'' آج تو وہ گویا ہر بات کہہ دینے کے در پہ تھی۔ کاشف فوراً سنجیدہ ہوا۔

''کیا ہوگیا ثمین، بہت بدگمان ہوگئی ہو کیا؟''

''بدگمان ہوئی نہیں تھی کاشف، تم نے کردیا ہے۔'' وہ اپنی کلائی کھینچتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''اعتبار نہیں رہا مجھ پر؟'' اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دریافت کیا تو وہ نظریں چرا گئی۔

''تم نے اعتبار دیا ہی کب تھا کاشف؟''

''کہہ دینے سے اعتبار قائم ہوجاتا ہے کیا؟ مجھ پر نہ سہی اپنے جذبوں پر تو اعتبار ہونا چاہیے تھا ثمین راحت۔'' اس کی بات کاشف کو دکھی کرگئی تھی تب ہی وہ تلخی سے گویا ہوا۔

''جذبوں پر اعتبار ہے تب ہی تو اسی جگہ کھڑی ہوں جہاں آخری بار چھوڑ کر گئے تھے تم۔'' اس کے لہجے میں بھی دکھ در آیا۔

''میں تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں گیا ثمین کاشف یہ محض تمہاری اپنی سوچ تھی اور اب بھی ہے۔ ایک ذرا سے مذاق کو تم نے ساری زندگی پر محیط کرلیا ہے۔''

''تم نے بھی تو منانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بڑھاوا ہی دیتے آرہے ہو۔ ذرا سی دیر کو خوش فہمیوں کے خوشنما جزیرے میں لے جاتے ہو اور خود ہی خود سے بدگمان کرکے ہاتھ پکڑ کر اس جزیرے سے نکال دیتے ہو۔ یہ کیسی محبت ہے؟''

''یہ محبت ہی ہے...... اگر تم شک کی عینک اتار کر اعتبار کی نظر سے دیکھو تو محبت خود اپنا آپ منوالے گی مگر یہ تم سے کبھی نہیں ہوگا، بالکل بھی نہیں۔'' اس کی کلائی کو جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے مڑا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ ثمین آنسو بھری آنکھوں سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

نوال میں بہت تیزی سے تبدیلیاں رونما ہورہی تھیں۔ مگر گھر سے باہر ابھی بہت کچھ بدل جانے کے باوجود گھر والوں سے تھوڑی بہت جھجک ضرور تھی۔ نوال کو بھلے سلومی

pklibrary.com

کی باتیں، اس کا لائف اسٹائل، اس کی آزادی متاثر کررہی تھی مگر کہیں نہ کہیں یہ پسندیدگی، یہ متاثر کن خیالات اسے اندر ہی اندر نادم ضرور کرتے تھے۔ جنہیں وہ ڈھٹائی سے نظر انداز کر جاتی تھی۔ جانے اس فیملی میں ایسی کیا بات تھی کہ نوال کو اپنے ''اصل'' سے زیادہ ان کے کھلے جذبات و خیالات متاثر کرتے تھے اور وہ ان کے پیچھے کھنچی چلی جارہی تھی۔ روشنیوں سے نکل کر اندھیروں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ یہ سوچے بنا کہ وہ درحقیقت کر کیا رہی ہے؟

''کیا بات ہے سلومی...... پریشان ہو؟'' جب وہ کلاس میں داخل ہوئی تو سلومی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس نے اس وقت توجہ نہیں دی تھی کیونکہ کلاس شروع ہوچکی تھی مگر لیکچر اٹینڈ کرتے ہوئے بھی اس کا سارا دھیان سلومی کی طرف ہی رہا تھا جونہی پریڈ ختم ہوا اس نے فوراً استفسار کیا۔

''نہیں تو...... میں پریشان کیوں ہوں گی؟'' اس نے حیرت سے نوال کو دیکھا۔

''تم پریشان ہو سلومی۔ اتنا اندازہ تو ہے مجھے۔ یہ اور بات ہے کہ تم اپنی پریشانی مجھ سے شیئر کرنا نہیں چاہتیں۔'' اس نے پورے وثوق سے کہا تو سلومی نے چند پل اس کو دیکھا اور پھر گویا ہوئی۔

''یار ایکچوئیلی۔ میں اپنے بھائی کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔'' لفظ ''بھائی'' پہ نوال کی ساری حسیں بیدار ہوگئی تھیں۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' بظاہر بے پروائی دکھائی تھی، لہجہ اور انداز بھی سرسری ہی تھے مگر سلومی بھی قیامت کی نظر رکھتی تھی۔

''پتا نہیں یار بھائی کو کیا ہوگیا ہے، بیمار بیمار سے لگتے ہیں، اداس اداس پھرتے ہیں، گھر تو آنا تقریباً چھوڑ رہی دیا ہے، کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کرتے، سب گھر والے ان کی وجہ سے پریشان ہیں، جانے کیا ہوگیا ہے انہیں۔'' اس کی جانب دیکھتے ہوئے وہ افسردگی سے بولی۔

''گھر نہیں آتے تو پھر کہاں رہتے ہیں وہ؟''

''چرچ میں۔''

''واٹ......! چرچ میں کیوں؟'' اسے خاصی حیرت ہوئی۔

''اسی کیوں کا جواب ہی تو ہم بھی ڈھونڈ رہے ہیں۔''

''کیا پہلے بھی انہوں نے ایسا کیا ہے؟ یعنی گھر کو چھوڑ کر چرچ میں رہنا؟''

''نہیں یار امریکہ سے آنے کے بعد ہی ان میں یہ تبدیلی آئی ہے۔ جانے اب ایسا کیا ہوگیا ہے جس نے انہیں ٹوٹلی چینج کردیا ہے۔ حالانکہ پہلے وہ بالکل ایسے نہیں تھے۔ خوب ہلا گلا کرنے، سب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اب تو لگتا ہے گویا مسکرانا بھول گئے ہیں۔ اتنے سنجیدہ اور روڈ سے ہوگئے ہیں کہ اب انہیں بلاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔''

''تم لوگوں نے کبھی ان سے اس تبدیلی کی وجہ نہیں پوچھی؟'' اس نے پوچھا۔

''پوچھنے کی ہمت ہو تب ناں؟'' اس کے افسردگی بھرے انداز پر وہ خاموش ہوگئی اور کچھ سوچنے لگی۔ سلومی نے بہت غور سے اس کو دیکھا۔ نوال اس کی نظروں کو سمجھ نہیں پائی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

ان دنوں وہ بہت مضطرب سی، بے چین اور عجیب الجھن کا شکار تھی اور اس سب کی وجہ ''کاشف زبیر'' تھا جو اس روز کی اتفاقیہ ملاقات کے بعد اس کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔ روز اس کے سامنے چلا آتا تھا۔ دوستی کی پیشکش کرتا وہ اب گھر تک آ گیا تھا۔ اس نے خوب برا بھلا کہا، غصہ سے اسے ڈانٹا بھی مگر وہ ڈھیٹ بنا اس کے پیچھے ہی پڑ رہا۔ سحر اسے نظر انداز کیے اپنے کاموں میں مگن رہنے لگی۔ وہ تو گویا گھر کا فرد بن بیٹھا تھا۔ آتا لاؤنج میں بیٹھتا جو دل میں آئے کرتا۔ دل چاہتا تو کچن میں گھس جاتا۔ چائے، کافی، کھانا کھاتا اور خاموشی سے واپسی لوٹ جاتا۔ سحر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی، اس کی حرکتوں سے وہ تنگ آ گئی تھی۔

''تم کیوں کررہے ہو آخر ایسا؟'' اس روز وہ کچن میں

pklibrary.com

کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب وہ چلا آیا تھا۔ اس نے خاصے ضبط سے استفسار کیا۔

''آپ آخر اعتبار کیوں نہیں کر لیتیں؟'' اس نے ''اتنے'' ہی سکون سے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''کیونکہ میں اعتبار کرنا نہیں چاہتی۔'' انداز و لہجہ انتہائی سرد تھا۔

''آپ اعتبار کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟''

''میری مرضی۔'' وہ دانت کچکچاتے ہوئے گویا ہوئی۔

''مرضی تو بعد میں ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کئی وجوہات بھی ہوتے ہیں۔ وہی میں جاننا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کی برداشت آزما رہا تھا۔

''کوئی زبردستی ہے کیا؟'' وہ ضبط سے گویا ہوئی۔

''زبردستی کی بات نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ ثبوت تو آپ دیکھ ہی چکی ہیں؟ زبردستی نہ بھی کروں تو اتنا ڈھیٹ ضرور ہوں کہ پتھر کو بھی بولنے پر اکسا سکتا ہوں۔'' وہ معنی خیزی سے گویا ہوا۔

''تم مجھ سے آخر چاہتے کیا ہو؟'' وہ زچ ہو کر بولی۔

''صرف دوستی۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

''مگر مجھے کسی ''دوست'' کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات میں کتنی دفعہ تم لوگوں کو بتا چکی ہوں۔''

''کیوں...... کیوں ضرورت نہیں ہے؟ دوست کی ضرورت تو ہر کسی کو رہتی ہے۔''

''مجھے نہیں ہے۔ مجھے اس لفظ اور اس رشتے پر اعتبار نہیں ہے، اپنی زیست کی کتاب کے ہر ورق سے اس رشتے اور اس نام کو کھرچ چکی ہوں میں......اب دوبارہ سے لکھ کر وہی غلطی دوہرانا نہیں چاہتی۔ وہی گھٹن، وہی شرمندگی اور وہی اذیت دوبارہ خریدنا نہیں چاہتی۔'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گئی جو کسی طرح زبان سے نکالنا نہیں چاہتی تھی۔ کاشف نے جتایا نہیں تھا۔

''ضروری تو نہیں کہ ہر بار کا تجربہ ناکام ٹھہرے؟''

''ہاں ضروری تو نہیں مگر اب دل نہیں مانتا اعتبار کرنے کو، دوستی یا کسی بھی ریلیشن کو ایکسپٹ کرنے کو، مجھے وحشت ہوتی ہے لوگوں کو دیکھ کر، لوگوں میں رہ کر، مجھے تنہائی میں سکون ملتا ہے مگر تنہائی ہی میسر نہیں ہے۔'' وہ آہستگی سے کہہ کر چلی گئی، اس لمحے کاشف کو وہ بہت الجھی ہوئی لگی تھی۔ پتا نہیں کیا بات اس کو الجھا رہی تھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

❁......❁......❁......❁

''نوال پلیز میری بات مان لو، صرف ایک دفعہ بات کر لو، یہ ان کی زندگی کا سوال ہے۔ ان فیکٹ ہماری زندگی کا سوال ہے۔'' آخری جملہ اس نے آہستگی سے ادا کیا مگر آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ نوال کے کانوں تک با آسانی پہنچ گئی تھی۔

''میں تمہاری بات اچھی طرح سمجھ رہی ہوں سلومی لیکن میں وہ نہیں کر سکتی جو تم چاہتی ہو اور پھر یہ کیونکر ممکن ہے؟ تمہارے برادر کو سمجھنا چاہیے، سوچنا چاہیے کہ میں ایک مسلم ہوں اور وہ کرسچن۔ اتنے بڑے فرق کو کیسے انہوں نے نظر انداز کر دیا؟'' جب نوال خود اس سے ملی تھی تو اس سے متاثر ہوئی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ خود اس کے لیے جوگ لیے بیٹھا ہے۔ وہ بھی اب سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے۔ بقول سلومی اس سے اس کی دوستی کی اصل وجہ بھی یہی تھی اور اب وہ اس کے لیے اپنے بھائی کی جانب سے دوستی کی پیشکش لے کر آئی تھی اور اب نوال کو خیال آیا تھا کہ ایک تو کسی لڑکے سے دوستی، دوسرا مذہب، مسلک، فرقہ سب کچھ تبدیل ہونے کی وجہ سے کس طور ممکن نہ تھا اس کے گھر والے تو کیا ارد گرد کے لوگ ہی اسے قتل کر دیتے۔

''ایم سوری سلومی۔ آئی کانٹ ٹو ڈو دس۔'' اس نے دو ٹوک انداز میں جواب دیا تھا۔ دل دھڑک رہا تھا ایسی بات سوچ کر، اس میں بھلا ایسی ہمت و طاقت کہاں سے آئی کہ وہ اپنے بل بوتے پر اتنا بڑا قدم اٹھا لے؟

''تم کر سکتی ہو نوال۔ بس ایک ذرا قدم بڑھانے کی دیر ہے اور پھر وہ کون سا تمہیں اپنے ساتھ بھاگنے کو کہہ رہے

ہیں۔صرف دوستی ہی تو کرنا چاہتے ہیں تم سے۔"

"تمہارے لیے یہ معلولی سی بات ہے سلومی لیکن اسے کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"اچھا چلوتم دوستی مت کرو۔ ایٹ لیسٹ بات تو کرسکتی ہوناں؟ وہ گھر تو آئیں۔ ہمارے لیے یہی بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ پلیز نوال اب انکار مت کرنا۔ تم شاید جانتی نہیں ہو،ہم کتنے پریشان ہیں ان کی وجہ سے اگر تم ذرا سی مدد کردو گی تو کیا حرج ہے۔" اسے سوچوں میں غلطاں دیکھ کر سلومی نے مزید اصرار کیا۔

"نن......نہیں سلومی۔ آئی ایم سوری میں نہیں کرسکتی۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"تم خود بھی ان سے بات کرنا چاہتی ہوناں؟" اس کی نہ کو نظر انداز کرتے ہوئے پورے وثوق سے اس نے پوچھا۔ نوال نے یوں اس کو دیکھا جیسے بہت بڑی چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو۔

"نہیں سلومی......اگر ایسی بات ہوتی تو میں تمہیں منع کیوں کرتی۔"

"تم منع صرف اس لیے کررہی ہو کیونکہ تم میں جھجک ہے، ہمت نہیں ہے تم میں، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سلومی نے استفسار کیا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" اس نے سر جھکالیا تھا۔

"شاید نہیں۔ میں یقیناً صحیح کہہ رہی ہوں۔"

"لیکن تم سمجھ نہیں رہی ہو کہ میں......؟"

"میں سب سمجھ رہی ہوں نوال۔ تمہارے گھر والے، تمہارا مذہب تمہیں قدم بڑھانے سے روک رہا ہے۔ تو ڈیئر انہیں بتا کون رہا ہے؟ اور پھر صرف بات ہی تو کرنا ہے۔ بات کرنے میں بھلا کیا حرج ہے؟" وہ اسے نئی راہ دکھارہی تھی جو اس وقت اس کے لیے بھی کسی سہانی شاہراہ سے کم نہیں تھی۔ وہ چل پڑی تھی۔ سفر شروع کردیا تھا۔ منزل کیا اور کیسی ہے؟ کچھ خبر نہیں تھی۔ بس قدم رکھ دیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"پلیز سحر جی تھوڑی دیر کے لیے آجائیں۔ مجھے بہت اچھا لگے گا۔" آج ثمین کی سالگرہ تھی۔ عموماً وہ مناتی نہیں تھی ایک تو کسی کو یاد نہیں رہتا تھا۔ دوسرا اسے خود یہ ایک بچکانہ سی حرکت لگتی تھی لیکن اس بار جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اکیلی ہی اس دن کو منانے کا سوچ لیا۔ کچھ اس کا حلقہ احباب پہلے سے ذرا وسیع ہوگیا تھا۔ بہزاد آگیا تھا۔ کاشف تھا گو ناراض تھا مگر تھا تو، سب سے بڑھ کر اسے سحر مل گئی تھی بھلے اس نے دوستی نہیں کی تھی مگر وہ تو اسے دوست مانتی تھی ناں؟

"تم جاؤ ثمین میں کوشش کروں گی اگر آسکی تو۔" چائے کی پتی کا ڈبا کیبنٹ میں رکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"نہیں سحر پلیز...... بعد میں نہیں۔ وہ ایکچوئلی میں کوکنگ کررہی ہوں فرسٹ ٹائم......سوچا آپ سے بھی مدد لے لوں اگر آپ میری ہیلپ کردیں تو......؟ ویسے ضروری نہیں ہے، میں خود بھی کیک بناسکتی ہوں اگر آپ اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلادیں گی تو...... میں تو آل ریڈی آپ کی دیوانی ہوں۔ مزید ہوجاؤں گی۔" اس کی باتوں کے دوران وہ خاموشی سے اپنے کام مصروف رہی مگر آخری جملے پر چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"ثمین میں نے بارہا تمہیں کہا ہے کہ میرے لیے تم ایسے الفاظ استعمال مت کیا کرو۔"

"آپ خود سے اتنی بدگمان کیوں ہیں سحر؟" ثمین نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ میں اپنے بارے میں اچھی طرح سے جانتی ہوں۔" آہستگی سے کہہ کر وہ دوبارہ سے اپنے کام میں مگن ہوگئی۔ ثمین نے چند پل بغور اس کی جانب دیکھا۔

"کیا آپ......؟"

"ثمین......تم چلو میں آتی ہوں۔" سحر اس سے پہلے کچن سے نکل گئی، مزید کوئی سوال کرتی سحر نے فوراً ٹوک دیا تھا۔ ثمین اپنا سا منہ لے کر رہ گئی اور سر جھکائے خاموشی سے واپس چلی آئی۔

سحر نادم سی ہوئی تھی اپنے رویے پر مگر وہ کیا کرتی؟ یہ

pklibrary.com

لوگ بھی تو اس کی "ذات" کو کریدتے رہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کی ذات میں دلچسپی لے۔

"ثمین......" کچن کے دروازے میں کھڑے ہو کر سحر نے اس کو پکارا تو وہ چونکتے ہوئے مڑی، سحر کو دیکھ کر تو گویا اس کی باچھیں ہی کھل گئی تھیں۔ اس کا انداز اتنا والہانہ تھا کہ سحر اپنے رویے پر شرمندہ سی ہوگئی تھی۔

"آئیں سحر، یہ دیکھیں یہ سب چیزیں میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی ہیں؟ یہ تو نہیں جانتی کہ کیسی بنی ہیں مگر بن ضرور گئی ہیں۔" نوڈلز، میکرونی، فروٹ ٹرائفل اور کچھ ایسی ہی بچوں کے کھانے والی ڈشز تھیں۔ کچھ ثمین کا انداز بھی معصومانہ سا تھا کہ نا چاہتے ہوئے بھی سحر کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔ جسے اس نے نامحسوس انداز میں چھپا لیا تھا۔

"ویسے میرا دل چاہ رہا تھا۔ میں بریانی، قورمہ، کوفتے، کباب وغیرہ بھی پکاؤں مگر یہ سب مجھے پکانا نہیں آتا۔ جو کچھ بنایا ہے وہ بھی ایک کھانا پکانے کی کتاب سے دیکھ کر بنانا ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ پکا کیسا ہے؟"

"کوئی بات نہیں باقی ڈشز میں تیار کر دیتی ہوں۔ تم بھی سیکھ لینا۔" کھانوں پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتے اس نے بنا اس کی جانب دیکھے کہا تو ثمین نے خاصی حیرت سے اسے دیکھا۔

"رئیلی...... کیا واقعی میں آپ میری ہیلپ کریں گی سحر؟"

"ہاں...... تم نے اسی لیے تو بلایا تھا۔" اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے سحر آپ کو بلانے کا یہ مقصد تھوڑا ہی تھا۔ میں تو بس آج کے دن آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ ورنہ یہ سب تو میں خالدہ سے بھی پکوا سکتی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ آج میرے ہاتھ کا پکا کھا لینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے خلوص سے کہا، ثمین تو پھولے نہ سمائی تھی۔ جتنی دیر وہ کھانا پکاتی رہی ثمین مسلسل باتیں کرتی رہی۔ سیکھنا تو دور کی بات اس نے ایک نظر بھی پکتے ہوئے کھانے پر نہ ڈالی تھی۔

"ثمین...... ممی یار کہاں ہو تم، بلوا کر بھول گئی ہو کیا؟"

کھانا آخری مراحل میں تھا جب ایک مانوس سی آواز سنائی دی، سحر نے چونکتے ہوئے ثمین کی جانب دیکھا جو خود زبان دانتوں تلے دبائے کھڑی تھی۔

"بھول گئی آپ کے علاوہ میری برتھ ڈے پر ایک اور مہمان بھی انوائیٹڈ ہیں۔ جنہیں آپ سے باتیں کرتے ہوئے میں بھولے بیٹھی ہوں۔ ایک منٹ سحر میں آتی ہوں۔" وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکی، کھانا پک چکا تھا، بریانی دم پر تھی۔ سحر نے چولہا بند کیا اور باہر نکل آئی۔ ثمین لاؤنج میں بہزاد کے ساتھ بیٹھی تھی۔ بہزاد نے جونہی سحر کو دیکھا تو حیرت سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام وعلیکم!" وہ ثمین سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے بہزاد نے پہل کر دی۔ سحر نے سرسری سا اس کی جانب دیکھا اور محض سر ہلا کر سلام کا جواب دیتی ثمین کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میں چلتی ہوں ثمین۔"

"ارے ایسے کیسے جا رہی ہیں آپ؟ اتنا اہم ایونٹ ہے آج، ثمین صاحبہ اس دنیا میں آئی تھیں اور آپ جا رہی ہیں، سحر ارتضٰی صاحبہ ہاؤ سیڈ۔" اس سے پہلے کہ ثمین سحر کی بات کا جواب دیتی اچانک کاشف کہیں سے چلا آیا اور ثمین کو شریر سے انداز میں دیکھتے ہوئے مصنوعی تاسف سے گویا ہوا تو ثمین نے نخوت سے سر جھٹک دیا۔

"میں جا رہی ہوں ثمین۔ میں اس لیے آ گئی تھی کیونکہ تب تم اکیلی تھیں، اب چونکہ تمہارے مہمان آ چکے ہیں تو میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہیے۔ ویسے بھی میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے، مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں سحر صاحبہ، ثمین تو آپ......"

"ایکسکیوزمی مسٹر بہزاد زبیر میں آپ لوگوں سے بات نہیں کر رہی اور نہ ہی مجھے آپ لوگوں سے کوئی غرض ہے، میں ثمین کے لیے آئی تھی اور اسی سے بات کر رہی ہوں سو

pklibrary.com

پلیز خوامخواہ ہمارے درمیان انٹرفیئر نہ کریں، میرا خیال ہے یہ خاصا غیر اخلاقی فعل ہے۔ اب میں چلتی ہوں ثمین۔'' اس کی جانب طنزیہ انداز میں دیکھتے گویا ہوئی۔

''لیکن سحر ایسے کیسے آپ؟ آئی مین آپ تو......؟'' اس کے سرد وسپاٹ لہجے کی وجہ سے ثمین ہچکا کر گویا ہوئی۔

''مجھے کام ہے ثمین، میں صرف تمہاری ہیلپ کی وجہ سے آ گئی تھی۔ اب چلتی ہوں۔'' اس کی بات قطع کرتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔ لاؤنج میں کھڑے تینوں نفوس نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کندھے اچکا کر رہ گئے تھے۔

❁......❁......❁......❁

''یہ تم کیا کر رہی ہو سلومی، پاگل ہو گئی ہو کیا، تم مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر جا رہی ہو وہ بھی......؟''

''افوہ نوال...... کچھ نہیں ہوتا تمہیں، اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو اور ابھی میں تمہارے ساتھ ہی ہوں ناں۔ بھائی نے صرف پانچ منٹ تم سے بات کرنا ہے۔ تمہیں تنہا اکیلے آؤٹنگ پر تو نہیں لے جا رہے۔''

''لیکن سلومی، میں لیٹ ہو جاؤں گی یار۔ اب تو عصر کی اذان ہونے والی ہے اور تم جانتی ہو مجھے ہر صورت عصر سے پہلے گھر پہنچنا ہے۔ اگر نہیں پہنچی تو دادی کا پتا ہے ناں تمہیں؟'' گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اس نے سلومی سے کہا جو بظاہر اس کی بات سن تو رہی تھی مگر اردگرد متلاشی نگاہیں بھی دوڑا رہی تھی۔

ٹراؤزر، سلیولیس شرٹ اور شولڈر تک آتے ہوئے اس کے سیاہ چمکیلے گھنے بال، سلومی اتنی خوب صورت نہیں تھی مگر پھر بھی اس وقت خاصی اچھی اور پروقار لگ رہی تھی۔ نوال نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ایک چور سی نگاہ خود پر ڈالی تھی۔ ڈھیلی ڈھالی شلوار قمیص اس پر بڑا سا دوپٹا۔ اس انداز میں تھا کہ پورا جسم بھی ڈھکا ہوا تھا جانے کیوں اس وقت اسے اپنا حلیہ خاصا پرانا محسوس ہوا تھا۔ اس نے بالکل غیر محسوس انداز میں دوپٹا کندھوں سے اوپر کرتے ہوئے سر سے بھی سرکا دیا تھا۔

''سلومی میں کچھ کہہ رہی ہوں، تم سن رہی ہو یا نہیں؟''

''ڈونٹ وری یار کچھ نہیں ہوتا تم اتنا کیوں گھبرا رہی ہو، میں ہوں ناں اور اگر تم لیٹ ہو بھی گئی تو کہہ دینا ٹریفک جام تھا۔'' بے نیازی سے مسکراتے ہوئے اس نے کہا تو نوال خاموش ہو گئی تھی۔ عصر کی اذان شروع ہو گئی تھی اور جونہی اذان شروع ہوئی تو وہ جو سلومی کی بات پر خاموش کھڑی تھی۔ یکلخت بے چین ہو اٹھی تھی۔

''میں اور انتظار نہیں کر سکتی سلومی بہت دیر ہو گئی ہے۔''

''صرف پانچ منٹ اور نوال اگر برو نہ آیا تو بھلے چلی جانا۔ لیکن پلیز تھوڑی دیر اور رک جاؤ......''

''تم جانتی ہو سلومی...... میں......''

''کچھ نہیں ہوتا یار میں ہوں ناں...... نوال عصر کی اذان ہو رہی ہے آج تمہارا دوپٹا کیوں اترا ہوا ہے۔'' اس نے جان بوجھ کر بات بدل دی۔ نوال ایک پل کو گڑبڑائی۔

''ہاں وہ...... یہ دوپٹا بہت تنگ کر رہا ہے۔ ٹک ہی نہیں رہا سر پر۔'' وضاحت کرتے ہوئے اس نے دوپٹا کا ایک سرا یوں پکڑ کر سر پر رکھا کہ وہ تھوڑی دیر میں خود ہی اتر جائے۔

''ویسے ایک بات ہے سر پر دوپٹا لیے بغیر تم زیادہ چارمنگ لگتی ہو...... لو برو بھی آ گئے۔'' اسے معنی خیز انداز میں دیکھتے ہوئے اچانک پرجوش انداز میں بولی۔ شیری آ گیا تھا۔

''او کے نوال۔ میں جا رہی ہوں ٹھیک پانچ منٹ بعد تمہیں ملوں گی بائے۔''

''ارے ارے...... سلومی رکو......'' وہ اسے پکارتی رہ گئی اور وہ ایک سیکنڈ میں نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اتنے میں شیری بالکل اس کے قریب آ گیا تھا۔

''ہائے......'' بھاری بارعب اور دلکش آواز میں آہستگی سے کہا۔ نوال پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی تھی۔ اس نے آج تک فون پر ہی بات کی تھی تب کبھی اس کی حالت یوں غیر نہیں ہوئی تھی مگر آج آمنے سامنے وہ گھبرا رہی تھی۔

''ہیلو......'' اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا مگر اس کی جانب دیکھا نہیں۔

pklibrary.com

”ہاؤ آر یو..... نوال۔“

”میں..... میں ٹھیک ہوں۔“

”آؤ تمہیں کافی پلواتا ہوں۔“

”نہیں پلیز آج نہیں پھر کسی دن۔ آج میں بہت لیٹ ہوگئی ہوں۔“ اس نے مضطرب سے انداز میں کہا۔

”ڈونٹ وری یار۔ میں تمہیں خود چھوڑ کر آؤں گا۔ تم اتنی ٹینس کیوں ہورہی ہو۔ بی بریو ڈیئر۔ پیار کرنے والے کبھی ڈرتے نہیں۔“ کہتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تو نوال کو تو گویا جھٹکا لگ گیا تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ چھڑالیا اور شیری اس کے انداز پر مسکرا دیا تھا۔

✿......✿......✿......✿

”نہیں ثمین آج میں تمہیں بھاگنے نہیں دوں گا۔ فرار سے مسئلے حل نہیں ہوا کرتے بلکہ شک وشبہات میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو۔“ اس سے پہلے کہ ثمین وہاں سے بھاگتی کاشف نے سختی سے اس کی کلائی تھامتے ہوئے روک لیا۔

”کیا بات کرو گے کاشف؟ کس شک کو دور کرو گے، اس شک کو جو تم نے خود پیدا کیا ہے۔ کس بات کی وضاحت کرو گے؟ ان باتوں کی جن کو لے کر تم نے از خود مجھے خود سے بدگمان کیا ہے؟“ ثمین نے کٹھور لہجے میں استفسار کیا۔

”ٹھیک ہے ثمین..... میں کوئی وضاحت نہیں کرتا، کسی شک کو دور نہیں کرتا لیکن ایٹ لیسٹ ہم بات تو کر سکتے ہیں ناں؟ اس رشتے کے علاوہ ہمارے بیچ ایک اور رشتہ بھی تو ہے، ہم اچھے دوست بھی تو ہیں جب تک تم اس رشتے پر بات نہیں کرنا چاہتی جب تک تم ہمارے اس رشتے کو شک کی نگاہ سے دیکھنا بند نہیں کردیتیں تب تک پہلے جیسے دوست تو بن سکتے ہیں ناں، اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے ناں؟ میں وعدہ کرتا ہوں جب تک تم نہیں چاہو گی میں اس موضوع پر بات نہیں کروں گا۔“

”میں نے دوستی سے کب انکار کیا ہے کاشف۔ دوست تو میں اب بھی ہوں۔“ اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا

”دوستی ہے تو دوستی ہی رہے گی۔ جب تک تم نہیں چاہو گی ہم اس رشتے پر کوئی بات نہیں کریں گے لیکن تمہیں بھی وعدہ کرنا پڑے گا کہ تم بھی اس بات کو لے کر کبھی جھگڑا نہیں کرو گی۔“ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

”میں وعدہ کرتی ہوں۔ جھگڑا نہیں کروں گی۔“ ثمین نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پورے یقین کے ساتھ کہا تھا۔

✿......✿......✿......✿

سلومی نے اس کا ہاتھ تھام کر ایک انجانی و نئی شاہراہ پر لاکھڑا کیا تھا اور خود منظر سے غائب ہوگئی تھی۔ جاتے ہوئے بس اتنا کہہ گئی تھی۔ میں جارہی ہوں کچھ دنوں کے لیے کہاں؟ یہ خبر نہ دی تھی وہ تنہا ہی اس راہ پر چل پڑی تھی۔ اگر پہلے جیسی دبوسی ہوتی تو شاید کبھی نہ چل پاتی۔ سلومی جاتے ہوئے اسے خاصا پراعتماد بنا گئی تھی۔ اس کے اندر اب حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ آ گیا تھا۔

”نوال کہیں جارہی ہو بیٹا؟“ اتوار کا دن تھا سب گھر پہ ہی تھے۔ حسن احمد شیرازی اور دیبا شیرازی ناشتہ کررہے تھے۔ جب کہ دادی ناشتہ کرکے اپنے کمرے میں آرام کررہی تھیں۔

کچھ دیر قبل شیری کا فون آیا تھا۔ وہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ بیگ اٹھائے چلی آئی تھی۔ تب ہی دیبا شیرازی (ماما) نے استفسار کیا تھا۔ وہ ایک لمحے کو گڑبڑائی تھی۔ دوسرے ہی لمحے پورے اعتماد سے گویا ہوئی۔

”مما میں ذرا باہر جارہی ہوں۔“

”باہر..... کیوں؟“ انہوں نے حیرت سے دریافت کیا تو حسن احمد شیرازی بھی چونکے۔

”وہ مما..... میری ایک فرینڈ ہے ناں ثمانہ۔ اسے مجھ سے کچھ کام تھا۔ جلدی واپس آجاؤں گی۔“

”ثمانہ یہ تمہاری کون سی فرینڈ ہے؟ پہلی بار نام سنا ہے۔ ثمانہ۔“

”یہ میری نئی فرینڈز ہے مما۔ کچھ دن قبل مائیگریشن کروا کر ہمارے کالج میں آئی ہے۔ بہت اچھی ہے، آپ پچھلے

pklibrary.com

دنوں ٹور پر تھیں ناں اسی لیے آپ کو نہیں پتا۔" اس نے پورے اعتماد کے ساتھ جھوٹ بولا حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ سلومی کے بعد اس نے کسی سے دوستی کی ہی نہیں تھی۔ جو تھے وہ بھی سلومی کی وجہ سے اسے چھوڑ گئے تھے۔

"احتیاط کرنا بیٹا۔ آج کل زمانہ بہت خراب ہے۔"

"جی مما...... آپ فکر نہ کریں، میں بچی تھوڑا ہی ہوں۔ اب میں جاؤں مما۔"

"جاؤ اور جلدی آ جانا۔"

"نوال......"

"جی مما۔" وہ آہستگی سے کہہ کر تیزی سے آگے بڑھی تھی تب ہی دیبا شیرازی کی نگاہ اس کے بنا دوپٹے کے سر اور پھر کھلے بالوں پر پڑی تھی۔ انہوں نے خاصی حیرت سے بیٹی کو پکارا تھا۔

"جی مما۔" وہ چونکتے ہوئے پلٹی۔

"تم نے کٹنگ کروائی ہے؟" سر سے اترے ہوئے دوپٹے پر انہوں نے کوئی باز پرس نہیں کی تھی۔ البتہ کٹے ہوئے بال ان کی توجہ کا مرکز ضرور تھے۔ جو کمر سے کندھوں تک آ چکے تھے۔ نوال گڑبڑائی، کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے، لمحے بھر بعد ڈھٹائی سے گویا ہوئی۔

"وہ ایکچوئیلی مما...... بال بہت رف ہو گئے تھے۔ سب فرینڈز کہہ رہی تھیں کٹنگ کروا لو۔ اس سے بال بڑھیں گے بھی اور مزید اچھے بھی ہو جائیں گے۔ اس لیے......"

"واہ بیٹا واہ...... پہلے دوستوں کے کہنے پر چل رہی تھیں۔ جو آج ان کے کہنے پر دوپٹا بھی اتار دیا اور بال بھی کٹوا دیے؟" اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی دادی اپنے کمرے سے نکل آئیں اور اس کی بات سن کر طنزیہ گویا ہوئیں۔ نوال نے ناگواری سے لب بھینچ لیے تھے۔

"میں چلتی ہوں مما۔" وہ ان کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دیبا شیرازی کو بتا کر تیزی سے آگے بڑھی۔

"کہاں جا رہی ہو نوال؟" دادی نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"دادی پلیز اب میں بچی نہیں رہی کہ جہاں بھی جاؤں آپ کو بتا کر جاؤں سمجھ دار ہوں، اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہوں۔ آپ پلیز بات بات پر ٹوکا مت کریں۔" وہ بنا ڈرے، بنا جھکے، پر اعتماد انداز میں کہہ کر تیزی سے آگے بڑھی۔ وہاں پر موجود تینوں افراد اس کے اس درجہ بدلے ہوئے انداز پر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ دادی تو اس کے رنگ ڈھنگ، بہت دنوں سے دیکھ رہی تھیں مگر دیبا اور حسن شیرازی نے آج پہلی بار دیکھے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁

"مسٹر بہزاد زبیر اب آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"اس میں حد سے بڑھنے والی کیا بات ہے مس سحر ارتضیٰ۔ پسند و ناپسند کا حق تو ہر انسان کو ہے۔ اگر میں نے اپنی پسند کا اظہار کر دیا ہے تو اس میں حد سے بڑھنے والی کیا بات ہے۔" اس کی بات پر، جس طرح سحر نے اپنا ردعمل دیا تھا۔ وہ خاصا چونکا دینے والا تھا۔ بہزاد کو اتنا تو پتا تھا کہ کسی بھی لڑکی کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کیا جائے تو اس کا رویہ سخت ہی ہوگا۔

"دیکھیے مسٹر بہزاد کیا غلط ہے اور کیا صحیح کسے پسند و ناپسند کا حق ہے اور کسے نہیں۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، مجھے صرف خود سے مطلب ہے اور میرے نزدیک آپ اپنی حد کراس کر رہے ہیں۔" وہ سرد و سپاٹ لہجے میں گویا ہوئی۔

"ایک بات تو بتائیں مس سحر ارتضیٰ۔ آپ کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟" بہزاد نے اچانک پوچھا تو سحر نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں کوئی سڑک چھاپ، آوارہ اور لوفر نہیں ہوں۔ ایک میچور مرد ہوں، میں نے آپ سے ایک بات کہی اس پر آپ کا جذباتی ہونا جائز ہے لیکن جس طرح آپ ہائپر ہوئیں وہ میری سمجھ سے باہر ہے، میں نے ایک بات پوچھی۔ آپ کو اچھی نہیں لگی او کے فائن لیکن آپ کا یوں کاٹ کھانے کو دوڑنا میری سمجھ میں نہیں آیا، آخر

pklibrary.com

کیوں؟" اس نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا تو سحر گڑبڑائی اور اپنے کچھ دیر قبل والے ردعمل پر شرمندہ ہوتے ہوئے نظریں چرا گئی۔

"مجھے چھوڑیں آپ بتائیں آخر آپ لوگوں کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ کیوں آپ لوگ میرے پیچھے پڑے ہیں، مجھے کیوں کریدنے کی کوشش کرتے ہیں؟ میری زندگی ہے میں جیسے چاہوں گزاروں۔ آپ لوگوں کو کیا پرابلم ہے۔ ہر کوئی میری ذات پر سوال اٹھاتا ہے کیوں...... کون ہے ایسا جو دوسروں کی لائف میں دخل اندازی کرتا ہے؟ جیسا کہ آپ، ہر کوئی ایک دوسرے میں مختلف ہوتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سب اٹھ کر اس کی زندگی کا پوسٹ مارٹم شروع کردیں۔ جیسا کہ آپ، آپ جو مجھے کریدتے رہتے ہیں کہ مجھے کیا پرابلم ہے، آج میں آپ سے پوچھتی ہوں آخر آپ کو کیا مسئلہ ہے؟ آپ کیوں میرے......" وہ سخت وکھ درے لہجے میں بول رہی تھی اس سے پہلے کہ اپنی بات مکمل کرتی بہزاد نے آگے بڑھ کر اپنا آہنی ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔

"ہاں...... ٹھیک کہہ رہی ہو تم، کوئی بھی کسی کی لائف میں اس طرح انٹرفیئر نہیں کرتا جس طرح ہم کرتے ہیں۔ جانتی ہو کیوں؟ کیوں کہ ہم تمہیں پسند کرتے ہیں، ہمیں تم سے مطلب ہے، ہمیں تمہاری فکر ہے، ہم نہیں چاہتے کہ تم اس طرح تنہا رہو، ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں ذرا سی بھی تکلیف ہو، مجھے تم میں دلچسپی ہے کیونکہ تم مجھے اچھی لگتی ہو، مجھے تمہاری فکر ہے کیونکہ میں تمہاری فکر کرنا چاہتا ہوں، میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تم ہی وہ لڑکی ہو جس کا میں سالوں سے منتظر تھا دیٹس اٹ۔ یہی سننا چاہتی تھیں ناں تم۔ اب کہو۔" اسی کے انداز میں کہتے اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے ہٹایا اور کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور وہ ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کہے۔

بہزاد نے چند پل اس کے ہونق سے چہرے کو دیکھا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

"اب مجھے جانا ہوگا شیری، بہت دیر ہوگئی ہے۔" اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے اس نے شیری سے کہا۔ وہ شاید بہت دیر تک اس کے ساتھ وقت گزارتی مگر اس کی نظروں نے اسے اٹھنے پر مجبور کردیا تھا۔

"اوکم آن ڈیئر...... ابھی آئی ہو اور ابھی سے جانے کی بات دس از ناٹ فیئر یار ابھی پورا ایک گھنٹہ ہے ٹائم ختم ہونے میں۔ ابھی سے اٹھ گئیں، پلیز سٹ ڈاؤن یار۔" وہ یونہی کھڑی دوسری جانب دیکھ رہی تھی۔ جب شیری نے اس کا نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔ نوال نے سرسری سا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیکھا اور دوبارہ باہر دیکھنے لگی۔

"نوال پلیز...... میری خاطر بیٹھ جاؤ ناں۔" اس نے منت بھرے انداز میں کہا اور نوال نا چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی شیری بھی اسی صوفے پر بالکل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ نوال نے بے چینی سے پہلو بدلا اور شیری محظوظ کن انداز میں مسکرایا اور اپنا دایاں بازو اس کے کندھے پر دراز کردیا تو نوال کو جھٹکا لگا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شیری پلیز یہ سب نہیں۔" نظریں چراتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کم آن نوال ڈیئر۔ چھوڑ دو اب یہ ڈرنا، اتار پھینکو یہ شرم کا پردہ۔ یار لائف کو انجوائے کرو۔ ایسے موقع بار بار نہیں ملتے۔ تم کیوں جھجک میں ان خوب صورت لمحوں کو گنوانا چاہتی ہو اور پھر ہم تو کورٹ میرج کرنے والے ہیں ناں تو پھر یہ دوری کیوں؟"

"نہیں شیری...... یہ صحیح نہیں ہے۔ محبت، دوستی اور اعتبار اپنی جگہ مگر اصول کے خلاف جانا مجھے منظور نہیں ہے۔"

"یعنی تمہیں چھونے کے لیے مجھے باقاعدہ سرٹیفکیٹ لینا پڑے گا...... رائٹ؟"

pklibrary.com

ماہنامہ
حجاب
کراچی
نومبر 2020 کے شمارے کی ایک جھلک
مرگ تمنا
ماوراطلحہ کا سلسلے وار ناول
عشق نگر کے مسافر
نداحسنین کا سلسلے وار ناول
دل کو کس کا ملال تھا
نادیہ احمد کا مکمل ناول
نظیر فاطمہ، ام ہانی، زینب ندیم ملک سمیت
دیگر بہنوں کی خوب صورت تحریریں
اس کے علاوہ
قارئین کے ذوق کے عین مطابق مستقل سلسلوں میں پڑھیے
بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخاب
شوخیٔ تحریر، حسن خیال، ہومیو کارنر، ٹوٹکے
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں/ (021-35620771/2)

"ہاں...... میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔"

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے نوال؟" شیری نے برا مانتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں ہے شیری۔ مجھے تم پہ خود سے بھی زیادہ اعتبار ہے مگر میں نہیں چاہتی کہ کچھ بھی اصول کے خلاف ہو جو بھی ہو وہ اصولوں کے مطابق ہو تو زیادہ بہتر ہے۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ شیری نے ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچیں اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"او کے...... چلو میں تمہیں چھوڑ دوں۔" انداز خاصا سنجیدہ تھا۔

"ناراض ہو گئے ہو؟" اسے ایک فکر نے آن گھیرا۔

"اونو...... نو ڈیئر، اتنی سی بات پر ناراض کیوں ہوں گا میں اور پھر تم نے کچھ تھوڑا ہی کیا ہے آئی ایم ایگری ود یو۔ اسی لیے تو آسانی سے جانے دے رہا ہوں ورنہ اتنا حسین چہرہ ہو شباب ہو اور کوئی یوں ہی جانے دے...... آں ہاں۔" بے باکی سے اسے سر سے لے کر پیروں تک گھورتے ہوئے گویا ہوا تو نوال جھینپ سی گئی۔

"چلیں۔"

"آف کورس اب روک کر کیا کرنا ہے۔" آخری جملہ دل ہی دل میں ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا تو نوال نے بھی اس کی تقلید کی۔

"سلومی...... یہ تو سلومی ہے۔ وہ دیکھو شیری۔ وہاں پارکنگ لاٹ میں سلومی ہے۔" ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے نوال کی نظر سلومی پر پڑی، وہ کسی سے غالباً باتیں کر رہی تھی۔ شیری کو یکلخت جھٹکا لگا۔ وہ ایک پل کو ٹپٹایا مگر ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔

"سلومی......؟ نہیں یار وہ یہاں کہاں؟ وہ تو نیویارک میں ہے۔"

"نہیں شیری دیکھو تو وہ سلومی ہی ہے۔" نوال اسے یقین دلانے والے انداز میں اس کی جانب بڑھی۔

"وہ دیکھو وہ سلومی ہی...... اس سے پہلے کہ وہ شیری کو اس کی موجودگی کا یقین دلاتی سلومی گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی کو تیزی سے نکال لے گئی تھی۔ نوال دیکھتی رہ گئی۔

"اوہ...... وہ تو چلی گئی۔"

"وہ سلومی تھی ہی نہیں یار ابھی صبح ہی تو بات ہوئی ہے میری سلومی سے۔ وہ یہاں کیسے؟" شیری نے کہا۔

"نہیں شیری وہ سلومی ہی تھی۔" وہ بضد ہوئی۔

"وہ سلومی نہیں تھی نوال۔ خیر چھوڑو چلو میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

"نہیں تم مجھے کوئی ٹیکسی لا دو میں خود چلی جاؤں گی۔"

"جانتے تو ہو تم۔" شیری نے گہری سانس خارج کی اور ٹیکسی دیکھنے لگا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے نوال۔ مجھے جواب چاہیے۔ کہاں گئی تھیں تم آج؟" دادی اور دیبا شیرازی خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھیں۔ جبکہ سدا کے خاموش حسن احمد شیرازی آج بول رہے تھے۔ زندگی میں پہلی بار نوال نے انہیں غصے میں دیکھا تھا۔ اس غصہ کی وجہ کیا تھی۔ ابھی تک وہ سب اس سے ناواقف تھے۔

"میں بتا کر تو گئی تھی پاپا۔ میں اپنی فرینڈز ثمانہ سے......"

"شٹ اپ نوال۔ جسٹ اسٹاپ اٹ، مجھے جھوٹ نہیں سننا۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب چاہیے مجھے اور بالکل سچ۔" انہوں نے تیزی سے بات کاٹی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں پاپا میں ثمانہ سے......"

"مجھے طیش مت دلاؤ نوال، آج تم جھوٹ نہیں بول سکتیں کیونکہ میں نے خود تمہیں کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا ہے نا کہ کسی ثمانہ کے ساتھ...... مجھے جواب دو کون ہے وہ لڑکا جس نے تمہیں اتنی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولنا سکھا دیا ہے۔ جس نے تمہیں اپنے بڑوں کے آگے سر اٹھانا سکھا دیا ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے اور وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی، دل یک دم لرز اٹھا تھا۔ دادی اور دیبا شیرازی کو جھٹکا لگا، وہ اپنی جگہ سے بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"یہ......! یہ کیا کہہ رہے ہیں احمد؟" دیبا نے حیرت

pklibrary.com

و بے یقینی سے شوہر سے پوچھا۔
"صحیح کہہ رہا ہوں مسز دیبا حسن احمد شیرازی۔ یہی حال ہوتا ہے تم جیسی بے خبر ولاپرواماؤں کا جن کی بیٹیاں اپنی ماؤں کی تربیت و پرورش کے بغیر زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان جیسی ماؤں کو ایسے ہی زندگی کے موڑ پر جھٹکا لگتا ہے۔ جب علم ہوتا ہے کہ جن بچوں کے لیے وہ روپے پیسے کی دوڑ میں گم ہوئے جارہے ہیں، ان کی اولاد پیٹھ پیچھے کیا گل کھلا رہی ہے۔ تمہیں اعتراض تھا ناں کہ اماں تمہاری بیٹی پر بے جا سختی کرتی ہیں، وہ بات بات پہ ٹوکتی ہیں، یوں بچی کو نفسیاتی مریض بنادیں گی تو دیکھ لو ڈھیل دینے کا نتیجہ۔ بہت شوق تھا ناں تمہیں میرے شانہ بشانہ چلنے کا، دیکھ لو اس کا انجام، میں نے کتنا کہا یہ میرا کام ہے مجھے ہی کرنے دو میں تمہیں بہتر سے بہترین زندگی دوں گا، تمام آسائشات مہیا کروں گا، تمہیں گھر بیٹھے ہر سہولت ملے گی، تمہیں کسی بھی قسم کی پرابلم نہیں آنے دوں گا مگر تم نہیں مانیں، تمہیں وہ عورتیں دقیانوسی لگتی تھیں جو گھر بیٹھ کر صرف بچوں کی پرورش کرتی ہیں، گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں اب بھگتو...... اپنی اعلیٰ وارفع......"
"اسٹاپ اٹ حسن احمد...... ایسا کیا ہوگیا ہے جو تم مجھے اتنا کچھ سنا رہے ہو پہلے اس سے پوچھ تو لو کیا ہوسکتا ایسا ویسا کچھ نہ ہو جو تم سوچ رہے ہو؟"
"ہنہ...... اس سے کیا پوچھوں میں۔ اگر پوچھوں بھی تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ یہ سچ ہی بولے گی۔ سب جانتا ہوں میں۔ اس کے باوجود اس کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ وہ بھی سچ۔ بولو نوال کب سے جانتی ہو اس لڑکے کو، کون ہے وہ؟ کیا رشتہ ہے اس کا تم سے۔" بیوی کو جواب دے کر وہ دوبارہ بیٹی کی جانب متوجہ ہوئے جو ساکن کھڑی اپنے باپ کو چلاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔
"بولو نوال، بتاؤ بیٹا، کہو کہ یہ سب جھوٹ ہے تمہارا کسی لڑکے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"
"پاپا صحیح کہہ رہے ہیں مما میں...... میں شیری کو پسند کرتی ہوں اور وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور میں بھی۔"
"نوال......" چٹاخ، حسن احمد شیرازی نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے منہ پر زوردار تھپڑ جڑ دیا تھا۔ دادی اور دیبا شیرازی اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی تھیں۔
"کیا کررہے ہو بیٹا، جوان اولاد پر بھی کوئی ہاتھ اٹھاتا ہے؟"
"کیا کروں اماں، کیا کروں میں؟ آپ نہیں جانتی کیا کرنے جارہی ہے یہ۔ کس راہ پر چل پڑی ہے۔" وہ رندھے ہوئے لہجے میں گویا ہوئے اور صوفے پر ڈھے سے گئے۔
"ایسا کیا گناہ کردیا اس نے حسن اگر یہ کسی کو پسند کرتی ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔"
"نہیں ہے بڑی بات دیبا بیگم لیکن جسے یہ پسند کرتی ہے وہ لڑکا کرسچن ہے......" اتنا کہہ کر وہ سر تھام کر رہ گئے۔
"یا اللہ خیر......" دادو دل پر ہاتھ رکھے وہیں بیٹھتی چلی گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

"یا اللہ میں کیا کرنے جارہی تھی، اتنی بڑی بھول کیسے ہوگئی مجھ سے، میں کیوں بھٹک گئی تھی، کس راستے کی مسافر بن گئی تھی جو راستہ اندھیروں کی طرف لے کر جاتا ہے جس کی کوئی منزل ہی نہیں، میرا ایمان اتنا کمزور کیسے ہوگیا یا محض جذبات میں بہہ کر میں......"
"سحر......" وہ یکلخت چونکی اور تیزی سے اپنے گال پونچھے اور مڑ کر دیکھا تو کاشف حیرت و بے یقینی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ رک دم ٹپٹائی۔
"آپ رو رہی ہیں سحر؟"
"نن...... نہیں تو...... میں کیوں روؤں گی بھلا۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔ کاشف نے چند پل بغور اس کی جانب دیکھا پھر گویا ہوا۔
"ہاں آپ بھلا کیوں روئیں گی۔ وہی تو میں سوچ رہا ہوں شاید مجھے ہی غلط فہمی ہوئی ہے...... ہے ناں؟"

pklibrary.com

"شاید نہیں یقیناً تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" آہستگی سے کہہ کر وہ رخ موڑ گئی۔ کاشف بہت دیر تک خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا جو جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کررہی تھی جبکہ دوسری جانب سحر کو الجھن ہورہی تھی اس کے یوں ایک دم سے خاموش ہوجانے پر کچھ پل وہ یونہی کھڑی بے پروائی کا مظاہرہ کرتی رہی پھر برداشت نہ ہوا تو فوراً پلٹی۔

"کاشف تم......"

"بائی داوے آپ رو کیوں رہی تھیں؟" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی کاشف نے پھر سے پوچھا۔

"کیا مطلب...... پاگل ہو گیا، میں کیوں روؤں گی بھلا؟"

"آپ کو کیا لگتا ہے سحر ارتضیٰ کاشف زبیر جو اڑتی چڑیا کے پر گن سکتا ہے، جو پتھروں کو بولنے پر مجبور کرسکتا ہے، جو محض دوستی کی غرض سے الٹے سیدھے پلان ترتیب دے سکتا ہے وہ کسی کے آنسوؤں کو کیوں نہیں دیکھ سکتا آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کے لہجے کی سختی اور سپاٹ انداز آپ کے ان آنسوؤں کو مجھ سے چھپا سکتا ہے؟ نہیں مس سحر ارتضیٰ میرا نام کاشف زبیر ہے اور کاشف زبیر اتنی آسانی سے کسی کے بہلاووں میں نہیں آتا اور نہ ہی کوئی اسے بہلا سکتا ہے۔ مائنڈ اٹ۔" اس کی بات پر وہ خاموش رہی۔

"آپ کو نہیں لگتا جب تک آپ کسی سے کچھ کہیں گی نہیں، اپنے دل کی بات شیئر نہیں کریں گی اندر ہی اندر گھٹتی رہیں گی۔ دیکھیے سحر میں بہت اصرار نہیں کرتا مگر کہہ دینے سے دل کا بوجھ کم ہوجاتا ہے، تکلیف دور ہوجاتی ہے، دکھ کم ہوجاتے ہیں، انسان تنہا نہیں رہتا اور نہ ہی......"

"ضروری تو نہیں کاشف ہر بات کہہ دینے سے دل کا بوجھ کم ہوجائے، بڑھ بھی تو سکتا ہے، تکلیف دور ہونے کی بجائے زیادہ بھی تو ہوسکتی ہے۔ تنہا انسان مزید تنہا بھی تو ہوسکتا ہے، آگہی اگر دکھ کم کرسکتی ہے تو آگہی دکھ بڑھا بھی دیتی ہے۔ اتنا تو جانتے ہو ناں؟ تم لوگ جو مجھے پسند کرتے ہو، مجھے اچھا سمجھتے ہو، دوستی کے خواہاں ہو کیا پتا سچائی جاننے کے بعد تم لوگ مجھے وہ عزت نہ دے سکو جو دیتے ہو، میری تنہائی کو دور کرنے کی کوشش چھوڑ دو، تم لوگ کچھ نہیں جانتے، لاعلم ہو تو لاعلم ہی رہو۔ سچائی بہت کڑوی ہوتی ہے اور کڑوی چیز انسان تھوک دیتا ہے بنا مجبوری کے کوئی بھی نگلنا پسند نہیں کرتا۔"

"آپ کی سوچ غلط بھی تو ہوسکتی ہے سحر؟"

"ہاں شاید...... ہوسکتا ہے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں سحر پلیز......" وہ منتظر تھا۔ سحر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ ماضی کے دریچوں میں جھانکنے لگی۔ جہاں یادیں تو بہت تھیں مگر درد میں ڈوبی ہوئی، شرمندگی اور ندامت میں لپٹی ہوئیں اس کا تاریک ماضی اس کی سوچوں سے نکلتا ہوا زبان تک چلا آیا تھا آج وہ خود کو اتنا بے بس ولاچار محسوس کررہی تھی کہ بے ساختہ سب کچھ کہتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"بکواس بند کرو نوال۔"

"ماما پلیز ہم ایک دوسرے کو بہت پسند ہیں۔ شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"آر یو میڈ نوال؟ تم جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو، تمہارا ذہن مفلوج ہوگیا ہے شاید، اندھی ہوگئی ہو تم، نہ کچھ دکھائی دیتا ہے نہ کچھ میں آرہا ہے۔ اسی لیے بنا سوچے سمجھے بول رہی ہو۔" وہ حیرت سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کا دل بیٹھا جارہا تھا۔ انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کیسے بیٹی کو سمجھائیں۔

"آپ سمجھنے کی کوشش نہیں کررہی ماما...... میں شیری کے بغیر نہیں رہ سکتی، میں پسند کرتی ہوں اسے اور پھر اس میں حرج کیا ہے؟ آپ نے بھی تو پاپا کے ساتھ پسند کی شادی کی ہے، آپ کو تو یوں کسی نے قید نہیں کیا کسی کو غصہ نہیں آیا۔"

"شٹ اپ نوال چپ کر جاؤ تم...... تم بچی نہیں ہو سمجھ دار لڑکی ہو...... ماسٹرز کررہی ہو پھر بھی تمہیں یہ سمجھ نہیں آرہی کہ ضد کس بات کی کررہی ہو؟ اور اس ضد میں اپنے پیرنٹس کو خود سے کمپیئر کررہی ہو۔ ہاں ہماری پسند کی شادی

pklibrary.com

تھی لیکن میں نے ایک مسلمان کو اپنے لیے پسند کیا تھا نا کہ کسی "کرسچن" کو، کیا تم سمجھ رہی ہو یا تم اپنی ضد میں یہ فراموش کرچکی ہو کہ تم ایک مسلمان ہو اور ایک غیر مسلم سے شادی کرنا چاہتی ہو۔ تم بچی نہیں ہو کہ جسے مسلم اور غیر مسلم کا فرق سمجھایا جائے، عقل وشعور رکھتی ہو۔ اسلام اور دوسرے مذاہب کے فرق کو اچھی طرح سے جانتی ہو۔ اس کے باوجود فضول بحث کیے جارہی ہو۔"

"مما وہ اسلام قبول کرلے گا۔" وہ بے ساختہ تیز لہجے میں گویا ہوئی تو دیبا نے خاصے جھنجھلے سے بیٹی کو دیکھا۔

"بکواس بند کرو نوال اور کان کھول کر سن لو۔ تمہاری شادی کررہے ہیں اپنی یہ فضول ضد چھوڑ دو...... تم ابھی اپنے پاپا سے واقف نہیں ہو۔ وہ اپنی عزت کی خاطر تمہیں جان سے بھی مار سکتے ہیں، انہیں تم سے زیادہ اپنی عزت کی فکر ہے، اس بات کو اپنے ذہن میں بٹھا لو۔"

۞......۞......۞......۞

ان دنوں شیری وسلومی کی بے شمار ... ز و میسجز آتے رہے تھے۔ اس نے ساری صورت حال ا... بتادی تھی۔ شیری اس سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ بار بار اس ... ملنے پر اصرار کررہا تھا۔ مگر وہ کیا کرتی گھر میں قید کرد... تھی۔ وہ تو خود اس سے ملنا چاہتی تھی مگر کوئی سبیل نظر نہیں ... رہی تھی۔ آج اس کی مہندی تھی رسم شروع ہونے والی ... وہ کسی نہ کسی طرح گھر سے نکل آئی تھی۔ سب ا... اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی کو خبر بھی نہ ہو... وہ کب اور کیسے گھر سے نکل گئی۔

گھر سے نکلتے ہی اس نے ش... کو کال کی، مسلسل بیل جارہی تھی اور وہ ریسیو نہیں کررہا تھا ... ٹیکسی لے کر اس کے گھر چلی آئی تھی۔

"ڈونٹ بی سلی ڈیئر...... ... پر پہنچ کر میں پیچھے ہٹ جاؤ...... امپاسبل، میرا شکار میری گرفت میں آ کر بنا کوئی سزا پائے نکل جائے ... میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا کبھی نہیں۔" شیری کسی کی بات پر سخت و کٹھور سے لہجے میں گویا تھا۔ نوال اس کی آواز سن کر ٹھٹک کر رک گئی تھی۔

"سزا تو اسے مل ہی رہی ہے شیری جان۔ اب کیا؟"

"سلومی......!" سلومی کی آواز سن کر نوال بری طرح چونکی۔ وہ دانستہ وہیں کھڑی رہی۔ حالانکہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"ہنہ سزا...... یہ کوئی سزا ہے۔ نو ڈیئر اس کی سزا تو وہی ہے جو اس جیسی سو کالڈ مسلم گرلز کی ہے میرے ہاتھوں ہنہ...... مظبوط ایمان یو نو سلومی وہ کیا کہتا تھا......؟"

"میں جانتی ہوں شیری۔ تم کیوں ہر بار مجھے یاد کرواتے ہو۔" سلومی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جب تک اس کے دیے ہوئے زخم نہیں بھر جاتے تب تک میں دوہراتا رہوں گا اور آج تو ان زخموں سے ٹیسیں بھی بہت زیادہ اٹھ رہی ہیں کیونکہ میرا شکار میری گرفت سے بنا کوئی سزا پائے نکل رہا ہے لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا، میں اس کی عزت تار تار کردوں گا۔ جس طرح اس نے جولی کے سامنے مجھے دوکوڑی کا کردیا تھا۔ جولی جس نے اس سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا اور جولی جو مجھے چھوڑ کر اس مسلم کے پاس چلی گئی۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں اس کی باتیں۔ جانتی ہو اس نے جولی سے کیا کہا تھا۔ جولی اس کے پیچھے پاگل تھی اور وہ اسے کہتا تھا۔ وہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کرے گا۔ جس کا دل اسلام کی شمع سے روشن ہو۔ جس کی روح تک میں اسلام سمایا ہو، ہنہ بلڈی...... اس ایڈیٹ مسلمان کی وجہ سے جولی مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ صرف اس بلڈی مسلم کی وجہ سے اس نے اسلام قبول کیا۔ ہنہ وہ کہتا تھا کہ اس نے میری وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ اس سے متاثر ہوئی تھی۔ جانتی ہو وہ کیا کہتا تھا۔ جس نے اسلام کو اپنا لیا۔ خدا کی وحدانیت اور نبی کی پیغمبری اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دے دی وہ کبھی بھٹک نہیں سکتا۔ اس کا ایمان اتنا کمزور کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ دین سے بھٹک کر بے راہ روی کا شکار ہو۔ ایک نبی کا کلمہ پڑھنے والا چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو؟ اسے کوئی اندھیروں میں نہیں گھسیٹ سکتا نہ ہی متاثرہ نہیں کرسکتا۔

دیکھا سلومی اس پکے سچے مسلم کا دعویٰ...... میں نے کیسے اس کے گھمنڈ کو توڑا؟ کیسے اس کے دعووں کی نفی کردی؟ اس نے تو ایک جولی کو ہی اپنا اسیر کیا تھا اور مجھے دیکھو میں نے کتنی سو کالڈ مسلم آشاؤں کو اپنا کر بے عزت کردیا ہے کہ اب وہ نہ گھر کی رہی ہیں نہ گھاٹ کی...... ہاہاہا...... تھینک سلومی۔ تم نے اس سب میں میرا بہت ساتھ دیا، تھینک یو مائی ڈیئر مائی لو۔ اگر تم نہ ہوتی تو میں کیسے یہ سب کر پاتا بس آخری بار میری ہیلپ کردو۔ ایک بار اس نوال کو مجھ تک لے آؤ۔ صرف ایک بار پھر میرا......" باہر کھڑی نوال کے ارد گرد گویا ایک زوردار دھماکا ہوا تھا۔ جس نے اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیے تھے۔ وہ لڑکھڑائی تو فوراً دیوار کو تھام لیا۔

"یہ...... یہ سب کیا ہے......؟"

"میں اسے لے آؤں گی شیری مگر ایک شرط پر۔" تب ہی سلومی کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔ وہ سانس روکے ایک نئے انکشاف کی منتظر تھی۔

"اب یہ لاسٹ شکار ہے اب کہ میں تمہاری سسٹر، کزن وغیرہ بننے والی نہیں۔ یار اپنی بھی کوئی عزت ہے۔ کل کو میں نے تمہاری وائف بننا ہے...... اور تم ویسے بھی بہت سی لڑکیوں کو برباد کرچکے ہو۔ اب چھوڑو ڈیئر۔ لائف انجوائے کرتے ہیں۔ اپنے پیار کو امر کرتے ہیں اور اس خوب صورت لائف کے مزے لوٹتے ہیں۔"

"سلومی اور شیری...... شیری اور سلومی...... بہن بھائی نہیں بلکہ دونوں...... اوخدایا یہ مجھ سے کیا ہونے جارہا تھا؟ میں کیا کرنے لگی تھی۔ یااللہ...... اللہ۔ میں گمراہی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں اندھیروں کی مسافر بن رہی تھی۔ کتنی بے خبر اور لاتعلق بنی ہوئی تھی میں۔ مجھے سب نے منع کیا دادی نے، فرینڈز نے لیکن میں نے کسی کی ایک نہ سنی تھی۔ فرینڈز نے کہا بہت سے لوگ غیر مسلمز کو اپنا فرینڈ بناتے ہیں مگر سلومی دوستی کے قابل نہیں ہے۔" دادی نے کہا۔

"سلومی ایسی لڑکی نہیں ہے جس سے دوستی کی جائے۔ وہ تمہیں راہ سے بھٹکا دے گی۔ تمہاری راہ میں اندھیرا کردے گی۔ تمہاری بینائی چھین لے گی۔ تمہاری عقل و سمجھ کو مفلوج کردے گی۔"

مگر میں نے کسی کی نہیں سنی...... اگر آج بھی میں نہ سنتی تو...... تو میں...... آج...... آج تو میری مہندی تھی۔ او گاڈ۔" وہ چونکی اور فوراً وہاں سے پلٹ گئی تھی۔

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ وہ اپنی نادانی اور بے خبری کے باعث کیا کرنے جارہی تھی۔ اگر شہری اور سلومی کا منصوبہ کامیاب ہوجاتا تو آج شاید وہ......

"رکو نوال...... وہیں رک جاؤ۔" وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی، جب حسن احمد شیرازی کی کرخت آواز نے اس کے قدم روک دیے تھے۔ اس نے حیرانگی سے چاروں جانب دیکھا۔ پورا گھر خالی تھا سوائے گھر کے لوگوں کے۔ پہلی والی گہما گہمی کہیں دکھائی نہ دے رہی تھی۔

"اب اس گھر میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں سے آئی ہو وہاں واپس چلی جاؤ۔ میری عزت تو تمہارے رات کے اندھیروں میں چوری چھپے بھاگ جانے کی وجہ سے چلی گئی۔ اب تمہاری یہاں کوئی جگہ نہیں ہے تم جاسکتی ہو۔"

"پ...... پاپا......" اس کے منہ سے حیرت و بے یقینی سے نکلا تھا۔ تب ہی دیبا شیرازی آگے بڑھی تھیں۔

"یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ جوان بیٹی کو گھر سے نکال رہے ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے، کہاں جائے گی یہ آپ کچھ تو......؟"

"خاموش رہو دیبا بیگم آج تم نہیں بولو گی۔ آج صرف میں بولوں گا۔ جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ ٹھیک ہے اور اب کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ لوگوں نے جتنی باتیں کی تھیں وہ کرکر کے جاچکے ہیں۔ کل تک اور بھی سب لوگ جان لیں گے۔ حسن احمد شیرازی کی عزت نیلام ہوچکی اور اس کی وجہ یہ ہے، بس اب میں اس کو مزید برداشت نہیں کروں گا۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ چاہے تو وہیں جائے جہاں سے آئی ہے یا بھلے بھاڑ میں جائے لیکن یہ یہاں نہیں رہے گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے بس......"

"کیا کررہے ہو حسن؟ ہوش کے ناخن لو بیٹا۔ بچی

pklibrary.com

کا معاملہ ہے یوں جذباتی فیصلہ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"میں نے کوئی جذباتی فیصلہ نہیں کیا اماں اگر جذباتی فیصلہ کرتا تو اسے گھر سے نہ نکال رہا ہوتا بلکہ ایک مجبور باپ کی طرح اسے چار باتیں سنا کر دوبارہ سینے سے لگا لیتا۔ مگر میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جو اولاد اپنے ماں باپ کی عزت کا پاس نہ رکھے اس کے لیے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے، یہاں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اب۔" وہ ماں کو جواب دے کر دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور کٹھور لہجے میں اسے گھر سے نکل جانے کو کہہ رہے تھے۔

"میں...... میری بات تو سنیں پاپا۔ میں کچھ کہنا چاہتی......"

"تمہیں سنائی نہیں دیا میں نے کہا چلی جاؤ یہاں سے اور کبھی مڑ کر نہ دیکھنا اور ہاں جانے سے پہلے اپنا نام اور نام کے ساتھ جڑا ہوا میرا نام سب یہیں دفن کر کے جانا۔ میرا نام لے کر اپنی زندگی مت گزارنا۔ آج سے تم ہمارے لیے مر چکی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ اب تمہیں میرے نام سے کوئی جانے۔ چلی جاؤ ورنہ......"

"انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میرا نام میرے باپ کا نام سب کچھ چھن گیا مجھ سے کاشف۔ میں نے بہت منتیں کیں، ایک بار میری بات سن لیں۔ سن لیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ مجھ پر کیا بیتی ہے؟ سب خاموش ہو گئے کسی نے کچھ نہیں سنا۔ لوگ بیٹیوں کو گھر میں رکھتے ہیں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن ان کی عزت سلامت رہے۔ کوئی اسے تار تار کرنے کی کوشش نہ کرے مگر مجھے نکال دیا گیا، مجھ سے میرا سائبان چھن گیا، مجھ سے گھر چھن گیا اور میں کھلے آسمان تلے آ گئی اور میں مجبوراً یہاں چلی آئی تھی، نئے شہر میں نئے نام کے ساتھ۔ نوال حسن احمد شیرازی کو دفن کر کے سحر ارتضیٰ بن گئی۔ تم لوگ مجھے جاننا چاہتے تھے۔ میری ذات کی کھوج میں تھے۔ میں کیا بتاتی، میں کیا ہوں، کیوں ہوں اور کیسے ہوں؟ میں تو خود اپنے بارے میں نہیں جانتی۔ تو تم لوگوں کو کیا بتاؤں۔ میں تو ابھی تک یہ نہیں جان پائی کہ کیا ہوا، کیسے ہوا؟ مگر ان سوالوں کا جواب میں کہاں سے لوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ابھی تو میں جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ تم لوگ آ گئے اور میں پھر سے ان سوالوں میں الجھ گئی۔"

"ایک بات کہوں سحر جی' آپ بہت اچھی ہیں لیکن بہت بھولی بھی ہیں۔ شروع سے ہی آپ کی زندگی کا دائرہ بہت محدود رہا ہے اور دائرے میں جو تھا جیسا تھا وہ آپ کو سچ لگا اور ماننا بھی پڑا۔ پہلے آپ کو برے دوست ملے مگر پھر بھی آپ نے ان پر بھروسا کیا اور انہوں نے آپ کو دھوکا دیا۔ اب جب کہ آپ کو اچھے دوست مل رہے ہیں تو آپ پیچھے ہٹ رہی ہیں حالانکہ ہمیشہ ویسا نہیں ہوتا جو پہلے ہو چکا ہوتا ہے۔ آپ پلیز اعتبار کیجیے خود پر اور ہم پر تاکہ جن سوالوں کے جواب آپ کو مل نہیں رہے وہ آپ کو مل جائیں۔ آپ کی دادی نے آپ کی بہت اچھی تربیت کی ہے آپ کو ایک سچا اور نیک مسلمان بنایا ہے۔ آپ دوبارہ سے پہلے والی نوال بن جائیں۔ وہیں سے اپنی زندگی کا سرا جوڑیں تاکہ آپ کو کسی سوال کا جواب لینے کی ضرورت نہ پڑے ٹرسٹ می۔ اب کہ آپ کو دھوکا نہیں ہوگا اور ہاں اب آپ اکیلی نہیں ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے لیے ایک اور سائبان تیار کرنے کے لیے۔" کاشف کے کہا اور وہ ناسمجھی سے اس کو دیکھنے لگی تھی۔

✿......✿......✿......✿

"ایکسکیوز می مس سحر۔" وہ چل رہی تھی جب کسی کی مانوس آواز نے اس کے قدموں کو روک لیا۔ اس نے پکارنے والے کو پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

"آپ کہیں جا رہی ہیں؟" اس کے قریب آتے ہوئے بہزاد نے عجیب بے تکا سا سوال کیا۔ آج جانے کیوں سحر کو ہنسی آئی تھی مگر ضبط کر گئی۔

"میرا خیال ہے میں ہر روز اس وقت اسکول جاتی ہوں۔ اس میں پوچھنے والی کیا بات؟" اس کا لہجہ اب بھی

pklibrary.com

ویسا ہی تھا جیسا وہ پہلے ان کے ساتھ روا رکھتی تھی۔ وہ کاشف کے بارہا سمجھانے کے باوجود اپنے لہجے کو پہلے جیسا نہ کرسکی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم اسکول ہی جاتی ہو لیکن بات شروع کرنے کے لیے کچھ تو کہنا تھا ناں۔" سحر نے آپ سے تم تک کے فاصلے کو فوری محسوس کرلیا مگر بولی کچھ نہیں۔

"پہلی بات تو یہ کہ آپ نے شروعات خاصے فضول سوال سے کی ہے اور دوسری بات یہ کہ جو بات آپ کرنا چاہتے ہیں اس کا میں آل ریڈی آپ کو جواب دے چکی ہوں۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے۔" وہ آگے بڑھی تو بہزاد اس کے ہم قدم ہوا۔

"یہ تو غلط بیانی کررہی ہو تم۔ تم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے ایک سوال کیا تھا مگر تم اس کا جواب دینے کی بجائے ہائپر ہوگئی تھیں حالانکہ میں نے کوئی انوکھا سوال تو نہیں کیا تھا۔"

"ویسے تو خاصے سمجھ دار لگتے ہیں۔ اتنا نہیں جان پائے کہ آپ کے سوال کا جواب میرے اسی "جذباتی بی ہیویئر" میں تھا۔"

"نہیں سحر..... آپ نے مجھے کوئی واضح جواب نہیں دیا اور نہ ہی ابھی مجھے جواب لینا ہے۔ ایک بار اچھی طرح سوچ لو میں انتظار کرسکتا ہوں۔ محض جذبات میں آکر جواب مت دینا۔" وہ کہہ کر پلٹ گیا۔ سحر نے چند پل اس کی پشت کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

"کیا بات ہے کاشف، کہاں لے کر جارہے ہو مجھے؟ کچھ بتاؤ تو سہی؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیزی سے چل رہا تھا اور اس کی ایک نہیں سن رہا تھا۔ گاڑی میں لاکر جب اسے بٹھایا تب ثمین نے کچھ جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دیر کے لیے تم خاموش نہیں ہوسکتیں۔ یار کتنا بولتی ہو۔ سر میں درد ہونے لگا ہے۔ اوگاڈ کیسے گزارا ہوگا میرا اس کے ساتھ۔" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا جبکہ ثمین بری طرح چونکی۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔ تم پلیز کچھ دیر کے لیے چپ کرکے بیٹھ جاؤ؟" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر تم مجھے لے کر کہاں جارہے ہو؟ ایک بار بتادو پھر نہیں پوچھوں گی پرامس۔" وہ بضد ہوئی۔

"میں تمہیں اپنی ردا سے ملانے لے جارہا ہوں۔ اب خوش۔"

"واٹ تم مجھے..... کاشف میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ ہم اس بارے میں کوئی ڈسکشن نہیں کریں گے۔ پہلے بھی تم مجھے خود سے بدگمان کرچکے ہو۔ اب اور کیا چاہتے ہو، تم مجھے سکون سے رہنے نہیں دے سکتے کیا؟ تمہیں پتا ہے کہ....."

"ثمین..... ثمین پلیز۔ خاموش ہوجاؤ اب تم کچھ نہیں بولو گی۔ بس اتنا جان لو کہ بقول تمہارے جو بدگمانی میں نے اپنے لیے تمہارے دل میں پیدا کی تھی اب میں اسے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ میں اپنا پرامس توڑ رہا ہوں لیکن اب میں اس مسئلے کو سلجھانا چاہتا ہوں۔ سو پلیز کچھ دیر کے لیے برداشت کرلو اور خاموشی سے میرے ساتھ چلو۔ پلیز یہ میری ریکوئسٹ ہے۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے کاشف نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں جانے کیسی التجا تھی کہ ثمین نا چاہتے ہوئے بھی خاموش بیٹھ گئی مگر آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ کاشف محظوظ ہوا۔

"بس تھوڑی دیر اور ڈیئر پھر سب پرفیکٹ ہوجائے گا۔" اس نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا اور گاڑی اسٹارٹ کردی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کی گاڑی ایک فلیٹ کے سامنے رک گئی تھی۔

"آؤ تمہیں اپنی ردا سے ملواؤں یقیناً تمہیں خوشی ہوگی مل کر۔" گاڑی سے نکلتے ہوئے کاشف نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ہنہ..... خوشی۔" وہ نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے باہر نکلی۔ کاشف محظوظ ہوتے ہوئے آگے بڑھ گیا، ثمین نے منہ پھلائے ہوئے اس کی تقلید کی۔ وہ بہت بے چین

pklibrary.com

ومضطرب سی تھی۔ اس سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ یہ سب کیوں کررہا ہے؟ کاشف نے جب بیل دی تو دروازہ کسی لڑکی نے کھولا جو عمر میں تقریباً چودہ پندرہ سال کی ہوگی۔ وہ انہیں لیے اندر چلی آئی تھی۔

"ردا جاگ رہی ہیں؟" کاشف نے اس سے استفسار کیا۔

"جی بھائی۔ آپ کا ہی انتظار کررہی ہیں۔"

"اچھا طبیعت کیسی ہے ان کی؟"

"اب ٹھیک ہیں۔"

"او کے تم چائے لے آؤ میں دیکھتا ہوں۔" وہ اسے کہہ کر ثمین کو اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھا تو ثمین کے قدم من من بھر کے ہوگئے تھے۔

"ہائے ردا ڈارلنگ......" کاشف نے اندر داخل ہوتے اونچی آواز میں کہا تو ثمین ٹھٹک کر رک گئی۔ چھوٹا سا کمرہ تھا مگر صاف شفاف، کمرے میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ ثمین کی نظروں نے بیڈ کی جانب پرواز کی جہاں ایک ضعیف سی خاتون براجمان تھیں۔ پوری کی پوری سفید رنگ میں ڈوبی ہوئی۔ صاف شفاف سفید لباس، سفید ہی بال، وہ خود بھی بہت سفید تھیں۔ چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا، ثمین کتنی ہی دیر دروازے میں کھڑی انہیں دیکھتی رہی تھی۔

"آؤ ناں ثمی میری گرل فرینڈ سے نہیں ملو گی؟ ردا سے۔" کاشف نے شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ ثمین کو دیکھتے ہوئے آنکھ دبائی تو ثمین نے خاصے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"آئی ول کل یو کاشف۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اسے مکا دکھایا، کاشف خاصا محظوظ ہوا، وہ مسلسل اسے چڑا رہا تھا۔

"السلام علیکم ردا جی۔" اسے گھورتے ہوئے وہ ان کے قریب چلی آئی۔ وہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوپلے منہ کے ساتھ مسکرا رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام! لیکن بچے میں ردا نہیں گرینی ہوں۔"

کاشف کی گرینی۔ یہ تو بس یونہی مجھے چھیڑتا رہتا ہے اور یہ ثمین ہے ناں کاشف؟ تمہاری ثمین۔'' اسے جواب دے کر انہوں نے کاشف سے پوچھا۔

''جی ردا یہ ثمین ہی ہے۔ مسز ثمین کاشف۔'' اس کا انداز جتاتا ہوا تھا۔

''ماشاء اللہ بہت پیاری بچی ہے۔ اللہ تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔'' اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے دعا دی۔ وہ بہت دیر تک ان کے ساتھ بیٹھی رہی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ اٹھ گئی اور کاشف کو بتا کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ اسے کاشف پر بہت غصہ آ رہا تھا۔

''یہ سب کیا تھا کاشف؟''

''کچھ نہیں تمہیں ردا سے ملوانے لایا تھا۔''

''شٹ اپ کاشف۔'' میں اتنا عرصہ تم سے بدگمان رہی۔ تمہیں برا بھلا کہتی رہی۔ یہ سمجھتی رہی تم کسی اور میں انوالو ہو اور تم نے بھی میری غلط فہمی دور نہیں کی بلکہ بدگمان کرتے رہے، خود سے متنفر کرتے رہے، کبھی بھی......''

''غلط...... بالکل غلط ثمین، میں مانتا ہوں کہ میں نے ہی محض انجوائے منٹ کے لیے ردا کا نام لے لے کر تمہیں خود سے بدگمان کیا مگر میں یہ بات کلیئر بھی تو کر دی تھی کہ ردا کوئی اور نہیں میری گرینی ہیں مگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تھا۔ میری ایک نہیں سنی بلکہ بدگمان ہی رہیں، جب میں نے محسوس کیا کہ اب ہمارے رشتے کو آگے بڑھنا ہے مگر بڑھنے کی بجائے الجھتا ہی جا رہا ہے تو مجھے لگا کہ اسے کلیئر کرنا ہی بہتر ہوگا سو میں تمہیں یہاں لے آیا، تو کیسا لگا میری گرینی سے مل کر؟'' اس کی چھوٹی سی ناک دباتے ہوئے وہ شرارت سے بولا۔

''بہت برے ہو تم کاشف۔ بہت برے۔'' اس کا منہ ابھی تک پھولا ہوا ہی تھا۔

''ہوں تو تمہارا ہی۔ اس کا یقین کر لو۔'' اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

''یقین ہے مجھے؟'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''ریئلی ثمی......؟'' اس نے مصنوعی حیرانگی سے استفسار کیا انداز چڑانے والا تھا۔

''کاشف......'' اس کے مضبوط بازو پر مکا مارتے ہوئے وہ چلائی تو کاشف قہقہہ لگاتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔

***

''کیا بات ہے سحر، کچھ سوچ رہی ہیں آپ؟'' وہ آج بہت دنوں بعد پرانی جگہ آئی تھی۔ کاشف، ثمین اور بہزاد بھی پیچھے چلے آئے تھے۔ وہ بہت دیر تک ان کے ساتھ رہی مگر بہزاد کی جواب مانگتی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر علیحدہ گوشے میں چلی آئی، کاشف بھی جانے کب وہاں چلا آیا تھا۔ وہ اردگرد پھیلے سبزے کو دیکھ رہی تھی جب کاشف نے استفسار کیا۔

''میں گھر بات کرنا چاہتی ہوں کاشف۔ اتنے سال گزر گئے کیا پتا وہ مجھے دوبارہ واپس بلا لیں۔ میں نے ان سب کا دل دکھایا تھا۔ ان سے معافی مانگنا چاہتی ہوں کیا پتا وہ اب معاف کر دیں۔''

''میں آپ کو ایک بات بتانا چاہ رہا تھا سحر۔'' وہ اس کی نظروں کی تقلید میں دیکھتے ہوئے گویا ہوا، سحر نے خاصی حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

''ایسی کیا بات ہے کاشف؟''

''میں نے آپ کے گھر فون کیا تھا۔''

''واٹ...... تم نے میرے گھر فون کیا تھا پر کب؟'' سحر بے ساختہ اس کی جانب پلٹی۔

''جس روز آپ نے مجھے ساری حقیقت بتائی تھی۔ اس سے کچھ دن بعد میں نے آپ کے گھر کال کی تھی۔ میرا ابھی یہ خیال تھا کہ وہ آپ کو معاف کر چکے ہوں گے کیونکہ آپ ان کی اکلوتی بیٹی ہیں لیکن......''

''ہنہ لیکن انہوں نے مجھے معاف نہیں کیا ہے ناں کاشف؟ یہی کیا ہوگا ناں انہوں نے۔'' کاشف نے خاموشی سے سر جھکاتے ہوئے اپنے لب بھینچے تھے در اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ سحر آنکھوں میں آنسو لیے چہرہ موڑ گئی، دل ایک دم بے چین ہو گیا تھا۔

"آپ اداس کیوں ہوتی ہیں سحر، ہم ہیں ناں آپ کے ساتھ آپ کے دوست، آپ کی فیملی۔ ہم کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کو کوئی کمی محسوس نہ ہونے دیں گے۔ آئی پرامس بس تھوڑی سی ہمت اور حوصلہ رکھیں۔"
بہت دیر بعد ثمین کی آواز سنائی دی، سحر کی آنکھیں جو آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ ایک دم آنسو بہنا شروع ہوگئے۔ جانے کب ثمین اور کاشف وہاں سے گئے اور بہزاد وہاں آن کھڑا ہوا تھا۔
"اب ٹھیک ہو تم؟" بہت دیر بعد بہزاد نے استفسار کیا۔ سحر نے گہری سانس خارج کی، دل ایک دم ہلکا ہو گیا تھا۔
"میں اب ٹھیک ہوں۔"
"اس کا مطلب ہے۔ اب ہم بات کر سکتے ہیں؟" بہزاد معنی خیزی سے گویا ہوا۔
"کیا مطلب...... کیا بات؟" وہ دانستہ انجان بنی۔
"جانتی تو ہو تم لیکن اگر انجان بننا چاہتی ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں پھر سے بتا دیتا ہوں۔" اس نے چند پل خاموشی سے اس کے جواب کا انتظار کیا مگر وہ خاموش رہی۔
"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں سحر...... یہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب تک جواب کا منتظر بھی ہوں۔"
"سب کچھ جاننے کے باوجود؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں سب کچھ جاننے کے باوجود، میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ انسان خطا کا پتلا ہے، ہر کسی سے غلطی ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ لوگوں کی غلطیاں ظاہر ہو کر ان سے کفارہ مانگ لیتی ہیں اور کچھ لوگوں کی غلطیاں بہت بڑی ہونے کے باوجود نظروں سے پوشیدہ رہ جاتی ہیں اور وہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ دونوں کیٹگریز کے لوگ ایک ہی زمرے میں آتے ہیں پھر سزا ایک کو ہی کیوں ملے، وہی زمانے کی ٹھوکروں میں کیوں رہے، اگر پوشیدہ غلطیوں والا سر اٹھا کر جی سکتا ہے تو ظاہر غلطیوں والا کفارہ ادا کر کے بھی کیوں سزا کا مستحق رہے۔ تم نے جو کیا وہ تمہاری بھول تھی جو نادانی میں ہوئی، جو ہوا اسے بھول جاؤ اور نئی زندگی کی شروعات کرو جہاں تک تمہارے والدین کا تعلق ہے تو وہ بھی ایک دن مان جائیں گے۔ میں انہیں مناؤں گا تمہارے لیے ابھی زخم نیا ہے، بھرنے میں ٹائم تو لگے گا ناں...... بھروسا کرو میں ہوں ناں۔"
"ایک بار پہلے اعتبار کیا تھا جس نے مجھے ہی توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ ایک بار پھر سے اعتبار کر رہی ہوں میرا اعتبار ٹوٹنے نہ دینا کیونکہ اب اگر میں ٹوٹی تو کوئی سمیٹ نہ سکے گا۔" سحر نے آہستگی سے گویا ہامی بھر لی تھی۔
"ایسی نوبت نہیں آئے گی، تم نے بہزاد زبیر پر بھروسا کیا ہے کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔ بس دل سے اعتبار کرنا۔" اس نے بھرپور یقین دلاتے ہوئے کہا۔
"کر رہی ہوں بہزاد زبیر...... تب ہی تو ہامی بھری ہے۔ شاید میرا یہ قدم مجھے سائبان لوٹا دے۔ میرے بکھرے ہوئے وجود کو سہارا دے دے۔" آخری جملہ دل ہی دل میں ادا کرتے ہوئے اس نے بہزاد سے کہا اور بہزاد نے اس کے جواب پر دل سے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اسے ہر خوشی دے گا۔ اس کا سائبان بنے گا۔ اس کا اعتبار کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا کیونکہ اگر اس کا اعتبار ٹوٹ گیا تو بہزاد زبیر خود بھی ٹوٹ جائے گا۔ اس نے خود سے وعدہ کیا تھا اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے سحر ارتضیٰ کی جانب دیکھا جو مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

www.naeyufaq.com
pklibrary.com

قسط نمبر 7

ام ایمان قاضی

سامنے رہ کر آزما لیتے اگر آزمانا ہوتا
روٹھنے کی مجبوری کوئی بہانا ہوتا
ہماری قسمت میں لکھے یہ آنسو
دور نہ جاتے اگر حوصلہ دلانا ہوتا

''ایان کے ولیمہ پر میرا ساڑھی پہننے کا ارادہ بن گیا ہے اچانک۔ کمال ہے مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ میری کلیکشن میں کیا کمال سیاڑھی موجود ہے، اماں جی، آپ کو یاد ہے کہ آپ کی دوست وہ سچے موتیوں کے کام والی ساڑھی انڈیا سے لائی تھیں میرے لیے...... میں نے آج موحد کے ساتھ جا کر میچنگ چوڑیاں، جیولری اور سینڈلز بھی لے آئی ہوں۔'' اس نے اپنے تئیں لڑکیوں کو جلانے کی کوشش کی تھی، کیونکہ کسی بھی قریبی شادی پر ساڑھی پہننے کا شوق گھر کی تمام لڑکیوں کا ہی مشترکہ تھا جس کی اجازت آج تک کسی کو نہ ملی تھی کہ یہ سب کچھ شادی کے بعد پورے کرنا اور شجر کو یہ امید تھی کہ اس کی چونکہ شادی ہونے والی تھی، سو ماں لے جائے گی، فخر کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا، مومنہ اس کی بات پر مسکرائی اور دلچسپی سے اسے دیکھا کہ شجر کی باتیں اور انداز اسے بہت بھاتا تھا ہاں آیت جھلس گئی تھی اندر تک...... تائی صفیہ اور افشاں چچی موجود نہ تھیں، اماں جی فجر کے دوپٹے پر کناروں سے کرن لگا رہی تھیں جو اس نے رات ولیمہ کے فنکشن پر پہننا تھا۔ اماں جی نے عینک کو انگلی سے ناک کی پھننگ پر ٹکایا اور سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

''شادی میں سات دن رہ گئے ہیں اور تمہاری تائی نے منع کیا تھا کہ موحد سے پردہ کرنا ہے اور تم اٹھ کر بازار تک چل پڑیں...... بڑے اگر کوئی بات کرتے ہیں تو اس میں آپ کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔''

''میں تو ایان کو ڈھونڈ رہی تھی وہ گاڑی میں کوئی بیٹھا نظر آیا تو بیٹھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو موحد تھا۔ اس کڑے وقت میں اب گدھے کو باپ بنانا تھا ناں...... میچنگ کیسے ہوئی پھر......؟'' اس کے موحد کو گدھا کہنے پر اماں جی نے سر ہاتھوں میں پکڑ لیا پھر جیسے ہی اسے اپنی بے تکی بات کا احساس ہوا۔ وہ اماں جی کے قریب ہوئی اور ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی۔

اوہو اماں جی...... میں نے محاورتاً کہا ہے اب حقیقت میں تو نہیں کہہ دیا۔ آپ تو میری سہیلی ہیں ناں۔ آپ

pklibrary.com

کو تو سب کچھ بتا سکتی ہوں۔" مومنہ نے تو بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"اماں جی، میرا دوپٹہ مکمل کریں آپ...... پہننا ہے یہ میں نے آج......اس کے ڈرامے تو کبھی ختم نہیں ہونے۔" فجر بیزاری سے بولی، اماں جی نے خود کو بلتجی نظروں سے دیکھتی فجر کو ایک نظر دیکھا۔ عینک درست کی اور سنجیدگی سے بولیں۔

"وہ ساڑھی جس کی تم میچنگ بھی کرا آئیں اگر مجھ سے پوچھ لیتیں کہ اس وقت کہاں ہے تو نہ اتنی مشقت کرنی پڑتی نہ گدھے کو باپ بنانا پڑتا۔ ویسے بھی وہ گدھا تمہارا ہونے والا شوہر ہے۔" شجر نے بے ساختہ زبان دانتوں میں دبائی۔

"لگتا ہے اماں جی کو بہت برا لگ گیا ہے۔ چلو اس بات پر بعد میں اماں جی سے معافی مانگ لوں گی ابھی تو ساڑھی کا معاملہ حل کر لوں۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"اماں جی، میں مطلب نہیں سمجھی آپ کا...... کہاں گئی وہ ساڑھی...... آپ کی الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں رکھی تھی میری وہ ساڑھی، بہاولپور سے منگوایا گیا فیری والا سوٹ اور وہ گوٹے......"

"وہ سب واقعی وہیں تھے مگر اب پیک ہو کر تمہارے جہیز والے سوٹ کیس میں جا چکے ہیں اور تمہاری انہی عادات کی وجہ سے وہ تینوں سوٹ کیس جس میں تمہارا جہیز کا سامان ہے، میں نے تمہاری تائی کے حوالے کر دیئے ہیں، میرے کرنے کے اور بھی کئی کام ہیں۔" یہ بتاتے ہوئے اماں جی کا اطمینان دیکھنے لائق تھا۔

pklibrary.com

"بھائی میری ساری ہمدردی تمہارے ساتھ ہیں لیکن جو کچھ تم مجھے کرنے کو کہہ رہے ہو وہ میرے لیے ناممکن ہے، جانتے ہو ناں اپنی اماں کو اور اپنے بھائی کو......" جیسے ہی اس نے ناعمہ سے آمنہ کی رخصتی کے حوالے سے مدد مانگی اس نے صاف انکار کردیا تھا۔

"ایک صورت میں، میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں اگر تم اپنے بھائی کو منالو...... ویسے بھی لڑکی کی رخصتی ہے، کوئی مذاق تو ہے نہیں کہ وہ مجھ اکیلی کو اس کا ہاتھ پکڑا کر چلتا کردیں گے، شادی بیاہ دو خاندانوں کے بیچ کا میل ہوتا ہے، چلو اماں کی بیماری کا بہانا چل سکتا ہے، لیکن کیا یہ سوال نہیں ہوگا کہ تمہارے خاندان میں اور کوئی بڑا نہیں ہے، کوئی ماموں، چچا، پھوپا، تایا اور مجھے دیکھ کر مردوں کے بارے میں سوال نہیں ہوگا کہ بی بی تمہارا میاں کہاں ہے؟"

"اس کی ماں کی باتوں سے جو مجھے حوصلہ ملا تھا ناں اور سب کچھ انتہائی آسان لگنے لگا تھا...... آپ کی باتوں نے میری رہی سہی ساری ہمت ختم کردی...... انہوں نے کہا تھا کہ تم ایک بار اپنے گھر سے کسی بڑے کو رشتے کے لیے لے آؤ، وہ سب سنبھال لیں گی...... ان کی بات سن کر پھر میں نے سوچا کہ ایک دوبار آپ ان کے گھر چلی جائیں رشتہ مانگنے سے طے ہونے تک...... پھر انہوں نے صرف سادگی سے رخصتی کرنی ہے، اس کے لیے آپ کے ساتھ اپنے چند دوستوں کی فیملیز کو بھیج دوں گا...... پھر ایک دوست سے فلیٹ کے لیے بھی بات کر رکھی ہے، جب تک اماں نہیں مان جاتیں میں اسے وہیں رکھوں گا۔"

"بس تو میرے بھائی اپنے بھائی کو مناؤ تو میں آج ہی وہاں جانے کو تیار ہوں۔" ناعمہ نے حتمی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں بھائی سے لیکن میں چاہ رہا تھا کہ آپ آج ہی آمنہ کے ہاں چلی جاتی تاکہ اس کی اماں کو بھی اپنی بات آگے پہنچانے میں آسانی ہو۔" اس نے اصرار کیا۔

"ضرور چلی جاتی...... ایک بار نہیں، جتنی بار تم کہو، لیکن تمہارے بھائی نے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دینا ہے مجھے، جانتے تو ہو ناں ان کو۔" وہ بے چارگی سے بولیں۔

"بھائی کو بتائے گا کون......"

"پھر بھی...... میں ان کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی کیونکہ یہ ایک عام بات نہیں ہے۔ شادی بیاہ کا نازک معاملہ ہے۔ اماں کو جیسے ہی پتا چلا، سارا ملبہ مجھ پر گرادیں گی...... پتا تو ہے کہ وہ پہلے ہی مجھ سے کتنا خار کھاتی ہیں، مجھے معاف کردو میرے بھائی۔" ناعمہ کی بے بسی پر وہ پرسوچ انداز میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁......❁
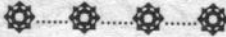
"سنو شجر، تمہارے ساتھ پارلر کون جارہا ہے شام میں؟" آیت اچانک ہی اس کے کمرے میں آئی تھی، شجر ہینڈ فری لگائے مزے سے گانے سنتے ہوئے صوفے پر ٹیک لگائے اپنے ہاتھوں پر نفاست سے کیوٹکس لگانے میں مگن تھی۔ آیت کو بات کرتا دیکھ کر ہینڈ فری کانوں سے نکال کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ آیت کو اپنا سوال دہرانا پڑا۔

"پہلے یشعرہ نے چلنا تھا مگر اب وہ عبدالحنان بھائی کے ساتھ بزی ہیں تو صرف فنکشن کے وقت ہی پہنچیں گی۔ آف کورس فجر ہی بچتی ہے...... کیوں خیریت؟"

"ہاں وہ تائی امی کہہ رہی ہیں کہ فجر کے ذمہ کچھ اور کام ہیں، وہ اکیلی کیا کیا دیکھیں گی...... میں اگر چلوں تمہارے ساتھ تو کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا ناں؟"

"نہیں مجھے کیا مسئلہ ہونا ہے بلکہ اماں جی نے کہا تھا کہ تمہارے ساتھ کسی ذمہ دار بچی کو بھیجوں گی تاکہ اس کے حوالے کپڑے اور زیورات بھیج سکیں، بقول اماں جی کے، تمہارا کیا بھروسا آدھے زیور وہیں بھول کر آجاؤ اور جہاں تک میرا

خیال ہے، تمہارا شمار بھی گھر کی ذمہ دار بچیوں میں ہوتا ہے، سواماں جی سے مل لینا۔" وہ اپنی ازلی لاپروائی سے بولی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں؟ وقت پر تیار ہوجانا...... میں آجاؤں گی، ابھی ذرا تائی جان کے ساتھ تھوڑا سا بری کا سامان سیٹ کرالوں کہ ہم لوگ تو وقت کے وقت پہنچیں گے تو پیچھے تائی امی پریشان نہ ہوتی رہیں۔"

"ہمم گڈ...... ایسے ہی نہیں تمہیں ذمہ دار اور سمجھ دار بچی کا ٹائٹل ملا ہوا ماں جی کی طرف سے۔" اس کے انداز میں ستائش تھی۔

"اچھا...... ہمیں چھوڑنے کون جائے گا پارلر؟" وہ جاتے ہوئے پلٹی انداز کھوج لگانے والا تھا۔

"ہائے آیت ڈیئر، مجھ سے میری مرضی پوچھی جاتی تو کیا ہی بات تھی، میں تو اپنی شادی کا پل پل یادگار بنا دیتی تا کہ عمر بھر پھر وہ یادیں میری زندگی میں رنگ بھرتی رہتیں، میں تو چاہتی ہوں، اس اہم موقع پر موحد میرے ساتھ جائے، سب سے پہلے وہ مجھے دیکھے...... سگنل پر گاڑی روک کر میرے دونوں ہاتھوں میں گجرے اپنے ہاتھ سے پہنائے پھر ہم دونوں آئسکریم کھانے جائیں مگر ہمارے ہاں الٹا ہی رواج ہے کہ ساری دنیا دلہن کو دیکھتی ہے، سراہتی ہے، ایک جس کا حق ہے، جس کو سب سے پہلے دیکھنا چاہیے اسی سے پردہ کرایا جاتا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اماں جی اور تائی اماں کے خیالات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایان کے چانسز زیادہ ہیں ساتھ جانے کے۔" اس نے مزید کہا آیت اس کے خوابوں اور خیالات پر جلتی بھنتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

۞......۞......۞......۞

"میں نے پورے گھر میں ڈھونڈ لیا اور محترم یہاں بیٹھے ہیں، پتا بھی ہے کہ پورے گھر میں آپ کے نام کی ڈھنڈیا مچی ہوئی ہے اور تو اور دلہن خود بھی آپ کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔" نک سک سے تیار مومنہ ایان کو اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز دیکھ کر سر پیٹ کر رہ گئی۔

"ہاں تو اسی لیے تو یہاں بیٹھا ہوں کہ تم مجھے ڈھونڈنے یہیں پر آؤ گی اور یہ کمرہ ہی وہ واحد جگہ ہے جہاں میں اپنی دلہن رانی کو جی بھر کر دیکھ سکتا ہوں...... باہر تو ذرا نظر ٹکا کر محترمہ کو دیکھا نہیں اور وہ جو مفتیاں ہیں ناں شجر اور نجر تام کی فوراً پکڑ لیتی ہیں اور تم بھی کہاں ہاتھ لگ رہی ہو، جب سے یہ شادی کا سلسلہ شروع ہوا ہے...... ارے یار، مان لو کہ اس سب کے بغیر بھی تم ایک اچھی بہو ہو...... بس ذرا اچھی بیوی کا رول زیادہ پلے کیا کرو۔" ایان نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔

"تو کیا مطلب ہے آپ کا کہ میں یہ سب اس لیے کرتی ہوں کہ میری تعریف ہو اور یہ اچھی بیوی کا رول پلے کرنے سے کیا مراد ہے...... کہاں سے کمی نظر آرہی ہے آپ کو؟" شاکی لہجے میں کہہ کر اس نے ہاتھ چھڑایا۔

"ایک تو تمہیں پتا نہیں کس نے کہہ دیا کہ تم ناراض اچھی لگتی ہو، حالانکہ مسکرانا ناراضی سے کہیں زیادہ آسان کام ہے۔" وہ آج کچھ زیادہ ہی شوخ ہو رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب اٹھ جائیں، اماں جی نے پندرہ منٹ پہلے کہا تھا آپ کو بلالاؤں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دس از ناٹ فیئر مومنہ، سارا دن یہ باتیں کرنے کو تھوڑا ہوتا ہے جو تنہائی میں بھی تم گھر والوں کے راگ الاپتی نظر آتی ہو، میں اس لیے انتظار میں تھوڑی تھا کہ اتنی تیار شیار ہو کر تم یہ سب سناتی نظر آؤ۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا، مومنہ رکی اور دوبارہ اس کے پاس آئی۔

"ویسے برا تو ایسے منا رہے ہیں جیسے آپ اپنی تعریفیں سن سن کر تھکتے نہیں ہیں، مائی ڈیئر ہسبینڈ میں روزانہ بتاتی ہوں اور آج پھر بتا رہی ہوں کہ آپ میرے لیے اللہ کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہیں جو اس نے مجھے کسی نیکی کے بدلے میں دیا ہے اور میں اپنے مالک کا ہر پل، ہر سانس بھی شکر ادا کروں تب بھی کم ہے کہ اس نے مجھ گناہ گار پر یہ کرم کیا کہ مجھے اس

گھر کا اور آپ کی زندگی کا حصہ بنادیا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔
''اب ہوئی ناں بات بیوی، دل خوش کردیا ایمان سے۔''
''ویسے ایان، ہم ہمیشہ پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ اللہ کا کوئی کام بھی حکمت اور مصلحت کے بغیر نہیں ہوتا اس میں، ہم انسانوں کی بھلائی پوشیدہ ہے...... اب یہی دیکھ لیں عام حالات میں ہم لوگوں کا رشتہ ہونا ناممکنات میں سے تھا، یہ تو منتہا کی موت کے بعد پتا نہیں کون سی طاقت نے مجھ سے اتنا بڑا اقدم اٹھوایا کہ میں اب بھی سوچوں تو اپنی اس جرأت پر حیران ہو جاتی ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔
''ٹھیک کہہ رہی ہو، اداس مت ہو...... اس کے ساتھ بھی ایسا ہونا ازل سے لکھ دیا گیا ہوگا۔ اب وہ ان ضرورتوں اور خواہشات سے ماورا ہے، اس کے لیے دعا کیا کرو، بہت دور کہیں وہ تمہیں دیکھ کر خوش ہوگی۔'' ایان نے اسے تسلی دی۔
''میں گاڑی نکال رہا ہوں، تم بھیج دو لڑکیوں کو۔'' وہ میز سے گاڑی کی چابی اٹھا کر بولا۔ مومنہ سر ہلا کر باہر نکل گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁
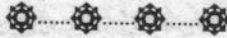
''دیکھیں تو عبدالحنان، میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' یشعرہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے جوش سے کہا، اپنے ہی خیالات میں مگن عبدالحنان چونکا اور اسے دیکھنے لگا۔
''ہم...... اچھی۔'' اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
''میں دو گھنٹے لگا کر تیار ہوئی ہوں اور آپ میری تعریف صرف دو الفاظ سے کریں گے۔ میں تو آپ سے پورا ایک قصیدہ ایکسپکٹ کر رہی تھی، جب سے خود کو آئینے میں دیکھا ہے۔'' وہ مصنوعی خفگی سے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔
''کہیں جا رہی ہو؟'' اس نے بمشکل اپنا رویہ اور لہجہ نارمل رکھا اور نہ ذہنی طور پر وہ جس پسماندگی کا شکار تھا وہ خود جانتا تھا یا اس کا اللہ، اسے اب پتا چل رہا تھا کہ ذہنی انتشار اور سوچوں کی اکھاڑ پچھاڑ، جسمانی چوٹوں سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔
''کیا مطلب جا رہی ہو؟ یاد نہیں کل میں نے بتایا تھا کہ موحد کی مایوں کا فنکشن ہے آج اور صرف میں ہی نہیں آپ بھی چل رہے ہیں میرے ساتھ۔''
''کیوں پوری دنیا کے سامنے میرا مذاق بنوانے پر تلی ہو؟'' وہ بیزاری سے گویا ہوا۔
''میں...... میں آپ کا مذاق بنواؤں گی عبدالحنان......! آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟'' اس کے انداز میں حد درجہ بے یقینی در آئی۔
''ہاں تو مذاق ہی بنتا ہے ہر کوئی جب ایک نارمل خوب صورت لڑکی کے ساتھ لنگڑا اور ایک ٹانگ والا شوہر دیکھتا ہے۔'' اس کی خود اذیتی کی انتہا نے یشعرہ کو گنگ کر دیا۔
''یا پھر تم ایسے شخص کے ساتھ چل کر اپنی واہ واہ کرانا چاہ رہی ہو کہ واہ بیوی ہو تو ایسی یا پھر اف کیسا ظلم ہوا ہے ناں اس بے چاری کے ساتھ، یہ اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟ کب تک اس لنگڑے کا بوجھ......''
''بس...... بس کردیں عبدالحنان، اللہ کے واسطے بس کردیں، مجھے تکلیف ہو رہی ہے آپ کی ایسی باتوں سے اور کیا میں آپ کو ایسی لگتی ہوں...... میری سوچ ایسی لگتی ہے، ساتھ رہنے والے تو کچھ پل کی رفاقت میں ایک دوسرے کے خیالات اور فطرت جان لیتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوئی۔
''اور ایسی ہی تکلیف دہ باتیں اب تمہاری زندگی کا حصہ ہیں، مسلسل چوٹ لگتی رہے تو لوہا بھی نرم پڑ جاتا ہے اور قطرہ قطرہ گرنے والا پانی پتھر میں بھی سوراخ کر دیتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے جب انسان تھک جاتا ہے، اکتا جاتا ہے اس کے خیالات کہیں پس منظر میں چلے جاتے ہیں پھر وہ بھی ویسا سوچنا اور دیکھنا شروع کر دیتا ہے جیسا سب کہتے ہیں اور

pklibrary.com

میں ڈرتا ہوں اس وقت سے جب تم بھی ایسا ہی سوچو گی، میں تمہیں بوجھ لگنے لگوں گا اور یہ رشتہ بھی، اس لیے اب بھی وقت ہے تم چلی جاؤ مجھے چھوڑ کر اور جا کر اپنی نئی زندگی شروع کرو۔" وہ غیر مرئی نقطے کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا۔ یشعرہ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کی پرواہ کیے بغیر۔

"آپ کیوں ایسا سوچتے ہیں عبدالحنان؟ میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا نہ کبھی سوچوں گی، میرا یقین کریں...... میرے ساتھ ہمیشہ ایسے ہی کیا ہے آپ نے، خود سے سوچا، فیصلہ کیا اور مجھ پر لاگو کر دیا، یہ جانے اور پوچھے بغیر کہ میں کیا چاہتی ہوں؟ میں بھی جیتی جاگتی انسان ہوں...... میری اپنی زندگی ہے جس کے بارے میں سوچنے اور فیصلہ کرنے کا حق مجھے بھی ہے۔ ایک بار پہلے بھی ایسا ہی کیا تھا آپ نے اور سب کو پریشانیوں کے بھنور میں پھنسا کر خود روپوش ہو گئے تھے۔ سب کچھ ٹھیک کرنے کی کوشش میں کتنی بار میں مری ہوں، آپ کو اندازہ نہیں ہے اور اب آپ دوسری بار بھی وہی غلطی کرنا چاہتے ہیں تو سن لیں، اب کی بار میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔ عبدالحنان نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔ وہ کہنا چاہتا کہ مت روئے کہ اسے اس کے رونے سے بہت تکلیف ہوتی ہے مگر وہ نہ کہہ سکا۔

"میں آپ کا مذاق بنوانے سے پہلے مر جانا پسند کروں گی عبدالحنان، آپ سمجھتے کیوں نہیں کہ بیوی تو زندگی کی ساتھی ہوتی ہے، نصف بہتر...... میں آپ کی نصف بہتر ہوں، اپنے دکھوں کو مجھ سے بانٹ لیں، یقین کریں زندگی آسان ہو جائے گی۔ ایک بار ویسا کر کے تو دیکھیں جیسا میں کہتی ہوں، اگر میں...... میں ایسے ہی تکلیف سے گزرتی تو کیا آپ مجھے اپنی زندگی سے نکال دیتے، اپنا راستہ بدل لیتے، نہیں ناں؟ پھر مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں ایسے راستے پر چلنے کے لیے جس پر چلنے سے پہلے میں مر جانا پسند کروں گی، کیونکہ زندگی کی راہیں چاہیں کتنی ہی کٹھن ہوں نہ ہوں، ان پر مجھے آپ کے ہمراہ ہی رہنا ہے۔ آپ نے اپنا فیصلہ سنایا ہے تو میرا بھی سن لیں۔" اپنے آنسو صاف کرتی وہ ایک عزم سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"سنیں اجمل کے ابا، وریشہ کی شادی کے دنوں میں اماں جی کے جاننے والوں میں سے آمنہ کا ایک بہت اچھا رشتہ آیا تھا، اماں جی بہت خوش تھیں اس رشتے سے اور مطمئن بھی پھر تو آپ نے دیکھا کہ حالات سازگار نہیں رہے اور پھر ایسی کوئی بات کرنے کی نوبت نہ آئی، پھر گھر میں عبدالحنان والا مسئلہ، پھر اماں جہاں کی دن بدن بڑھتی بیماری نے کچھ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی...... اب کل ہی وہی خاتون دوبارہ آئی ہیں، رسمی ہاں تو اماں جہاں کر ہی چکی تھیں ان کو، وہ باقاعدہ بات پکی کرنے کے بعد فوری شادی کا کہہ رہی ہیں۔" تائی سلطانہ نے بڑے تایا کو بتایا جو آج کل اماں جہاں کی طبیعت کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔

"دیکھ لو سلطانہ، ایک عمر ہو گئی، اماں جی ہی گھر کے سب معاملات دیکھتی آئی ہیں، جب انہوں نے ہاں کہہ دی تو پھر تو ناں کی یا کسی اور اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی...... تم سب ضروری معاملات طے کر لو اور بتا دینا کہ ہم شادی شریعت کے مطابق کرنا پسند کرتے ہیں، بالکل سادگی سے، خریداری کے لیے جو پیسے چاہیے وہ اجمل کو بتا دو، میں بندوبست کر دیتا ہوں۔" انہوں نے ان کی توقع کے مطابق جواب دیا تو تائی سلطانہ نے بے اختیار طویل سانس لیتے ہوئے اس لڑکے کے بارے میں تفصیل بتائی۔ ابھی کل ہی تو وہ اپنے کسی دوست کی بیوی کو اپنی بھابی بنا کر لایا تھا اور تائی سلطانہ سے ملوایا تھا، اماں جہاں اس وقت عنایت بی کو لے کر درگاہ شریف پر اپنے لیے دعا کرانے گئی تھیں، ویسے بھی ان کے واپس آنے کے بعد تائی سلطانہ ان سے دو تین بار اس حوالے سے بات کر گئی تھیں مگر پہلی بار تو اپنے اسی دورے کی کیفیت میں تھیں جو اب ان کی زندگی کا حصہ بن گیا تھا اور ان کی اس حالت کو ان کی مرید خواتین روحانیت کا درجہ ملنے سے نسبت دے رہی

pklibrary.com

تھیں۔ بہت بار منع کرنے کے بعد بھی کہ اماں جہاں کی طبیعت خراب ہے، وہ نہ تو کسی کے لیے دعا کرنے کے قابل ہیں نہ ہی کسی درس کا اہتمام ہو رہا تھا، فی الحال خواتین ضد کر کے آتیں اور صرف ان کا دیدار کرنے کو ہی اپنی خوش نصیبی سمجھتی تھیں اور دوسری بار جب وہ گئیں تو اماں جہاں اس دوا کی وجہ سے غنودگی میں تھیں جو ان کو اجمل کی ہدایت پر آمنہ نے کھلائی تھی، سو انہوں نے اماں جہاں کے انتظار میں معاملہ لٹکانا ضروری نہیں سمجھا اور تایا جان سے بات کر لی تھی۔ اب انہیں باقی کے معاملات نہایت سمجھ داری اور باریک بینی سے طے کرنے تھے۔

❁......❁......❁......❁

منتہا کی موت کے بعد وہ اب آیا تھا۔ اس کی یاد نے وہاں بھی اس کے دل کو بے چین کر رکھا تھا مگر گھر کے قریب محلے میں قدم رکھتے ہی اس کا جی چاہا، وہ دھاڑیں مار مار کر روئے...... اسے لگا کہ وہ آج ہی مری ہے، اس سے اس گلی کی طرف دیکھا بھی نہ گیا تھا۔ مرے دل کے ساتھ وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تھا۔ وہاں پر بھی ہر کونے میں اس کی یادیں بکھری ہوئی تھیں، اسے کہیں ہنستی ہوئی، کہیں روتی ہوئی، کہیں اپنے خوابوں کو مسکرا کر بتاتی ہوئی تو کہیں اپنے مخصوص نڈر انداز میں اپنی زندگی کے حوالے سے بلند بانگ دعوے کرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ لہو رنگ آنکھوں کے ساتھ وہ اپنے گھر کے ہر کونے کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو...... اس کی نسبت سے ان جگہوں کو دیکھنا اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا کہ جہاں جہاں اس کے قدم جیتے جاگتے پڑے تھے وہاں وہاں وہ اس تصور کے ساتھ کیسے دیکھ سکے گا کہ وہ قدم اب وہاں کبھی بھی نہیں دھرنے والے تھے۔ نصرت بی سے ملتے ہی وہ بے ساختہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

"اماں...... میں کیا کروں کہ وہ مجھے بھول جائے...... ہر روز کوشش کرتا ہوں اور روز ہی اپنی کوشش میں ناکام ہو جاتا ہوں...... زندگی سے بھرپور لڑکی، کیسے لمحوں میں ختم ہو گئی، زندگی میں اپنے لیے خوشیوں کی خواہش کرنا کیا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اپنی جان سے ہی چلا جائے۔" وہ بری طرح روتے ہوئے کہہ رہا تھا، نصرت اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے خود بھی رو رہی تھیں۔

"بس میرے بچے، وہ اب جہاں ہے، وہ یہاں سے اچھی جگہ پر ہے، اسے اب ان چاہتوں کی چاہ نہیں رہی، وہ ان سے آزاد ہو گئی ہے، اس کے لیے دعا کرو...... اس سے اس کی روح کو بھی سکون ہوگا اور تمہیں بھی۔"

"اماں...... میں اس کی قبر پر جانا چاہتا ہوں۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"جلدی کرو شجر...... اماں جی ناراض ہو رہی ہیں کہ اتنی دیر سے جائیں گے تو آئیں گے کب، ادھر لیان نے ہارن دے دے کر ناک میں دم کر رکھا ہے، سارا سامان اور زیور وغیرہ تو میرے پاس ہے...... اب تم کیوں دیر کر رہی ہو، تائی جان کہہ رہی ہیں کہ رہنے دو پھر گھر پر ہی تیار ہو جائے گی۔" آیت کہتی ہوئی اندر آئی، وہ جانے کے لیے بالکل تیار تھی اور آگے شجر کو سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے میں دیکھ کر حیران رہ گئی اور اماں جی اور تائی کے فرمودات اس تک پہنچا دیے۔

"کیا مصیبت ہے...... میں خود جتنی جلدی کر رہی ہوں اتنی دیر ہو رہی ہے، ہر معاملے میں، پہلے نہانے گئی تو پانی ختم تھا، بال ڈرائی کرنے چاہے تو ڈرائیر غائب، اب سیل ڈھونڈ رہی ہوں تو وہ پاگل نجانے کہاں جا کے چھپ گیا ہے۔" شجر حقیقتاً جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب کہاں گیا؟ یہیں کہیں ہوگا...... اچھی طرح سے دیکھا نہیں ہوگا تم نے، لاسٹ ٹائم کب یوز کیا تھا تم نے؟" آیت نے درازوں میں اور تکیے اٹھا اٹھا کر دیکھنے شروع کر دیا۔

"یہی کوئی گھنٹہ بھر پہلے...... موحد کی کال آئی تھی تب تو میرے ہاتھ میں تھا، نہانے سے پہلے

pklibrary.com

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" وہ خود بھی اس کے ساتھ ہی سیل ڈھونڈنے میں لگ گئی۔

"تم اور تمہاری یادداشت کیا کہہ رہا تھا موحد ویسے؟" آیت نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"اسی کی وجہ سے، میرے کام خراب ہوتے ہیں ہمیشہ اور ڈانٹ بھی مجھے پڑتی ہے۔ اچھا بھلا پاؤچ میں ڈال کر رکھا تھا سیل...... محترم چاہ رہے ہیں کہ جیسے ہی تیار ہوں پکس بنا کر بنا کر اس کو واٹس ایپ کردوں...... سب سے پہلے وہ دیکھنا چاہ رہا ہے مجھے۔" تروٹھے انداز میں بتایا۔

"اچھا شجر، یہ نہ ہو سیل ڈھونڈنے کے چکر میں فنکشن کا ٹائم ہی گزر جائے، کمرہ لاک کر کے جاتے ہیں، واپس آ کر ڈھونڈ لیں گے۔ میرا سیل ہے اسی سے میں پکس بنا کر موحد کو واٹس ایپ کردوں گی۔" آیت نے تجویز دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو آیت، تھینکس آلاٹ...... اچھا آئیڈیا ہے یہ بھی۔" وہ فوراً خوش ہوتے ہوئے بولی اور اب وہ دونوں چادریں پہن کر باہر نکل رہی تھیں، آیت نے معنی خیزی سے بیڈ کے نیچے ایک نظر ڈالی جہاں وہ سیل آف کر کے اس وقت گرا گئی تھی جب شجر نہانے گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

گھر میں سے صرف یشعرہ اور آمنہ ہی مایوں پر جا رہی تھیں کہ اماں جہاں کی طبیعت خراب ہونے کی بنا پر تائی سلطانہ نے گھر رکنے کو ترجیح دی تھی، آمنہ بھی نہ جاتی اگر یشعرہ اس پر زبردستی نہ کرتی۔

"کیا ہے آمنہ؟ یہی عمر تو ہوتی ہے ہنسنے کھیلنے اور انجوائے کرنے کی اور اس گھر کی لڑکیوں کے تو کیا ہی کہنے، نہ کوئی شوخی، نہ شرارت، نہ بجنا نہ سنورنا شاید ہر گھر کا ماحول الگ ہوتا ہے اور گھر کے بچوں پر اس ماحول کی گہری چھاپ آ جاتی ہے، ورنہ ہمارے گھر آ کر دیکھو، شجر اور فجر نے نچلا بیٹھنا تو سیکھا ہی نہیں...... ساتھ میں مجھے اور آیت کو بھی گھسیٹ لیتی ہیں، کوئی بات اور بہانہ چاہیے ہوتا ہے ان کو ہلا گلا کرنے کا، بھائیوں کو تنگ کرنے کا اور اماں جی سے اور ابا سے ڈانٹ پڑوانے کی دھمکی دے کر اپنی فرمائشیں منوانے کا...... میں یہاں آ کر بہت مس کرتی ہوں، اس رونق اور گہما گہمی کو اور اب تو خیر سے شادی کے فنکشنز شروع ہوئے ہیں تو کیا ہی بات ہوگی وہاں کی، تم چلو تو سہی، دیکھنا بہت مزہ آئے گا۔" منتہا بہت پسند کرتی تھی وہاں کے ماحول کو، ایک بار اس نے کہا تھا۔

"یشعرہ آپی، دل کرتا ہے کہ یہاں آ کر میں واپس ہی نہ جاؤں۔" یشعرہ اپنے گھر کی گہما گہمی کا ذکر کرتے منتہا کی بات یاد آنے پر اداس ہو گئی تھی۔

"اور یاد ہے آمنہ، تم لوگ کیسے اماں جہاں سے چھپ کر کئی کئی بہانے کر کے آیا کرتی تھیں ہمارے ہاں...... کتنا شوق ہوتا تھا تاں تم لوگوں کو کہ کوئی فنکشن ہو تو تم لوگ ہمارے ہاں آؤ۔ اسی طرح فجر اور شجر اماں جی کا ناک میں دم کیے رہتی تھیں کہ فلاں کی سالگرہ ہے تو اماں جہاں کے گھر انویٹیشن بھیجیں...... فلاں نے امتحان میں پوزیشن لی ہے، گھر میں پارٹی ارینج کر رہے ہیں تو تم لوگوں کو کسی نہ کسی طریقے سے ضرور بلایا جائے...... پتا نہیں کہاں گئے وہ دن؟" وہ ماحول کی کشیدگی کم کرنے کے لیے خود ہی بول رہی تھی۔

"اٹھو شاباش، میں نے تمہارے کپڑے نکال دیئے ہیں۔ تم جلدی سے تیار ہو جاؤ، عبدالحنان کو دیکھ لوں زیادہ دیر اکیلا چھوڑ دوں تو عجیب سے ہو جاتے ہیں۔" یشعرہ نے پیار سے کہا اور خود باہر نکل گئی۔ آمنہ بادل نخواستہ اٹھی اور بیڈ پر رکھے کپڑے اٹھا کر واش روم کی طرف چل دی، اس پل اسے یشعرہ پر بہت پیار آیا تھا، جس نے صبح ہی ضد کر کے اس کی الماری سے خود ہی سوٹ نکالا تھا اور استری بھی کر کے رکھ گئی تھی۔ ایک عرصہ بعد اس نے اپنے دل کو کچھ ہلکا ہوتے محسوس کیا تھا، ورنہ سوچوں کی ایک یلغار تھی جو ہمہ وقت اس کا احاطہ کیے رکھتی تھی۔

pklibrary.com

اجمل کی دلی مراد پوری ہوگئی تھی کہ بہت دن ہوگئے تھے اسے دیکھے ہوئے اور اس کے یہاں آنے یا ان کے گھر جانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آرہی تھی کہ آج اچانک یشعرہ بھابی نے کہا کہ بہن اور آمنہ کو اماں جی کے ہاں چھوڑ آئے کہ موحد اور شجر کی مایوں کی رسم بھی آج...... دل ہی دل میں ڈھیروں بہانے بناتا ہوا وہ ان کو چھوڑنے آیا تھا کہ اب جب وہ وہاں جا ہی رہا تھا تو یہی سوچا کہ اسے کسی طور دیکھنا ضرور تھا۔

"ٹھیک ہے اجمل بھائی بہت شکریہ، واپسی پر میں کوشش کروں گی کہ موحد یا ایان میں سے کوئی ہمیں چھوڑ دے یا پھر آپ کو کال کردیں گے۔" یشعرہ نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"جی بھابی ٹھیک ہے لیکن میں ابھی ہوں یہاں...... اب آیا ہوں تو دلہا میاں سے ملتا جاؤں گا، ایک عرصہ ہوا بات کیے ہوئے۔" اس کے اس طرح کہنے سے یشعرہ نے حیرت سے اسے دیکھا کہ اجمل خاندان میں بہت لیے دیئے رہتا تھا اور کبھی بھی ان چکروں میں نہیں پڑتا تھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں...... جیسے آپ کی مرضی۔" وہ کہہ کر آمنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ اجمل نے گاڑی پارک کی اور دعا کرتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا، کسی طرح وہ اس کو دیکھ لے چاہے ایک نظر ہی سہی، تقریب کے انتظامات شاید لان میں تھے کہ رونق اور گہما گہمی وہیں نظر آرہی تھی۔ اس طرف جانے کی بجائے وہ گھر کی اندرونی طرف آ گیا اور لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے اس بات پر ایک بار پھر یقین آیا تھا کہ سچے دل سے مانگی گئی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں کہ بلیک کلر کے گھیر دار فراک میں سفید دوپٹا گلے میں لیے، بڑے بڑے سلور کلر کے جھمکے کانوں میں پہنے وہ اماں جی سے کسی بات پر بحث کررہی تھی، اماں جی کی موجودگی کے باعث وہ جھجکا اور بڑے سے لکڑی کے منقش دروازے کو چابی سے کھٹکھٹایا، اسے دیکھا کر فجر نے دوپٹا ٹھیک کر کے اس کا پلو سر پر لیا اور اسے اچھی طرح سے لپیٹ کر پہلے جھٹ سے سلام کیا پھر اماں جی کی طرف مڑی۔

"اچھا اب اللہ تعالیٰ نے میرا یہ مسئلہ حل کردیا ہے...... یہ اجمل بھائی آگئے ہیں، مجھے ان کے ساتھ بھیج دیں...... وعدہ میں آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں لگاؤں گی۔ صرف جوتا ہی تو لینا ہے۔ دکان بھی مجھ پتا ہے اور ڈیزائن بھی وہی لینا ہے تو زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" اس کے آنے سے اس کا جیسے کوئی بڑا مسئلہ حل ہوگیا تھا جب ہی خوش ہوکر اماں جی سے بولی۔

"کیا ہے لڑکی...... کہہ تو تم ایسے رہی ہو جیسے ایک وہی نگوڑا جوتا تھا تمہارے پاس...... ایک ٹوٹ گیا تو دوسرا پہن لو، اب بچہ نجانے کس کام سے آیا ہے، واپس جا کے کہیں جانا بھی ہوسکتا ہے اس نے۔" انہوں نے اجمل کو دعا دے کر فجر کو ڈپٹ دیا۔

"کیا فائدہ ایسی میچنگ کا جب سارے بلیک اور سلور کنٹراسٹ میں، میں پیلا، گلابی جوتا پہن لوں۔ اتنی تیاری کی اس فنکشن کی وجہ سے، اب ایک جوتے کے لیے میں اپنی ایکسائیٹمنٹ خراب نہیں کرسکتی...... آپ پہلے کہہ رہی تھیں کہ کوئی آجاتا ہے تو تمہیں بھیج دوں گی مارکیٹ۔ اب یہ اجمل بھائی آگئے ہیں تو اپنی بات سے مکر......" اس نے اماں جی کو گھورتے دیکھ کر اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔

"اور جس انداز سے یہ ریلیکس ہوکر بیٹھے ہیں ناں اس سے تو لگتا ہے کہ یہ قیام کا ارادہ لے کر آئے ہیں، ان کو کسی ضروری کام سے نہیں جانا۔" اس کی بات پر اجمل گھسیا کر فوراً سیدھا ہوا۔

"کیا بات ہے چھوٹی دادی؟ کوئی مسئلہ ہے تو بتائیں، میں کردیتا ہوں کام...... مجھے بھی دکان پر ہی جانا تھا۔ بھابی اور آمنہ کو یہاں چھوڑ کر مگر ابا ہیں وہاں تو آپ فکر مت کریں اور تکلف کیے بغیر بتائیں مجھے کہ کہاں جانا ہے؟" وہ ادب سے گویا ہوا۔

pklibrary.com

نئے اُفق گروپ آف پبلیکیشنز سے شائع ہونے والے ڈائجسٹ

کا ویب ایڈریس اور تمام کالموں کے ای میل تبدیل ہوگئے ہیں۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

پرانے ویب اور ای میل ایڈریس پر مسلسل صارفین کی شکایات موصول ہوتی رہیں۔ جس کی بنا پر ادارے نے اپنے ای میل ایڈریس تبدیل کرلیے ہیں۔ تمام سلسلوں کے الگ الگ ایڈریس اس پوسٹ میں لگائے جارہے ہیں۔ براہ کرم اسے اپنے پاس محفوظ کرلیجیے اور اپنے دوست احباب کو بھی اطلاع کردیں۔

نیا ویب ایڈریس یہ ہے

www.naeyufaq.com

نئے افق، آنچل اور حجاب سے متعلق معلومات کے لئے یہ ای میل ہے	info@naeyufaq.com
نئے افق کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editorufaq@naeyufaq.com
آنچل کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editor_aa@naeyufaq.com
حجاب کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editorhijab@naeyufaq.com
بیاض دل اور نیرنگ خیال	biazdill@naeyufaq.com
دوست کے پیغام	dkp@naeyufaq.com
یادگار لمحے	yaadgar@naeyufaq.com
آئینہ کے لئے تبصرہ	aayna@naeyufaq.com
بزم سخن (شاعری)	bazsuk@naeyufaq.com
عالم میں انتخاب شاعری منتخب شعرا کا کلام	alam@naeyufaq.com
شوخئ تحریر (اقتباسات)	shukhi@naeyufaq.com
حجاب میں تبصرے کے لئے حسن خیال	husan@naeyufaq.com

اپنی کہانیاں یونی کوڈ، ورڈز اور ان پیج پر ٹائپ کرکے ای میل کردیں۔ اردو رسم الخط میں موصول ہونے والی کہانیاں قابل قبول ہوں گی۔
نئے افق، آنچل اور حجاب کے کالم میں شریک ہونے کے لئے درست ای میل کا انتخاب کیجیے۔ بصورت دیگر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
تمام احباب سے گذارش ہے کہ ای میل ایڈریس محفوظ کرلیں تاکہ بوقت ضرورت آپ کو کسی قسم کی دشواری نہ اٹھانا پڑے۔

pklibrary.com

''ارے بیٹا..... ان لڑکیوں کے ہونق پن کا کیا پوچھتے ہو، مہمان آنا شروع ہوگئے ہیں، دوبار مجھے بلاوا آ گیا ہے ان کی ماؤں کی طرف سے کہ باہر آ جاؤں، سب پوچھ رہے ہیں، یہ ٹوٹا جوتا لے کر میرے پاس آ گئی ہے کہ ایسا نیا لینے جانا ہے، اب بتاؤ بھلا...... مرد باہر کے کام کاج کو نکلے ہیں، ملازمائیں بھی مصروف ہیں مگر بنو ہیں کہ ضد پر اڑی ہیں، اب بیٹا آپ آ گئے ہو تو مہربانی کر کے اس کو لے جا کر جوتا دلا دو...... ورنہ جینے نہیں دے گی یہ لڑکی مجھے۔'' اماں جی عاجز آ کر بولیں۔

''جی چھوٹی دادی، جیسے آپ کہیں۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''ایک منٹ رکیں اجمل بھائی، میں اپنی چپل اور چادر لے آؤں۔'' اجمل کی نگاہ اب اس کے پاؤں پر گئی...... وہ بغیر جوتے کے وہاں موجود تھی۔

❁......❁......❁......❁

تائی سلطانہ کچن میں تھیں۔ یشعرہ اور آمنہ موحد اور شجر کی شادی پر جا چکے تھے۔ آج اماں جہاں کی طبیعت کچھ بہتر تھی تب ہی انہوں نے عنایت بی سے کہا کہ انہیں عبدالحنان کے کمرے میں چھوڑ آئیں...... وہاں جا کر اسے چت لیٹا چھت کو گھورتا پایا، ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''عبدالحنان میرے بچے۔'' اماں جہاں اپنے آنسو ضبط کرتی اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''آئیں اماں، میں تو اب یہ کہنے کے قابل بھی نہیں رہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی، مجھے بلا لیا ہوتا۔'' یاسیت سے کہتا وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں اس کی سانس پھول گئی اور جسم پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔

''ایسی باتیں مت کیا کرو عبدالحنان، ہمارا دل دکھتا ہے اور لیٹے رہتے، اٹھنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''ساری عمر کا ہی لیٹنا ہے اب تو اماں۔'' اس کی بات اور لہجہ ان کا دل چیر گیا۔

''عبدالحنان ہمت کرو میری جان...... تمہیں دیکھ کر ہم جیتے ہیں، تم ہنستے ہو تو ہم مسکراتے ہیں، جانتے ہو کہ خالی کوشش بارور نہیں ہوتی جب تک جذبہ جوان اور ارادے مضبوط نہ ہوں۔ تمہارے آگے ساری زندگی پڑی ہے۔ ایسے مایوس رہو گے تو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گی، سوچ کو بدلو بچے، زندگی خود بخود بدل جائے گی۔''

''زندگی جینا بھی کون چاہتا ہے اماں اب؟'' ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے کہا تو اماں جہاں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیسے اور کن الفاظ میں سمجھائیں۔

''پتا ہے اماں، آج کل میں ہر وقت ایک ہی بات سوچتا ہوں۔'' وہ مزید گویا ہوا۔

''وہ یہ کہ منتہا نہ مرتی، اس کی جگہ میں مر جاتا۔'' اس کی بات پر اماں جہاں کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں لے کر بھینچ دیا ہو۔

''اب دیکھیں ناں ایسی بے بسی، لاچاری اور معذوری کے ساتھ مجھے ایک عمر نہیں گزارنی، ارے میں تو ان چند دنوں میں تنگ آ گیا ہوں، اپنی زندگی سے، نہ جانے میری عمر کے کتنے ماہ و سال باقی ہیں، کیسے گزار پاؤں گا اور مالک کائنات کی مصلحت دیکھیں کہ وہ لڑکی جسے میں نے جب بھی دیکھا ایک بے نیازی کیفیت میں زندگی کو بھرپور انداز سے گزارتے دیکھا، اس نے کب سوچا ہوگا کہ اپنی شادی سے محض چند گھنٹے قبل ہی موت کی آغوش میں جا سوئے گی...... جس کی اس نے کبھی چاہ بھی نہیں کی تھی، مجھے تو اب تک اس کی موت کا یقین نہیں آتا۔'' اس کی آواز بھرائی۔ اس کے اعصاب بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی بری طرح محسوس کرتا اور گھنٹوں اسی کے متعلق سوچتا، اس پر مستزاد ہر بات چاہے وہ کوئی بھی پہلو کیوں نہ رکھتی ہو، وہ منفی تناظر میں ہی اسے لیتا اور اسی حوالے سے اپنی سوچ کے زاویے کو وسیع کرتا

pklibrary.com

جاتا...... اماں جہاں تو اس کی انتہائی سوچ کے زیر اثر ساکت بیٹھی رہ گئی تھیں۔
"عبدالحنان......!" بہت دیر بعد ان کی کانپتی ہوئی آواز آئی۔
"یہ دیکھو، ہمارے بندھے ہاتھوں کو...... اپنی باتوں سے اور سوچ سے ہمیں قطرہ قطرہ زہر دے کر مت مارو بیٹا تمہاری اماں جہاں پہلے جیسی نہیں رہی ہیں میرے بچے، وہ اماں جہاں جو چٹانوں سی مضبوط تھیں...... بڑی سے بڑی مشکل کا تنہا سامنا بڑی ہمت سے کرتی تھیں۔ تمہاری اماں جہاں کو تمہاری جدائی نے بہت کمزور کر کے توڑ دیا ہے۔ ان کے ساتھ ایسا مت کچھ کرو کہ وہ سہہ نہ پائیں۔ تم تو ہمارے سب سے پیارے، سب سے فرماں بردار بچے ہو، ہماری کوئی بات کبھی نہیں ٹالی، اب کیوں ضد کر رہے ہو؟ کیوں ایسی باتیں کر کے ہمیں اور خود کو اتنی تکلیف دے رہے ہو۔"
"ایسا مت کریں اماں...... مجھے اچھا نہیں لگ رہا آپ کا ایسا انداز۔" وہ خود آگے بڑھ کر ان کے بندھے ہاتھ کھول نہیں سکتا تھا، اس لیے بے بسی سے بولا۔
"میں کیا کروں اماں؟ بہت کوشش کرتا ہوں خود کو سمجھانے کی، اپنے اندر جینے کی آرزو پیدا کرنے کی...... مگر کیا کروں، جیسے ہی اپنی ٹانگ پر نظر پڑتی ہے، سب سوچوں پر ایک ہی سوچ بھاری پڑ جاتی ہے کہ میں ایک ادھورا انسان ہوں، میرا ساتھ میرے اپنوں کے لیے دکھ کا سبب تو بن سکتا ہے، خوشی کا نہیں...... جینے کی ساری امیدیں دم توڑ جاتی ہیں۔" اس کے انداز میں عاجزی، قنوطیت اور بے بسی تھی۔
"ہم کل ایک بار پھر تمہیں ڈاکٹر کے پاس بھیجیں گے...... اس نے کہا تھا کہ ایسی حالت میں مریض ایسا ہی سوچتا ہے لیکن اس کو میرے پاس لائیے گا، میں خود سمجھاؤں گا، ہماری بات کا تو تمہیں یقین نہیں آتا لیکن دیکھنا وہ تمہیں بتائے گا کہ کچھ دن میں اس کے زخم بھر جانے کے بعد تمہاری ٹانگ لگ جائے گی، دوسروں کو تو کیا، تمہیں خود بھی پتا نہیں چلے گا پھر کاہے کا ادھورا پن؟" وہ اس سے زیادہ خود کو یقین دلا رہی تھیں۔
"اچھا یہ بتائیں، آپ کیوں نہیں گئیں چھوٹی دادی کے گھر؟" عبدالحنان نے بات بدلی کہ ان باتوں سے بھی اب اس کے اندر نہ تو کوئی امید جاگتی تھی، نہ امگن، الٹا ایک تکلیف کا احساس دل میں جاگزین ہو جاتا تھا۔
"بس بچے، ہم کہاں جاتے ہیں ایسی محفلوں میں، کچھ طبیعت بھی ساتھ نہیں دے رہی تھی پھر ہم چلے جاتے تو اپنے بچے کے ساتھ جو قیمتی لمحات گزار رہے ہیں یہ ہماری زیست کے خزانے میں کیسے جمع ہوتے۔" عبدالحنان کے بات بدلنے پر انہوں نے دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے جواب دیا۔
"اماں...... ایک بات پوچھوں؟"
"ہاں ہاں ضرور، اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے، جو دل میں ہے وہ بول کے دل ہلکا کر لیا کرو...... یاد ہے کہ ہمارے بچوں میں ایک تم ہی تو دل کے اتنے قریب ہو کہ ہر دکھ سکھ تمہارے ساتھ بانٹا ہے ہم نے۔"
"اماں...... آپ نے مجھ سے وہ وعدہ کیوں لیا تھا، آپ۔ شعرہ کو طلاق دلوا کر کس کو تکلیف پہنچانا چاہتی تھیں؟" اس کا سوال اماں جہاں کا جیسے سارا خون نچوڑ کر لے گیا۔
"جن سوالات کے جوابات اتنی اذیت رکھتے ہوں کہ کلیجے پر ہاتھ پڑ جائے، ان کو ایسے ہی رہنے دیا جاتا ہے۔" کچھ پل بعد انہوں نے آہستہ سے کہا۔
"اماں...... کبھی مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ مجھے یہ سزا شعرہ کا دل دکھانے پر ملی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے اس وعدے کی سزا ہو جو آپ ایک معصوم لڑکی کو دینا چاہتی تھیں، ایسے میں دل مطمئن بھی ہو تو کیسے ہو؟" اب کی بار عبدالحنان کے منہ سے جو بات نکلی اس نے اماں جہاں کو کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔

pklibrary.com

❁……❁……❁……❁

"جلدی کریں اجمل بھائی یہ تو اماں جی ایسے ہمارے لاڈ مان لیتی ہیں ورنہ میری امی نے تو پکڑ کر دو جوتے بھی ساتھ لگانے تھے اور کہنا تھا کہ یا تو یہی ٹوٹا جوتا پہنو یا ننگے پاؤں پھرو، ہماری بلا سے مگر خبردار جو بازار جانے کا نام بھی لیا ہو تو، نوکر ہیں کیا بھائی، جو یہی ڈیوٹی کرتے رہیں ہر وقت۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اجمل کی جگہ خود گاڑی چلانا شروع کردے، یہ اور بات تھی کہ اجمل اس کی یہی بے ساختہ باتیں سننا چاہ رہا تھا جب ہی اس نے کار کی رفتار آہستہ رکھی تھی۔

"جی جی بس ابھی پہنچ جاتے ہیں...... اصل میں ایک بات کرنا چاہ رہا تھا آپ سے......" وہ کچھ جھجک کر بولا۔

"مجھ سے......! مجھ سے بات کرنا ہے؟" اس نے رخ موڑ کر اجمل کا چہرہ دیکھا اور حیرت سے پوچھا۔

"جی...... وہ اصل میں......" وہ رکا کہ اماں جہاں کی تربیت اور ان کے گھر کا ماحول ایسا تھا کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی کسی لڑکی سے بے تکلفی سے بات کرے گا۔

"میں...... وہ اماں کو بھیجنا چاہ رہا ہوں اپنے رشتے کے لیے...... اس لیے سوچا آپ سے پہلے پوچھ لوں۔" اتنا کہنے میں ہی اجمل کو پسینے آ گئے تھے، ایک پل کو تو فجر کی بولتی بھی بند ہوگئی تھی مگر اپنی خود اعتمادی کی بدولت اس نے جلد ہی خود پر قابو پایا اور کھنکھار کر بولی۔

"دیکھئے اجمل بھائی، ہمارے گھر کے لڑکے ہوں یا لڑکیاں، سب کے لیے اس قسم کے فیصلوں کا اختیار ہمارے والدین نے اماں جی کو سونپ رکھا ہے اور اس پر ہمیں کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔ اماں جی جب اور جس کے ساتھ چاہیں گی ہماری شادی کردیں گی لیکن آپ لوگوں کی فیملی......" وہ ذرا رکی۔

"مطلب بے حد قریبی رشتہ داری ہونے کے باوجود بہت سا فرق ہے دونوں گھرانوں کے ماحول میں پھر ابھی تو یشعرہ والا معاملہ بھی ٹھیک سے حل نہیں ہو پایا ایسے میں، میں نہیں جانتی کہ گھر والوں کا ردعمل کیا ہوگا...... باقی آپ خود دیکھ لیں۔"

"جی جی وہ تو میں جانتا ہوں مگر میں آپ کو...... میرا مطلب ہے اگر ایسا ہو تو آپ کیسا سوچتی ہیں میرے بارے میں؟" اس نے ذرا ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آپ...... اجمل بھائی برا مت مائیے گا جتنا آپ کو، آپ کے گھر کی لڑکیوں کی رائے سے میں نے جج کیا ہے تو اس کی روشنی میں میری رائے تھی کہ آپ انتہائی سخت مزاج ریزرو اور اکھڑ بندے ہیں، غصہ جن کی ناک پر دھرا رہتا ہے۔" اس کی صاف گوئی پر وہ ایک بار پھر مسکرایا۔

"مگر اس کے بعد جتنی بار میری آپ سے بات چیت ہوئی اس سے میری رائے تھوڑی تبدیل ہوئی ہے آپ کے بارے میں...... مجھے تو آپ اچھے خاصے معقول انسان لگے ورنہ پہلے تو میرے ذہن میں آپ کا جو امیج تھا وہ اماں جہاں کے میل ورژن کا تھا...... بس بس گاڑی یہیں روک دیں...... وہ تیسری شاپ ہے جہاں سے جوتا لینا ہے، آپ دو منٹ ٹھہریں، میں پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" اپنی ہی دھن میں بولتی فجر کی نظر جیسے ہی اپنی مطلوبہ دکان پر گئی اس نے فوراً ہی گاڑی رکوائی۔

"رکیں میں ساتھ ہی چل رہا ہوں۔" وہ گاڑی پارک کرنے کی جگہ ڈھونڈنے لگا۔

"ارے نہیں اجمل بھائی، جتنی دیر میں آپ گاڑی پارک کریں گے میں واپس بھی آ جاؤں گی۔" اس نے کہا اور اس کی بات سننے بغیر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اجمل کے پاس انتظار کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے اسی طرف نظریں جما دیں جہاں تیز تیز چلتی وہ دکان میں گم ہوگئی تھی۔

pklibrary.com

❁....❁....❁....❁

"عبدالحنان کیا ہو گیا ہے یار؟ یہ تو ہے...... مجھے یقین کیوں نہیں آرہا، پچھلے دنوں میں تمہاری وجہ سے اتنا پریشان رہا کہ بزنس پر دھیان نہیں دے سکا، اب جب تیری حالت خطرے سے باہر دیکھی اور پھر تمہارے ہاں سب ٹھیک ہونے کا اشارہ پاتے ہی میں نے پھر سے بزنس کو سنبھالا مگر میری کچھ دن کی غیر حاضری نے یہ کیسا عبدالحنان مجھے دکھایا، اتنا تھکا ہوا، ایسا ہارا ہوا...... ارے عبدالحنان کے حوصلے اور بہادری کی تو ایک دنیا گواہ ہے پھر ایسا کیا ہو گیا؟" اماں جہاں نے مختصر سا فون حسن کو عبدالحنان کی حالت کے حوالے سے کر کے درخواست کی کہ وہ آکر اس سے ملے اور سمجھائے کہ وہ ان کی کوئی بات سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ حسن پہلی فرصت میں وہاں پہنچا تھا اور واقعی عبدالحنان کو دیکھ کر اسے گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ چہرے پہ زردیاں گھلی ہوئیں، آنکھوں کے نیچے گہرے ہوتے ہلکے، بڑھی ہوئی شیو اور بے حد خاموش لیٹا شخص اسے اپنا دوست ہرگز نہیں لگا جو کسی بھی محفل کو گل و گلزار بنانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے، کچھ بھی تو نہیں...... ٹھیک ہوں میں بالکل۔" وہ پھیکا سا مسکرایا۔

"خاک ٹھیک ہے تو، اسے ٹھیک ہونا کہتے ہیں، آئینے میں ذرا شکل دیکھ اپنی...... مجنوں، فرہاد، پنوں سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے تو نے...... محبت کا بن باس ہوتا، تب بھی بندہ مان لے مگر اب تو بھابی تجھے مل گئی ہیں پھر کیا ہے یہ سب؟" حسن نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"ہاں مجھے مل گئی ہے مگر میں نہ تو اتنا خوش قسمت ہوں نہ ہی اس قابل کہ مزید اسے اپنے ہمراہ چلتے دیکھوں، سو میں نے اس کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" عبدالحنان کی اگلی بات حسن کو ساکت کر گئی۔ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ اماں جہاں اس کے لیے پریشان تھیں تو ٹھیک پریشان تھیں۔

❁....❁....❁....❁

"روکو روکو گاڑی روکو ایان۔" آیت کے حواس باختگی میں کہنے پر ایان نے بے ساختہ گاڑی کو بریک لگائے۔

"اب کیا ہو گیا؟ خبردار جواب کوئی بے وقوفانہ فرمائش کی میں ہرگز نہیں پوری کرنے والا، تم لوگوں کو چھوڑ کر میں نے واپس جانا ہے، دسوں کام میرے منتظر ہیں۔" اس نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ...... ایان شجر کے کپڑوں اور زیور والا سامان تو میں گھر ہی بھول آئی......"

"او گاڈ...... تم خود کیا کرنے آئی ہو پھر؟" آیت کے شرمندہ لہجے پر اس نے طنز کیا۔

"یہ شجر کی بچی اتنا بوکھلا کے رکھتی ہے ہر کسی کو کہ کچھ سوچنے سمجھنے ہی نہیں دیتی...... تم ایسا کرو میرے بھائی، ہمیں یہیں اتار دو، بس پانچ منٹ کی واک پر پارلر ہے، ہم دونوں خود ہی چلی جاتی ہیں، تم جلدی سے وہ شاپر لے کر آجاؤ، لاؤنج میں صوفے پر رکھا ہو گا۔" اس نے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر شجر کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو میں خود ہی چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ خراب موڈ کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"نہیں...... نہیں میں نے کہا ناں ہم چلے جائیں گے، کیوں شجر؟" آیت نے تیزی سے کہا اور شجر کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹا۔

"آیت ٹھیک کہہ رہی ہے ایان، یہ نزدیک ہی ہے تم جلدی سے کپڑے اور زیوار لے آؤ، ہم خود چلی جاتی ہیں، لیٹ ہو گئے تو اماں جی نے بہت ناراض ہونا ہے۔" وہ دونوں نیچے اتر گئیں تو ایان نے گاڑی کو موڑا۔

"اماں جی نے وہ سامان تمہیں پکڑایا تھا آیت پھر تم کیسے بھول گئیں؟ اب دیکھنا تمہیں ڈانٹ پڑے نہ پڑے مجھے تو ضرور ہی پڑے گی، ہر روز گھر کے کسی نہ کسی فرد کی ڈانٹ میرے حصے میں آتی ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ آج میں اس

سے محروم رہ جاتی۔" اس نے جیسے مزہ لے کر کہا۔ آیت نجانے کیوں معنی خیزی سے مسکرائی اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں روڈ کراس کرتیں، سرمئی رنگ کی ایک آلٹو نے آ کر ان کا راستہ روکا مگر اس سے پہلے کہ ان دونوں کو کوئی گمان گزرتا لمحوں میں کسی نے مسکراتی ہوئی شجر کو گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا اور یہ جا وہ جا، کسی بھی چیخ و پکار یا احتجاج کے پیشتر آیت نے اس منظر کو خاصا محظوظ ہو کر دیکھا تھا، جب کہ دوسری طرف شجر اپنے منہ پر دھرے مضبوط ہاتھ کو ہٹانے کے لیے پورا زور صرف کر رہی تھی۔ دفعتاً اس نے دیکھا کہ گاڑی میں موجود ایک نقاب پوش نے جیب سے رومال نکال کر اس کی ناک پر رکھا اور اس وقت تک اس کا منہ ہاتھ سے دبائے رکھا جب تک وہ غافل ہو کر وہیں پچھلی سیٹ پر اس نقاب پوش کے پاس ہی لڑھک نہ گئی تھی۔

"کام ہو گیا ہے، کیا کرنا ہے اب؟" وہ آدمی فون پر کسی سے مخاطب ہوا تھا۔

❁......❁......❁......❁

وہ کافی دیر سے شجر کے میسج یا واٹس ایپ کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ وہ تیار ہوتے ہی سب سے پہلے اپنی تصویریں اس کو شیئر کرے گی اور یہ موحد کی ہی خواہش تھی کہ وہ اسے مایوں کی دلہن بنے سب سے پہلے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق تو اس کو اب تک تیار ہو جانا چاہیے تھا مگر ابھی تک دوسری طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ موحد نے کال ملائی مگر نمبر بند جان کر وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کمرے سے باہر آنے پر اسے آیت اور شجر کے گھر سامان بھول جانے کا قصہ پتا چلا اور یہ بھی کہ ایان وہ سامان ابھی ابھی لے کر گھر سے نکلا تھا۔ سو صفیہ تائی کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

"اس لڑکی کے کام ہی نرالے ہیں، مجھے پتا ہے کہ اپنی اوٹ پٹانگ باتوں اور حرکتوں سے اس نے آیت جیسی بچی کو بھی اتنا پریشان کر دیا ہوگا کہ اس جیسی سمجھدار بچی بھی بوکھلا گئی ہوگی۔ کہا بھی ہے اماں جی سے ہزار مرتبہ کہ مت ڈھیل دیں...... یہ نہ ہو کسی دن سر پکڑ کر رونا پڑے مگر نہ جی، دادی، چچا، تایا سب حمایتی بن جاتے ہیں اس کے...... لو بھلا بتاؤ مہمان آ گئے، دلہنیا بی زیور اور کپڑے گھر بھول کے اٹھلاتی پارلر چلی گئیں۔" صفیہ تائی کو تو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ مہمانوں والا بھرا پرا گھر تھا، شادی کی وجہ سے تین چار کل وقتی ملازماؤں کو بھی رکھا گیا تھا، وہ تو شکر ہو کہ کسی نے زیور پر ہاتھ نہیں صاف کیا تھا۔

"اچھا اماں، شکر کریں کہ ایسی کوئی بات ہوئی نہیں اور شادی کے فنکشنز میں ایسی دیر سویر تو معمول کا حصہ ہے، آ جائے گی ابھی، آپ پریشان ہو کر اپنا بی پی مت ہائی کریں پلیز......" موحد نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا تو تائی صفیہ بڑبڑاتی باہر نکل گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

"میں آپ کو کیسا لگتا ہوں؟" اس جملے کو ذہن میں دہراتے ہی اس کے لب مسکرا دیے تھے۔

"اجمل بھائی جیسا شخص محبت کر سکتا ہے بھلا؟ ایسا تو کبھی میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" وہ جیسے خود سے ہی شرمائی۔

"تمہاری وہ جوڑی دار تو دلہنیا کا روپ لینے گئی ہے خیر سے مگر تمہارا یہ خود بخود مسکرانا، شرمانا اور چہرے پر سجی یہ الوہی مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے؟" یشعرہ جو کافی دیر سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی تھی، اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی تھی۔ پہلے تو وہ اسے تقریب میں نظر ہی نہ آئی تھی کہ کوئی بھی فنکشن ہوتا تو فجر اور شجر مل کر اس کو چار چاند لگا دیتی تھیں، آج بھی محلے کی لڑکیاں اپنے گلے اور سروں سے دوسروں کی سماعتوں کا امتحان لے تو رہی تھیں، مگر ان دونوں کی غیر موجودگی کے باعث محفل کا رنگ پھیکا پھیکا سا تھا پھر وہ فجر کی بابت

پوچھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسے محفل میں آتے دیکھا مگر یشعرہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب لڑکیوں کے بیچ بیٹھ کر بھی اسے ذہنی طور پر غیر حاضر دیکھا اور اب اسے خود سے مسکراتے، دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا تو کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی اور کندھا ہلا کر اسے متوجہ کیا۔

''نن...... نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، بس وہ شجر کے بغیر عادت نہیں ہے کسی پروگرام کی تو اس لیے...... چلیں ناں آپ بھی شامل ہو جائیں، جب سے عبدالحنان بھائی کی صحبت میں گئی ہیں ہماری محفلوں میں شریک ہونا ہی چھوڑ دیا ہے آپ نے...... وہ والا گانا شروع کرو بھئی، ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو......'' اس کو مطمئن کرتی وہ گانے کی تان لگا چکی تھی سو یشعرہ نے بھی اس کی آواز کے ساتھ آواز ملاتے ہوئے محفل میں حصہ لیا۔ تائی صفیہ ایک بار پھر اماں جی کی ہدایت پر اٹھ کر اندر جا رہی تھیں کہ کسی سے فون کروائیں کہ ان لوگوں کو پارلر سے آنے میں کتنی دیر ہے۔

❁......❁......❁......❁

''کیا کہہ رہی ہو تم آیت، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، تم کہاں ہو اس وقت، ایان پہنچا تمہارے پاس؟ اچھا تم مجھے لوکیشن بتاؤ، میں خود پہنچتا ہوں تمہارے پاس۔'' آیت نے اسے جو خبر سنائی تھی، اس نے موحد کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ اس کی منہ سے بے ربط سے جملے نکل رہے تھے۔

''کیا ہوا موحد، کس سے بات کر رہے ہو، سب خیریت تو ہے ناں؟'' تائی صفیہ نے پریشانی سے دریافت کیا کہ موحد کے چہرے کے تاثرات ان کو اچھی خبر نہیں سنا رہی تھے۔

''خیریت نہیں ہے اماں، آیت کی کال تھی، شجر کو کسی نے اغوا کر لیا ہے...... میں ابا کو لے کر وہاں پہنچتا ہوں، ایان سے بھی رابطہ کرتا ہوں، وہ شاید پارلر چلا گیا ہوگا۔'' تائی صفیہ دل پر ہاتھ رکھ کر وہیں صوفے پر بیٹھتی چلی گئیں۔ موحد پریشان سا وہاں سے چلا گیا۔

''پ...... پانی...... دے دو مجھے ایک گلاس اور باہر سے اماں جی کو اندر بھیج دو۔'' انہوں نے پاس سے گزرتی ملازمہ سے بہ مشکل کہا کہ ابھی جو روح فرسا حقیقت ان کی سماعت تک پہنچی تھی اسے ان کا دل اور دماغ قبول کرنے سے انکاری تھا۔ چند لمحوں بعد ہی اماں جی اندر آ ئی تھیں۔

''کیا ہوا صفیہ، کہاں ہیں بچیاں، کب تک پہنچ رہی ہیں؟ رسم کر کے کھانا کھلو دیتے ہیں۔''

''اماں جی...... غضب ہو گیا...... ہم برباد ہو گئے۔'' وہ سر پر ہاتھ مار کر روتے ہوئے بولیں، اماں جی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

''خیر کا کلمہ منہ سے نکالو صفیہ، کیا ہو گیا ہے؟'' اماں جی فوراً سے بیشتر صوفے پر بیٹھ گئیں کہ صفیہ کے انداز اور باتوں سے ان کی ٹانگوں نے ان کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا تھا۔ جیسے ہی وہ الفاظ صفیہ نے دہرائے جو موحد نے ان کو بتائے تھے۔ اماں جی کا ہاتھ منہ تک جا رکا۔

''اغوا...... ؟'' ان کے منہ سے سرسراتے ہوئے نکلا۔

''یا اللہ! میری بچی کو اپنی امان میں رکھنا، ہمارے گھرانے پر رحم فرما مالک، بے شک تو ہی ہمارے عیب ڈھکنے والا ہے، ہمارا پردہ رکھ لے، ہماری عزت کی حفاظت فرما۔''

''موحد کو کال کرو...... ایان کو بلاؤ...... پوری بات پوچھو۔'' بے حد پریشانی سے انہوں نے کہا۔

''وہ تو ہو جائے گا اماں جی، باہر فنکشن پر جو لوگ آئے ہوئے ہیں، ان کو کیا کہا جائے...... میرا تو دماغ سوچ سوچ کر پھٹنے لگا ہے۔''

''کیا ہوا اماں جی؟ آپ لوگ اندر کیوں آ گئیں اور یہ لوگ ابھی تک آئی کیوں نہیں؟ آج آئیں تو کان کھینچتی ہوں

pklibrary.com

میں ان کے، آج تو جو ہوگیا، سو ہوگیا، بارات والے دن کوئی ضرورت نہیں ہے پارلر جانے کی، گھر پر ہی تیار ہو شجر، حد ہے لاپروائی کی۔" یشعرہ بولتے ہوئے اندر آئی مگر بات مکمل کرتے ہی ماں اور دادی کے تاثرات سے ٹھٹکی مگر جیسے ہی صفیہ تائی نے اسے سب بتایا اس کے بھی کم و بیش اماں جی والی ہی تاثرات تھے۔

"یشعرہ کچھ کرو...... باہر کچھ ایسا کہہ دو کہ ہماری عزت رہ جائے۔" تائی صفیہ لجاجت سے بولیں۔

"کہہ دو، بچے کہ تمہاری اماں جی کی حالت بہت خراب ہے، ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ ہسپتال لے کر گئے ہیں، اس لیے فنکشن ملتوی کیا جارہا ہے۔" اماں جی ہارے ہوئے انداز میں بولیں۔

"مگر شجر کو کون اغوا کرسکتا ہے، ہماری تو کسی سے دشمنی بھی نہیں ہے۔" یشعرہ حیرت سے بولی۔

"یہ سب بعد میں سوچنے کی باتیں ہیں بچے پہلے مہمانوں کو رخصت کرو۔" اماں جی نے کہا تو وہ پریشانی سے سر ہلاتے باہر نکل گئی تھی۔

❀......❀......❀......❀

وہ سب انتہائی پریشانی کی حالت میں لاؤنج میں موجود تھے۔ آیت ایک صوفے پر کونے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی، اماں جی کی سنجیدہ حالت کا بتا کر بایوں کی تقریب تو ملتوی کی جاچکی تھی۔ یشعرہ بھی عبدالحنان کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے واپس چلی گئی تھی، دوسرا آمنہ بھی اس کے ساتھ تھی تو وہ نہیں چاہتی تھی کہ ابھی بات اس گھر سے باہر جائے بھلے وہ اس کا سسرال ہی کیوں نہ ہو۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں پولیس سے مدد لینی چاہیے...... آپ ڈی ایس پی کامران شاہد سے کیوں نہیں رابطہ کرتے۔ وہ تو آپ کے دوست بھی ہیں۔" موحد بے چینی سی بولا۔

"کیسے رابطہ کرسکتے ہیں؟ پہلے پہل میں بھی ایسا کرنا چاہ رہا تھا مگر اب وہ لوگ جو تحریر چھوڑ کر گئے ہیں اس سے صورت حال کا رخ پلٹ گیا ہے۔" بڑے تایا نے گہرے دکھ اور رنج میں کہا۔

"محبت کی پینگیں مجھ سے بڑھا کر شادی کسی اور سے...... ایسا میں برداشت نہیں کرسکتا، سو لڑکی کو لے کر جارہا ہوں، وہ مجھ پر وقتی طور پر ناراض تھی اس لیے شادی کی حامی اپنے کزن سے بھرلی مگر مجھے یقین ہے کہ میں اس کو منالوں گا سو ہمیں ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی جائے۔" انہوں نے اس پرچے پر لکھی تحریر کو ویسے کا ویسا دہرایا۔

"اور مجھے حیرت اس بات پر ہورہی ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہیں انہوں نے ایک فضول سی تحریر لکھ کر اس لیے پھینکی ہے کہ ہم جلدی کوئی اقدام نہ کرسکیں، آپ اس تحریر کو یقین کرکے ان کے مقصد کو کامیاب کررہی ہیں جب کہ مجھ سمیت ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ مجھے شجر پر یقین ہے وہ بالکل بھی ایسی لڑکی نہیں ہے جیسی اس کو دکھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر بڑے سے بڑا ہنگامہ کھڑا کرنے والی وہ لڑکی کیسے اپنی مرضی کے خلاف شادی کے لیے ہاں کرسکتی ہے، جب کہ ہمارے خاندان میں تو ہر فرد کی زندگی کے ہر معاملے میں اس کی خواہش کا احترام کیا جاتا ہے...... ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ بات کرتی اماں جی سے، وہ تو خوش تھی اس رشتے سے بہت خوش۔" موحد کے لہجے میں نمی در آئی۔

"مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس شجر کے سامنے آجانے کے بعد پولیس تفتیش کا رخ دوسری طرف موڑ دے گی۔"

"بس کرو موحد، تم عقل کے اندھے ہوسکتے ہو ہم نہیں...... اس تحریر کو جھٹلا رہے ہو مگر کچھ دن پہلے کی وہ سارے قصے بھول گئے تم، جب گھر پر فون کی گھنٹیاں بجتیں تو بجتی ہی چلی جاتیں۔ مقابل ایک ہی بات کرتا تھا کہ شجر سے بات کرادو پھر وہ تحائف کے ساتھ چٹھیاں بھی آئیں، تم نے اس سلسلے کو بھی ہنسی میں اڑادیا، اسی وقت اس کے پر کاٹ دیئے ہوتے

تو آج یوں سر تھام کر بیٹھے نہ ہوتے سب۔" آیت کی زبانی یہ ساری باتیں سن کر تائی صفیہ جو پہلے شجر کے لیے رو رو کر ہلکان ہو رہی تھیں، اب ان کی سوچ کے زاویوں کا رخ بالکل مخالف سمت میں مڑ گیا تھا کہ آیت نے صاف صاف بتایا تھا کہ انہوں نے اس کو کوئی بھی نقصان پہنچائے بغیر صرف شجر کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا تھا اور پرچی پھینک کر فرار ہو گئے تھے، تب سے تائی صفیہ مسلسل شجر کے خلاف بول رہی تھیں۔

"چلیں مان بھی لیں آپ کی بات، تب بھی تو اس کو ڈھونڈنا ہے کہ نہیں یا یہ سوچ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھیں رہیں گے کہ چلو اس کی انوالمنٹ تھی تو خود گئی ہو گی ان کے ساتھ، جان چھوٹ گئی۔" موحد تیز لہجے میں بولا۔

"موحد ٹھیک کہہ رہا ہے، ایسے ہوا ہو گا یا ویسا ہوا ہو گا...... یہ باتیں تو بعد میں بھی ڈسکس ہو سکتی ہیں، فی الوقت تو شجر کی بازیابی سب سے اہم ایشو ہے ہمارے لیے، اس کے ملنے کے بعد ہی کیا ٹھیک ہے، کیا نہیں، سب پتا چل سکے گا۔"

"اگر اغوا برائے تاوان کا کیس ہوتا تو اب تک ان کی طرف سے ڈیمانڈ کا فون آ گیا ہوتا۔" ایان بولا۔

"وہ خوامخواہ کے مسائل میں الجھے بغیر اپنے مقاصد حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں...... پانچ سے چھ گھنٹے گزر گئے ہیں، اس کا مطلب یہ اغوا برائے تاوان نہیں ہے، اس کا مطلب شجر کسی مشکل کا شکار ہے ابا کچھ کریں پلیز کال کریں اپنے دوست کو۔"

"موحد ٹھیک کہہ رہا ہے...... ایسے کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے، میرے تو سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں کہ پتا نہیں ہماری کس بات کی پکڑ ہو گئی اور نتیجے میں مالک نے اتنی کڑی آزمائش میں ڈال دیا ہمیں۔" اماں جی دوپٹے سے آنسو پونچھ کر بولیں۔

"ٹھیک ہے اماں، میں کرتا ہوں کچھ، آپ پریشان نہ ہوں، بس دعا کریں لیکن یاد رکھیے گا کہ اگر اس کا ذرا برابر بھی قصور نکلا تو میں اپنے ہاتھ سے اس کو گولی مار دوں گا۔" بڑے تایا جیب سے موبائل نکالتے ہوئے غصے سے بولے۔

"میری بھی ایک بات سن لیں سب لوگ کان کھول کر اور موحد خصوصاً تم......" بڑے تایا کے نمبر ملانے پر تائی صفیہ نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"وہ لڑکی اس میں شامل ہے یا نہیں...... واپس آتی ہے یا وہیں کہیں سے دفع ہو جاتی ہے۔ میں اسے اب اپنی بہو نہیں بنا سکتی موحد کی شادی اپنی طے کردہ تاریخ پر ہی ہو گی اور آیت کے ساتھ ہو گی، جس کو میرے اس فیصلے سے اختلاف ہو گا میرا اس سے رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا...... چلو آیت تم کیا کر رہی ہو یہاں جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو۔" کہہ کر وہ رکی نہیں آیت کو لے کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ فجر اور مومنہ بھی اس محفل کا حصہ نہیں تھیں مگر مومنہ کے کمرے میں دونوں بے حد پریشانی کے عالم میں بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔

"بھابی...... مجھے ڈر لگ رہا ہے، اللہ کرے وہ جہاں بھی ہو خیریت کے ساتھ ہو۔" فجر بے حد خوف زدہ سی بولی۔

"اللہ سے اچھی امید رکھو فجر، وہ آ جائے گی، میرا دل کہتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو گی۔" مومنہ نے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر تسلی دی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"اب تو مان گئی ہو نا ں مجھے یا ابھی بھی شک ہے میری صلاحیتوں پر؟" دوسری طرف کی مکروہ ہنسی پر وہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں یقین آ گیا ہے۔" وہ جیسے صورت حال کا مزہ لے رہی تھی۔

"اب یہ بتاؤ کہ اسے کب تک رکھنا ہے اور کوشش کرنا معاملہ پولیس تھانے تک جانے سے پہلے مجھے انفارم کر دینا تا کہ میں اسے چھوڑ دوں...... ویسے بھی میرا مقصد اپنے تھپڑ کا بدلہ لینا تھا جو ایک رات اسے گھر سے باہر رکھ کر میں لے چکا

اور میرا انعام......"

"تم بھی تو تھانے جانے یا نہ جانے پر بحث چل رہی ہے اور تمہارا انعام یہ ہوگا کہ اس کے گھر آنے کے بعد کچھ دن بعد تم اپنا رشتہ لے آنا...... اس صورت حال کے بعد سو فیصد چانس تو یہی ہوگا کہ آنے والے پہلے ہی رشتے پر اسے بھگتانے کی کوشش کی جائے گی یوں تو تم اپنی محبت بھی پالو گے اور ایک اغوا شدہ لڑکی کو اپنانے پر ہیرو بھی بن جاؤ گے۔"

"ہاہاہا...... میری سوچ سے بھی زیادہ شاطر ہو تم...... تو کیا موحد اب اس سے شادی سے انکاری ہے؟"

"موحد سمیت گھر کا کوئی فرد اب ایسی لڑکی کو بہو بنانا نہیں چاہتا۔" وہ فخریہ انداز میں بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے بندوق میرے کندھے پر رکھ کر اپنا مقصد حاصل کرلیا، خیر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں، میں تو بس اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہ رہا تھا۔ وہ میں نے لے لیا۔ اب اس کی شادی مجھ سے ہی ہونی چاہیے، اس بات کا خیال رکھنا۔"

"ہاں ہاں ہو جائے گا سب، بس تم خود مجھ سے رابطہ مت کیا کرو۔ جب بھی کرنا ہوا میں خود کروں گی اور جلد ہی تمہیں اس کے چھوڑنے کے متعلق بتاتی ہوں، ویسے تم اس سے ملے؟" اس نے تجسس سے پوچھا دوسری طرف سے وہ لاپروائی سے بولا۔

"نہیں یار...... میں کب ملا ہوں اس سے، ویسے بھی میں کوئی پیشہ ور مجرم تو ہوں نہیں اس لیے کسی قسم کی گنجائش نہیں چاہتا سو اس کے سامنے بھی نہیں آیا۔ بس کچھ خیر خواہ ہیں جن سے درخواست کی ہے اسے ایک دو دن رکھنے کی۔ یاد رہے کہ ایک دو دن......"

"او کے او کے...... فون رکھتی ہوں اب پھر رابطہ کروں گی۔" آیت نے رابطہ منقطع کردیا تھا اور موبائل میز پر رکھ کر ایک بار پھر کھل کر مسکرائی تھی۔

❁......❁......❁......❁

رو رو کر وہ نڈھال ہوگئی تھی۔ دروازہ پیٹ پیٹ کر اس نے اپنے ہاتھ سرخ کرلیے تھے۔ ہوش آنے پر اس نے خود کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بند پایا تھا، جس میں صرف ایک سنگل بیڈ اور روم ریفریجریٹر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک گھنٹہ تو اسے اپنے حواس بحال کرنے میں لگا کہ دماغ بار بار غنودگی میں چلا جاتا۔ شاید بے ہوشی کی دوا تیز قسم کی اس کو سنگھائی گئی تھی۔ لڑکھڑا کر چلتی ہوئی وہ اٹیچ باتھ روم میں گئی تھی، سر ابھی تک بری طرح سے چکرا رہا تھا اور دماغ کسی ایک سوچ پر نہ آ پا رہا تھا۔ کتنی دیر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد وہ بیڈ پر آ کر ڈھے سی گئی تھی، بہت سوچنے پر بھی یاد نہ آسکا کہ وہ کون تھی اور یہاں کیوں تھی...... اس کا دماغ ایک بار پھر غنودگی میں جا چکا تھا اور دو گھنٹے بعد جب وہ جاگی تھی تو اس پر یہ روح فرسا حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ اپنی مایوں والے دن ہی اغوا ہوگئی تھی۔ سر میں ہلکا ہلکا درد تھا لیکن غنودگی کی وہ کیفیت نہ رہی تھی۔ اضطراری کیفیت میں وہ اٹھ کر دروازے تک پہنچی اور اسے کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے زور زور سے آوازیں بھی دیں مگر کوئی ہوتا تو اس کی آواز سنتا بھی۔ اسے یاد آیا کہ ایان کے گاڑی واپس لے جانے کے بعد وہ دونوں سڑک کراس کرنے کے لیے ٹھہری تھیں جب ایک گاڑی ان کے پاس آ کر رکی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتیں یا سنبھلتیں، وہ ہوگیا تھا جس کا اس نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔

"وقت...... وقت کیا ہوا ہوگا؟" اس۔ نے چونک کر سوچا اور ادھر ادھر دیکھنے پر اسے اندازہ نہ ہوسکا کہ چھوٹے سے اس بند کمرے میں لائیٹ آن تھی مگر وقت بتانے کے لیے کچھ بھی ندارد تھا۔ سات ساڑھے سات بجے کا وقت تھا جب وہ لوگ گاڑی سے اتری تھیں، اور پھر یہ حادثہ ہوگیا تھا۔

''تین چار گھنٹے تو ہو ہی گئے ہوں گے، اس کا مطلب ہے آدھی رات کا یا اس کے لگ بھگ کا وقت تھا۔'' یہ سوچ آتے ہی اس کے سارے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی۔ خوب صورت آنکھوں سے آنسو پوری شد و مد سے بہہ نکلے تھے۔

''آیت نے بتا دیا ہوگا اب تک...... میری مایوں کے فنکشن میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی ہوگئی، اماں جی تو بہت رو رہی ہوں گی...... تایا، چچا پریشان سے پولیس سے مدد کو بھاگے ہوں گے اور موحد۔'' اس کا خیال آتے ہی اس کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔

کتنے پروگرامز بنائے تھے ان دونوں نے بلکہ زیادہ پر جوش شجر ہی تھی تو اسی نے اسے ہر ہر بات میں گھسیٹا تھا۔ وہ تو اس کی اونگی بونگی سن کر مسکرائے چلا جاتا تھا۔

''تو کیا ان لوگوں نے مجھے تاوان کے لیے اغوا کیا ہے...... میں ہوں تو اپنے شہر میں ناں یا کسی اور جگہ؟'' اس خیال کے آتے ہی وہ ایک بار پھر اپنی پوری قوت سے دروازہ بجاتے ہوئے مدد کے لیے پکارنے لگی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''پھر کیا کہتے ہیں آپ؟ ان لوگوں نے دہلیز ہی پکڑ لی ہے کہ جلدی سے شادی کی تاریخ دے دیں۔ میں نے کہا بھی کہ اماں جہاں کی طبیعت ابھی اچھی نہیں ہے اور خاندان میں بھی کچھ مسئلے مسائل ایسے چل رہے ہیں کہ شادی کی تاریخ دینا ممکن نہیں ہے ہمارے لیے مگر ان کا اصرار اتنا ہے کہ اب تو منع کرتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی ہے۔''

''ہمم...... کچھ دن پہلے اماں نے بھی او کے کر دیا تھا رشتہ، اجمل بھی لڑکے سے ملا ہے، اس کے کام کا معلوم ہے، اچھا خاصا ہے، خاندان بھی اچھا ہے...... اللہ کا نام لے کر کوئی تاریخ دے دو رخصتی کی ہم نے کون سا دھوم دھڑ کا کرنا ہے جو آنا کانی کریں، اللہ کا حکم ہے تو اسے شرعی طریقے سے مناسب وقت پر کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ اس بار آئیں تو آپ ان کو مایوس مت کیجئے گا۔'' حسب توقع جواب پا کر تائی سلطانہ نے گہری سانس لی، اب صرف جلال کو فون کرنا تھا۔

''وہ اجمل کے لیے میں نے اپنے بھائی کی بیٹی کا سوچا ہے، اگر اجازت ہو تو بات شروع کروں پھر......'' انہوں نے اجازت لی کہ اجمل کے بدلے بدلے انداز ان کو بہت کچھ بتا اور سمجھا رہے تھے پھر اس کی خواہش کو وہ بھولی نہیں تھیں مگر اس گھر سے وہ اور کسی لڑکی کو یہاں لانے کے حق میں نہیں تھیں۔

''دیکھ لو بھئی...... یہ تو تم عورتوں کا ہی شعبہ ہے۔ اماں جہاں سے پوچھ لو، پھر جیسا وہ کہیں کرو اور اماں جہاں کی طبیعت کا سناؤ؟ پھر سے وہ دورے کی کیفیت تو نہیں ہوئی۔''

''نہیں دورہ تو نہیں پڑا مگر کمزور بہت ہوگئی ہیں وہ، پتا نہیں کیسی دوائیں دی ہیں ڈاکٹر نے کہ ان کا زیادہ وقت سونے میں ہی گزرتا ہے۔ نماز کے وقت بھی ان کی خصوصی تاکید پر جگانا پڑتا ہے ان کو ورنہ تو سوئی رہ جائیں اور کھانا پینا بہت کم ہوگیا ہے۔ ایسے تو زیادہ کمزور ہوجائیں گی۔ آپ اس بار ان کو دکھانے جائیں تو بات کیجئے گا۔'' وہ فکر مندی سے گویا ہوئیں۔ بڑے تایا نے پر سوچ انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

موحد اور ایان خود تایا کے دوست ڈی ایس پی سے جا کر ملے تھے کہ تایا جان ان کو ساری تفصیل بتانے کے ساتھ راز داری کا وعدہ لے چکے تھے...... ساری تفصیل جاننے کے بعد انہوں نے اس کیس میں ذاتی دلچسپی لی اور پہلی فرصت میں آیت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی کہ فی الوقت واقعے کی چشم دید گواہ وہ واحد تھی...... اسی مقصد کے لیے وہ ان دونوں کے ہمراہ خود آئے تھے۔ آیت جو پہلے ہی اس حوالے سے سب کچھ بیان کر چکی تھی، نے گاڑی کا رنگ گرے تو بتایا تھا مگر سلور گرے یا ڈارک گرے پوچھنے پر اس نے کہا تھا کہ وہ پریشانی میں صحیح طرح سے دیکھ نہیں پائی تھی، نہ تو اسے گاڑی کا نمبر یاد

pklibrary.com

تھا نہ ہی یہ کہ گاڑی میں موجود لوگ کتنے تھے اور عمر تو بتانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ وہ بقول اس کے اتنی حواس باختہ ہوئی کہ ایک چیخ مار کر کسی کو متوجہ ہی نہ کر سکی اور خوف زدہ اتنی کہ کتنی ہی دیر خوف سے کپکپاتی رہی تھی۔ اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ اتنا بھیانک واقعہ ان کے ساتھ رونما ہو گیا ہے۔ چیدہ چیدہ ساری باتیں پوچھ لینے کے بعد ان کے ماتھے پر شکنیں بڑھ گئی تھیں۔

"تم لوگوں کو اسی وقت مجھے انفارم کرنا چاہیے تھا تا کہ میں شہر کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا دیتا۔ بچی خوف زدہ ہو گئی تھی اس لیے کوئی خاطر خواہ معلومات نہیں دے سکی۔ خیر میں دیکھ لیتا ہوں پھر بھی...... اللہ بہتری کرے گا۔" شجر کی ایک تصویر لے کر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔

❁......❁......❁......❁

وہ رو رو کے نڈھال ہو گئی تھی۔ اب تو رونے کا یارا بھی نہ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ رونے کی وجہ سے اس کا سر زیادہ چکرا رہا تھا یا بھوک کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا زیادہ چھا رہا تھا۔ روم ریفریجریٹر میں صرف پانی کی بوتلیں بھری تھیں۔ آج اس اکیلے کمرے میں تنہا بھوک پیاس اور عزت کے لیے لڑتی شجر کو معلوم ہوا تھا کہ بھوک بھی زندگی کی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت ہے، عزت کے لیے لڑنا ہے تب بھی پیٹ بھرا ہونا لازمی ہے۔ کمرہ کھلنے کی آواز پر اس نے نقاہت سے بند ہوتی آنکھیں بہ مشکل کھولی تھیں۔ ایک لڑکا کھانے کی ٹرے کے ہمراہ اندر آیا تھا اور اس کے قریب لا کر ٹرے رکھ دی تھی۔ نقاب پوش اس لڑکے کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں، شجر اپنا پورا زور لگا کر اٹھ بیٹھی۔

"کک...... کون ہو تم، مجھے کیوں لائے ہو یہاں؟ مجھے چھوڑ دو، جانے دو تمہیں اللہ کا واسطہ ہے تمہیں۔" روتے ہوئے اس نے ہاتھ جوڑے مگر وہ لڑکا اس کی بات سننے یا کوئی جواب دیئے بغیر جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا تھا۔ کھڑے ہونے کی کوشش میں وہ لڑکھڑا گئی تھی۔

"واہ رے انسان، کتنے بڑے دعوی کرتا ہے مگر اوقات اتنی سی تیری کہ صرف چوبیس گھنٹے کی بھوک اس کی اوقات یاد دلا دیتی ہے۔" زندگی کی تلخ حقیقت نے ایک رات میں شجر کو پہلی بار گہری سوچ دی تھی۔ اس نے کھانے کی ٹرے اپنی طرف کھسکا کر آنسو پونچھتے ہوئے بے تابی سے نوالہ توڑا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"میں نے پولیس کو ساری انفارمیشن ہی غلط دی ہے اور اس طریقے سے دی ہے کہ عمر بھر بھی ڈھونڈتے رہیں تب بھی نہ ڈھونڈ پائیں لیکن تم اپنی احتیاط پوری رکھنا...... بس گاڑی کا کلر میں نے مکس بتایا ہے کیونکہ بعد میں شجر بھی تو بتائے گی میں نے تو اس وجہ سے سلور کلر کا تڑکہ لگا دیا۔ یہ نہ ہو شہر کی ساری گاڑیوں میں ساری گرے گاڑیاں چیک کر لی جائیں تو تم مشکل میں پھنس جاؤ۔" وہ تیز تیز بول رہی تھی۔

"ہاہاہا...... بے فکر رہو۔ کچی گولیاں نہیں کھیلیں میں نے بھی...... سندھ سے کچھ دوست آئے ہوئے تھے ملنے، واپس جا رہے تھے تو ان سے درخواست کی تھی کہ ایک مہربانی کرتے جاؤ...... ان کا ایڈونچر بھی پورا ہو گیا اور میرا کام بھی، وہ گاڑی تو اسی رات اس شہر کی حدود سے دور جا چکی ہے۔ باقی رہی تمہاری کزن تو مجھے پتا چلا ہے کہ اس کی ساری اکڑ ایک ہی رات میں نکل گئی ہے۔" اس نے جیسے شجر کی حالت کا مزہ لیا تھا۔

"تم ملے اس سے؟"

"نہیں ملا، تم نے تاکید کی تھی اس لیے مگر مسلسل رابطے میں ہوں ان سے، جن کے پاس وہ ہے...... بے فکر رہو، تمہاری پولیس کی وہاں پر سوچ بھی نہیں جا سکتی جہاں پر وہ ہے۔" اس کے تسلی دینے پر آیت مطمئن ہو گئی اور ایک دو اور

pklibrary.com

باتوں کے بعد کال ختم کردی تھی۔

❁....❁....❁....❁
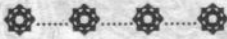
"مجھے تو حیرت ہو رہی ہے آپ کی سوچ پر اور بے وقت کے اس تقاضے پر...... معاف کیجئے گا۔ آپ کے اس رویے سے تو لگ رہا ہے کہ جیسے آپ کسی ایسے ہی حادثے کے انتظار میں تھیں کہ وہ وقوع پذیر ہو اور آپ مجھے پکڑ کر آیت سے بیاہ دیں۔ یہ کوئی موقع ہے نکاح کا وہ بھی ایسی نازک صورت حال میں، بے فکر رہیں کہیں بھاگا نہیں جا رہا میں...... اسے ملنے تو دیں، پتا تو لگنے دیں ساری صورت حال کا۔" صفیہ تائی کی بے وقت راگنی پر وہ تلخ ہو گیا۔

"جب میں نے کہہ دیا کہ وہ لڑکی میری بہو نہیں بنے گی تو نہیں بنے گی۔ کوئی فون نہیں آیا کسی رقم یا تاوان کا...... خط بھی چھوڑ دیا سمجھو اپنی مرضی سے گی ہے اور کبھی نہیں آنے کی تو بس پھر کس چیز کا انتظار ہے۔ میں کہے دے رہی ہوں موحد کہ جب خاندان میں ایک جوان جنازے کے وقت ایک نکاح ہو سکتا ہے تو لڑکی کے بھاگ جانے پر نکاح روک دینا کہاں کا انصاف ہے، مجھے کل کی تاریخ میں تمہاری شادی کرنی ہے اور آیت کے ساتھ کرنی ہے۔ ولیمہ بے شک بعد میں ہوتا رہے گا۔ میں نہ نہیں سنوں گی۔ اگر ایسا کوئی خیال دل میں ہے تو آئندہ مجھے ماں مت کہنا۔" غصے میں کہتی وہ وہاں سے اٹھ گئیں۔ موحد ہاتھوں میں سر تھام کر رہ گیا۔ پھر اسی انداز میں اٹھ کر اماں جی کے کمرے میں آ گیا جہاں وہ نڈھال سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ تسبیح پر ان کے ہاتھوں کی انگلیوں کی اضطراری حرکت ان کی پریشانی کو ظاہر کر رہی تھیں۔ موحد کی آہٹ پر چونک کر سیدھی ہوئیں۔ اس نے ان کے قریب بیٹھتے ہی صفیہ تائی کی ضد اور اصرار کا بتاتے ہوئے مدد طلب کی۔ طویل سانس لے کر انہوں نے تسبیح ایک طرف رکھی اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"دیکھو بیٹے، بعض مرتبہ تقدیر ہم پر ایسے ایسے فیصلوں کا بوجھ لاد دیتی ہے جسے ہم چاہیں یا نہ چاہیں عمر بھر ڈھونا ہی ہوتا ہے۔ حالات وواقعات کی ترتیب میں شجر کی قسمت ہی اس کے مخالف جا کھڑی ہوئی ہے تو ایک میں اور تم اسے حق پر سمجھیں، تب بھی اس کے حق میں کھڑے ہونے کے لیے ہمارے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھ بدنصیب کو دیکھو کہ پتا نہیں کیسی آزمائش ہے کہ جان سے پیاری پوتی کی عزت خطرے میں ہے اور جگر کے ٹکڑے پوتے کا دل اجڑ رہا ہے، رسوائی دہلیز پر کھڑی ہمارا منہ چڑا رہی ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کر پا رہے۔" وہ سسکیں تو موحد نے بے بسی سے ان کو دیکھا۔

"تمہاری ماں تم سے پہلے میرے پاس آئی تھی ابھی اور فیصلہ نہ صرف سنا کر گئی ہے بلکہ اس پر تمہارے باپ کی تصدیق کی مہر بھی ثبت کر کے گئی ہے۔ تمہاری اماں جی اب تمہاری مدد کرنے سے قاصر ہے میرے بچے۔" وہ دکھ سے بولیں۔ موحد ان کو دکھی دیکھ کر مزید کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

میری گم گشتہ محبت

زینب النساء

میں نے چاہا کوئی تحفہ دوں تجھ کو
میرے پاس تو وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
زندگی بھر نہ پڑے غم کا سایہ تجھ پر
میرے پاس تو دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

"پاپا...... وہ مجھے کچھ پیسے چاہیے۔"

"ہوں...... کس لیے؟" میں نے اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے سرسری نظر احمد پہ ڈالی۔

"پاپا میرا انٹرنیٹ کارڈ ختم ہوگیا ہے اور دوستوں کے ساتھ پارٹی بھی ہے۔"

"جو کل ایک ہزار دیئے تھے وہ کہاں ہیں؟" میں نے اخبار میز پہ رکھ دیا۔ اب میری پوری توجہ سامنے کھڑے احمد پر تھی۔

"پاپا...... میرے ایک فرینڈ کی برتھ ڈے تھی سو میں نے اسے گفٹ دے دیا۔"

"اچھا...... یہ بتاؤ کل تم یونیورسٹی کیوں نہیں گئے تھے؟"

"پاپا...... میں کل تو یونیورسٹی گیا تھا۔"

"ہوں...... لیکن میں نے تو تمہیں یونیورسٹی آورز میں کے ایف سی کے آگے کھڑا دیکھا تھا اور ساتھ میں مراد علی کی بیٹی عالیہ بھی تھی۔"

"سوری پاپا...... وہ ایکچوئیلی عالیہ ہی کی برتھ ڈے تھی اور اسے ہی سلیبریٹ کرنے کے لیے ہم کے ایف سی گئے تھے۔" چوری پکڑے جانے پر اس نے جلدی سے وضاحت دی۔

"یہ عالیہ کے ساتھ تمہارا کیا ریلیشن ہے؟"

"او...... پاپا، وہ میری فرینڈ ہے۔"

"صرف فرینڈ......؟" میں نے کھوجتی نظروں سے اپنے جواں سالہ بیٹے کو دیکھا۔

"نہیں وہ صرف میری فرینڈ ہی نہیں بلکہ پاپا...... آئی لو ہر...... وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔" چہرے پہ مصنوعی لجاحت لاتے ہوئے احمد گھٹنے ٹیکے میرے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ میں ایک لمحے کو تو حیران ہی رہ گیا۔ یہ آج کی جنریشن کس قدر بولڈ ہے، جو اپنی پسندیدگی اور محبت کا اظہار اپنے باپ کے سامنے کیسے بلا جھجک کر رہی تھی اور ایک میں تھا جو لاکھ کوششوں کے باوجود اپنی پسندگی کا اظہار اپنے والد کے سامنے نہ کر پایا تھا۔

"پاپا وہ پیسے......" احمد نے مجھے سوچوں میں غلطاں دیکھ کر اپنا مدعا دوبارہ بیان کیا۔

"ہاں...... اپنی امی سے لے لو۔"

"تھینک یو پاپا سو نائس آف یو۔" احمد کب میرے پاس سے گیا مجھے پتا ہی نہیں چلا۔

لیکن میں جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہا۔ اس کے کہے ہوئے الفاظ اب بھی میری سماعت میں گونج

pklibrary.com

رہے تھے۔

"آئی لو ہر وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔" کچھ اسی طرح کے الفاظ بہت سال پہلے کسی نے مجھ سے کہے تھے۔ میرے دل پر منوں بوجھ پڑ گیا۔ کسی کی آواز میرے آس پاس ابھر کر معدوم ہو گئی تھی۔

"مجھے تم سے محبت ہے جہانگیر۔ مجھے تم اچھے لگتے ہو۔" وہی لمس، وہی خوشبو پھر سے مجھے اپنے آس پاس محسوس ہونے لگی تھی۔ میرا دل یادِ ماضی کی کتاب کے کئی اوراق پیچھے پلٹنے لگا اور ہر صفحہ میرے اندر کے کرب کی لو کو تیز کرنے لگا تھا۔

میں شکستہ قدموں سے چلتا گلاس ونڈو کے سلائیڈ ہٹا کر کھلے آسمان کو تکنے لگا۔ دسمبر کی سرد ہوائیں میرے وجود سے ٹکرانے لگی تھیں، یہ ابر آلود دسمبر کی شامیں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی شامیں ڈھاکہ میں گزارا کرتا تھا۔ آج پھر آسمان پر پھیلی سرخی ویسی ہی خمار آلود تھی۔ عہد پارینہ کے دروازے کھل گئے تھے اور ماضی کے جادوئی لمحے مجھے اپنے طلسم میں جکڑ رہے تھے۔ میں ماضی کے سفر کو نکل گیا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

1970ء کو جب میرا ٹرانسفر ڈھاکہ میں ہوا تھا۔ ڈھاکہ جیسا شہر اس وقت اس وہاں کے رہنے والوں کے ہاتھوں تباہی کی عام جگہ بنا ہوا تھا۔ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سازش اپنے عروج پر تھی۔ ہر طرف فساد اور مرنے مارنے کا منظر عام تھا اور ہماری فوج اس تباہی کو روکنے کے لیے یہاں سینہ سپر تھی۔ میں ذرا فراغت پا کر اپنی چھاؤنی سے باہر نکلا تھا۔ ڈھاکہ کی سڑکوں پر چلتے ہوئے جانے میں اپنی چھاؤنی سے کتنی دور نکل آیا تھا۔ یونہی چلا جا رہا تھا کہ اچانک میرے قدم فائرنگ کی آواز پر رک گئے۔ میں نے جگہ کا تعین کرنے کے لیے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر دائیں طرف ایک جنرل اسٹور پر چیخ اور پکار اور افراتفری کا منظر دیکھ کر میں نے اس طرف دوڑ لگائی۔ لوگ بدحواسی میں پراگندہ اسٹور

pklibrary.com

سے باہر نکلنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ کچھ آدمی جن کے ہاتھوں میں پسٹل تھے وہ ایک جیپ میں سوار تھے اور پھر تیزی سے سامنے والی سڑک سے یہ جیپ آگے بڑھ گئی۔ میں نے منتشر ہوتے ہوئے مجمع پر پھر نظر دوڑائی۔ اسٹور کی کلاس وال تقریباً چکنا چور ہوگئی تھی۔ اسی اثناء میں میری نظر کاؤنٹر کی اوٹ میں بیٹھے ایک عمر رسیدہ شخص پر پڑی، میں انہیں لاچار و بے بس پا کر جلدی سے آگے بڑھا اور ان کو سہارا دیتے ہوئے انہیں کھڑا کر دیا تھا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟" وہ بے یقینی کی کیفیت میں مجھے دیکھنے لگے۔ وہ کپکپا رہے تھے۔ وہ میرے سوال کا جواب صرف اثبات میں سر ہلا کر دے پائے تھے۔

"آئیے...... مجھے بتائیں کہاں جانا ہے آپ کو؟" میں نے ان کے لرزتے لاغر وجود کو سہارا دیا تھا۔

"وہ جو سڑک جا رہی ہے یہ سیدھی ہمارے علاقے کو ہی جاتی ہے۔ وہیں میرا گھر ہے۔" انہوں نے اٹک اٹک کر بتایا تھا۔

"اچھا چلیے آئیے، میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔" میں ان کی ہمراہی میں ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔ ان کے دروازے کے آگے کھڑے ہو کر میں نے اجازت چاہی تھی۔

"نہیں میاں۔ تم یوں دروازے سے واپس چلے جاؤ یہ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ اندر آؤ ایک کپ چائے پی لو۔" دروازے پہ دستک دیتے ہوئے وہ مجھ سے ہم کلام ہوئے تھے۔

"نہیں بزرگوار مجھے کچھ جلدی ہے۔ چائے ادھار رہی۔" دروازہ کھلا اور میں جو جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔ ایک لمحے کو تو ساکت رہ گیا تھا۔ جس پری وش نے دروازہ کھولا تھا وہ ایسی ساحرہ تھی کہ میری آنکھیں ہر چیز سے بے نیاز اس کے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔ سانولی رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، فیروزی رنگ کی ساڑھی پہنے وہ دروازے میں ایستادہ تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں میں خود کو حواس کی دنیا میں لے آیا تھا اور واپس پلٹتے چھاؤنی کی طرف مڑا اور پھر تمام رات وہ حسین چہرہ میرے تصور میں رقصاں رہا اور میرے ہونٹوں پہ مسکراہٹ از خود کھیلنے لگی تھی۔

❁......❁......❁......❁

اگلے دو دن بہت مصروف گزرے تھے۔ میجر صاحب کی آمد اور ملکی حالات پر لحہ بہ لحہ لیکچر سنتے سنتے دو دن کی مصروفیت کی کچھ خبر ہی نہ ہوئی اور اسی دوران ڈھاکہ کی صورت حال مزید خراب ہوگی تھی۔ سیاسی خلفشار زور پکڑنے لگی تھی، مارا دھاڑی عروج پہ تھی، ہماری فوج مزید الرٹ ہوگئی تھی۔ میں اپنے ساتھی عبدالرحمٰن کے ساتھ کھڑا اسی سنگین صورت حال پر بات کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک میری نظر اس ضعیف وجود سے پھر ٹکرائی جو ہاتھوں میں چند کتابیں تھامے سست روی سے ادھر ہی کو آ رہے تھے۔

"اسلام علیکم! جناب کیا حال ہیں؟" میں نے ان کے چہرے پہ نظر ڈالتے ہی سلام کیا۔ اس لمحے ان کی آنکھوں میں بھی شناسائی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"تم...... تم جہانگیر میاں......؟" انہوں نے تصدیق کے لیے میری طرف بغور دیکھا۔

"جی ہاں...... میں جہانگیر ہی ہوں۔" مجھے پہچانتے ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"

"گھر جا رہا ہوں۔ اگر فراغت ہو تو تم بھی میرے ساتھ چلو۔ میں اور مالا شام کی چائے اکٹھے پیتے ہیں۔ آج تم بھی ہمارا ساتھ دو۔" ان کا اپنائیت بھرا لہجہ دیکھ کر میں چپ ہوگیا اور میں ادھر ادھر باتیں کرتے ہوئے ان کے ساتھ چلنے لگا۔ گھر کے قریب پہنچ کر انہوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے، میں بھی ان کی محبت میں اندر داخل ہوگیا۔ وہ صحن کے راستے سے مجھے بیٹھک میں لے آئے تھے۔

"مالا تین کپ چائے بنانا۔ میرے ساتھ مہمان

ہے۔" ماسٹر جی نے بیٹھک کے دروازے ہی سے اندر کی طرف آواز لگائی۔ اسی دوران میں نے سرسری نظروں سے کمرے کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ یہ درمیانے درجے کا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کے ایک طرف الماری تھی، جس میں چند ادبی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف میز تھی جس کے ارد گرد پانچ چھ کرسیاں رکھی تھیں۔

"میاں۔ اس ملک کے حالات نے تو کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ آئے دن خون خرابہ، روز فائرنگ پھر یہ کرفیو...... جانے کیا ہوگیا ہے اس ملک کو۔ اس ملک کے باسیوں ہی نے اس ملک میں انتشار و فساد پھیلا رکھا ہے۔ اس ملک کو دو ٹکڑوں میں بانٹنے پہ تلے ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہم اپنے ہی اپنوں کے دشمن ہوگئے ہیں۔" ماسٹر جی کے چہرے پہ چھائی آزودگی دیکھ کر ایک لمحہ کو تو میں بھی آزردہ ہوگیا تھا۔

"ابا جی۔ آج آپ نے بہت دیر کردی۔ میں کب سے آپ کا انتظار کررہی تھی۔" وہ ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے چلی آئی تھی۔ شاید وہ آگے اور بھی کچھ کہنے والی تھی لیکن میری موجودگی کے احساس سے چپ ہوگئی۔ وہی معصوم سا چہرہ جس نے کئی دن تک مجھے مضطرب رکھا۔ میرے اندر بے چینیوں کا سمندر موجزن کردیا تھا۔ میں ایک بار پھر اپنے آس پاس کی دنیا سے بیگانہ جانے کس جہاں میں گم ہوگیا تھا۔

"میاں صاحب زادے، یہ میری بیٹی مالا ہے۔ اسکول ٹیچر ہے اور مالا یہ جہانگیر ہیں۔ یہ وہی ہیں جو مصیبت کی گھڑی میں مجھے یہاں تک چھوڑنے گئے تھے۔" ماسٹر صاحب میرا اور مالا کا ایک دوسرے سے تعارف کروا رہے تھے۔ مالا نے ایک تشکر بھری نظر مجھ پہ ڈالی اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"جہانگیر میاں، ڈھاکہ میں جو اس وقت انتشار پھیلا ہوا ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے وہ وقت یاد آتا ہے، جب ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے اس ملک کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دیں۔ اس ملک کو ہم نے اپنے خون سے سینچا ہے۔ ہم نے تو یہ ملک حاصل کیا تھا تاکہ ہم مسلمان متحد ہوکر رہیں لیکن آج ہم لوگ ہی اس کے دو ٹکڑے کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ یہ دن دیکھنے سے تو بہتر تھا کہ ہم اس دنیا ہی سے چلے جاتے۔" میں بظاہر تو ماسٹر جی کی ہی باتیں سن رہا تھا مگر میرا پورا دھیان سامنے بیٹھے وجود میں اٹک گیا تھا۔ مجھے اس وقت ماسٹر جی کی کسی بات میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہورہی تھی بلکہ خود ماسٹر جی مجھے اس سچویشن میں مس فٹ نظر آرہے تھے۔ اس وقت دنیا کی کوئی بھی چیز جو میرے اور مالا کے درمیان آسکتی تھی، میرے لیے قابل اعتراض ہی تھی۔ پھر بھی ماسٹر جی کی موجودگی کا احساس میں اپنے تئیں بڑی احتیاط سے کررہا تھا۔

"جہانگیر میاں، تم تو چپ ہی ہوگئے۔" انہی سوچوں میں گھرا تھا کہ ماسٹر صاحب کی آواز پر چونک گیا۔

"جی...... جی ماسٹر صاحب آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میرے اس جواب پہ ماسٹر صاحب نے مجھے کچھ عجیب نظروں سے دیکھا، میں ایک دم سے بوکھلاہٹ کا شکار ہوا اور ساتھ ہی مجھے اپنے بے تکے جواب کا بھی احساس ہوگیا تھا۔

"ہمارا کام تو اس ملک کے انتشار کو ختم کرنا ہی ہے۔" میں نے بات سنبھالتے ہوئے بات کو آگے بڑھایا۔

"آپ اسے انتشار ختم کرنا کہتے ہیں۔ آئے روز فائرنگ، کرفیو، ملک امن کی بربادی......" میں نے قدرے چونک کر اس پری رخ کو بغور دیکھا جو بڑے اعتماد کے ساتھ میری طرف چہرہ کیے سوالیہ انداز میں مخاطب تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب کشش تھی۔ میں اس کی آنکھوں کے سحر میں جکڑنے لگا تھا۔

"اگر امن قائم ہونے اور ملک میں انتشار ختم کرنے

کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے تو میرے خیال سے اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کردینا چاہیے۔ بجائے اس کہ ملک میں انتشار، دنگا فساد، دن بدن بڑھتا جائے۔ یہ جو آئے دن ہلاکتیں ہورہی ہیں۔ کئی گھروں کے چراغ گل ہوگئے ہیں۔ اس فیصلے سے کم از کم یہ سب کچھ تو نہ ہوگا۔'' مالا کی خوب صورتی، اعتماد اور اس کی سوچ مجھے مرعوب کررہی تھی۔ ہمارے گھرانوں کی خواتین کو تو اونچی آواز میں کھانسنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ کجا کہ یوں مالا کی طرح کسی اجنبی سے سیاسی گفتگو مگر کچھ بھی تھا۔ اس لڑکی کی آنکھوں میں میرے لیے نہ ہی کوئی اجنبیت نہ ہی کوئی اپنائیت بلکہ وہ صاف گوئی سے اپنے خیالات کا اظہار کررہی تھی۔ مخالف جنس کا احساس اسے قطعی نہ ہورہا تھا لیکن شاید مجھے شدت سے ہونے لگا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہورہی تھیں۔ میں نے چائے کے ٹھنڈے سپ لیے اور جلدی جلدی سے ماسٹر صاحب سے اجازت لے کر اپنی چھاؤنی واپس چلا آیا تھا۔

یہ رات بھی رت جگا میں گزاری، وہی چہرہ، وہی ہنستی چاندنی، وہی بے لگام جذبوں کی ڈور، وہی وصال کی آرزوئیں، وہی بے تابی، وہی من کی بے کلی، وہی چاند کو آغوش میں بھرنے کی خواہش، آج کی رات بھی بالکل ویسی ہی تھی جیسی مالا کو پہلے دن دیکھنے کے بعد تھی۔ دور آسمان میں مالا کی جھلمل کرتی صورت کو میں نے بارہا جھٹکنا چاہا مگر ہر بار اتنی ہی شدت سے ان خیالات نے مجھے آن گھیرا تھا۔

''یہ محبت ہے۔'' میرے اندر سے آواز آئی اور اس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

''جہانگیر سبزواری یہ محبت ہے۔ تجھے مالا سے محبت ہے۔'' محبت کی آگہی نے مجھ جیسے جواں مرد کو بے بس کردیا تھا اور اسی لمحے مجھے ادراک ہوا کہ میں مالا کے بنا ادھورا ہوں، نامکمل ہوں، محبت جس قدر عجیب ہے، محبت کی آگہی اس سے بھی زیادہ عجیب۔ جب یہ دل میں بیدار ہوتی ہے تو نیند کا رشتہ آنکھوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ سکھ چین کسی بے وفا کی طرح روٹھ جاتا ہے۔ عقل و شعور کے سکے محبت کے سامنے کھوٹے ہوجاتے ہیں۔ وہ جو ہم ہر وقت انا پرستی کو مقدم جانتے ہیں، ایک لمحے میں اپنا سب کچھ اس پر قربان کردینے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔

اگلے روز ڈیوٹی کے دوران میرے تاثرات پہلے سے بہت مختلف تھے۔ وہ جو ہر وقت الرٹ اور سنجیدہ رہنا میرا وطیرہ تھا۔ آج بالکل مفقود تھا۔ آج میرے چہرے کی نرمی اور ہونٹوں کی دھیمی دھیمی مسکان میرے دل کا حال عیاں کرنے کو کافی تھی۔ میرے ساتھی فوجی عبدالرحمٰن سے میری بہت بنتی تھی۔ وہ کسی حد تک میرے بدلے ہوئے رویے کو بھانپ گیا تھا۔

''جہانگیر، آج تیرے تیور بدلے بدلے لگتے ہیں۔'' عبدالرحمٰن نے برجستہ انداز میں کھلکھلا کر کہا۔

''ارے یار نہیں۔ بس ویسے ہی۔'' میں اس لمحے صاف مکر گیا۔ دل کی بات زبان پہ لانا مشکل تھی۔

''نہیں یار تو مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے۔'' عبدالرحمٰن مصر ہوا۔

''سچ...... ایمان سے کچھ نہیں۔''

''چل تیری مرضی نہیں بتانا چاہتا تو نہ بتا۔'' عبدالرحمٰن نے روٹھنے والے انداز میں کہا اور مجھ سے رخ موڑ لیا تھا۔

''اچھا چل ناراض نہ ہو۔ بتاتا ہوں...... وہ...... وہ مجھے محبت ہوگئی ہے۔''

''ہیں......!'' عبدالرحمٰن چونکا۔

''یار اس میں اس قدر حیران ہونے والی کون سی بات ہے۔'' عبدالرحمٰن کے اس طرح سے ری ایکٹ کرنے پر میرے چہرے پر برہمی کے تاثرات نمایاں ہوئے تھے۔

''حیران...... حیران یار میں اس بات پر ہوں کہ یہاں ڈھاکہ میں جہاں ہم موت کے منہ میں بیٹھے

ہیں۔ سچ مجھے تو اکثر اپنے بیوی بچے بھی یاد نہیں آتے اور تجھے یہاں محبت ہوگئی۔ اللہ، اللہ کیا دیدہ دلیری ہے، کیا جرأت کا مظاہرہ ہے۔ ایک نشان حیدر تو تیرے لیے بھی ہونا چاہیے۔'' عبدالرحمٰن نے طنزاً کہا۔

''یار محبت کوئی وقت، جگہ یا اچھے برے حالات دیکھ کر تو نہیں ہوتی۔'' میں نے جارحانہ انداز اپنایا تھا۔

''اور جو تو پہلے مجھے چار پانچ لڑکیوں کے قصے سنا چکا ہے وہ۔'' عبدالرحمٰن تمسخرانہ انداز میں مسکرایا۔

''یار وہ...... وہ تو بس ایسے ہی، جسٹ فار انجوائے لیکن یار سچ کہوں مالا وہ واحد لڑکی ہے، جس کے لیے پہلی مرتبہ میرا دل محبت کی آہنی زنجیروں میں جکڑا ہے۔ اب تمام عمر اس کی محبت سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔''

''اچھا......! تو ہماری متوقع بھابی کا نام مالا ہے۔'' عبدالرحمٰن مسکرا دیا تھا۔

''ہاں۔'' میں نے بلاوجہ سر کھجاتے ہوئے کہا تھا۔

''ارے یہ کیا۔ یار تُو تو شرما رہا ہے قسم سے اس وقت تو کسی پاکستانی ہیروئن کی طرح لگ رہا ہے۔'' عبدالرحمٰن نے مجھے ٹہوکا دے کر چھیڑنا ضروری سمجھا۔

''تو ہے ہی خبیث بندہ، مجھے پتا تھا...... پتا تھا مجھے تو یونہی مجھے چھیڑے گا، جب ہی تو میں تجھے بتا نہیں رہا تھا۔'' میں نے عبدالرحمٰن کی چھیڑ سے حظ اٹھایا تھا۔

''چل اچھا...... نہیں چھیڑتا کیری آن۔ اپنی بات جاری رکھ اور آگے بتا کہاں رہتی ہے، کیسی ہے؟''

''یہیں رہتی ہے۔ جو ہمارے چیک پوسٹ کے نزدیک میں بستی ہے اور وہ کیسی ہے۔ یہ تو مجھ سے مت پوچھ کیونکہ اس کی خوب صورتی کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بس سمجھ لے جادو ہے، ایک طلسم ہے، عبدالرحمٰن مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اس دنیا میں ہر چیز کے بغیر جی لوں گا مگر مالا...... مالا کے بغیر میں ایک پل نہ جی سکوں گا۔ وہ میرے وجود کے ساتھ سائے کی طرح ہوگئی ہے۔ میں اپنی تمام عمر کا ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔''

''یار تُو تو واقعی مجنوں بن گیا ہے۔ تیرے چہرے اور تیری آنکھوں میں مالا کے لیے سچی محبت میں دیکھ سکتا ہوں۔ چل میاں مجنوں ڈیوٹی ٹائم آف ہونے والا ہے چل واپس چیک پوسٹ چلتے ہیں تو وہاں پرائزی ہوکر مالا کے خیالوں میں گم رہنا۔'' عبدالرحمٰن نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور کھڑا ہوگیا۔ نہ جانے کتنی دیر میں یونہی بیٹھا مالا کی باتیں کرتا رہتا مگر مجھے اب چارو ناچار اٹھنا ہی پڑا تھا۔

پھر اکثر و بیشتر میرا آنا جانا ماسٹر جی کے گھر ہونے لگا۔ ملکی حالات پر میں اور ماسٹر جی دیر تک باتیں کرتے اور کبھی کبھی مالا بھی ہمارا ساتھ دیتی اور یہیں سے میں مالا کی خوب صورتی کے ساتھ ساتھ اس کی ذہانت اور اعتماد کا قائل ہوگیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ایسا ہوا کہ میں اور مالا ملکی و سیاسی گفتگو سے ہٹ کر ذاتی معاملات پر بھی بات کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ پھر ہمارے پاس ایک دوسرے کے حالات پر بات کرنے کے سوا اور کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ کبھی کبھی مجھے مالا کی آنکھوں میں بھی وہی محبت کی جوت نظر آتی جو میرے دل میں بہت دنوں سے اس کے لیے تھی۔ وہی آتش عشق جس میں میں جھلس رہا تھا۔ مالا کو بھی جھلستا ہوا محسوس کرنے لگا تھا۔

ایک شام جب آسمان ابر آلود تھا۔ ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی تھی۔ مالا کی یاد مجھے شدت سے آنے لگی مجھ سے رہا نہ گیا اور میں ماسٹر جی کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں جب ان کے گھر پہنچا تو مغرب کا وقت تھا۔ اس وقت مالا اور اس کی چھوٹی بہن گھر پر تھیں۔ ماسٹر جی نماز پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا میرے دل کی مراد بر آئی تھی۔ میں اس رومانوی موسم میں مالا کے علاوہ کسی اور کا وجود برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

''موسم کافی اچھا ہے چلو ٹیرس پہ چلتے ہیں۔'' رسمی سلام دعا کی بعد وہ مجھے یہ کہتے ہوئے ٹیرس کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

یقیناً اس حسین موسم میں کھلے آسمان تلے محبت کے

pklibrary.com

حسین لمحوں کو کشید کرنا کتنا اچھا لگے گا۔ اسی خیال میں میں بھی مالا کے پیچھے ٹیرس کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بلیک ساڑھی میں اس کا دبلا پتلا سا وجود اس کے چہرے کی مقناطیسی کشش نے مجھے ہوش و خرد سے بیگانہ کردیا تھا۔ میں ٹیرس کی گرل پہ ہاتھ رکھے سامنے بنے مکانوں کو دیکھنے لگا یا یوں کہہ لیں کہ دل میں اٹھتے سرکش جذبوں کو لگام ڈالنے لگا تھا۔ باتیں تو میں مالا سے کررہا تھا مگر میری نظر مسلسل سامنے تھیں۔ اسی لمحے مجھے اپنے ہاتھ پر مالا کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔ میں نے چونک کر مالا کی طرف دیکھا جو مجھے ہی دیکھنے میں غلطیاں تھی۔ آج اس کی آنکھوں میں وارفتگی تھی۔ محبت کا عکس واضح تھا۔ کچھ دیر وہ مجھے یونہی دیکھتی رہی پھر اپنا سر میرے کندھے پہ رکھ دیا۔ میرے لیے یہ سب کچھ انتہائی غیر متوقع تھا۔

''مجھے تم سے محبت ہوگی ہے، جہانگیر مجھے تم اچھے لگتے ہو۔'' قدرے توقف کے بعد اس کا خمار میں ڈوبا ہوا لہجہ میرے دل کو بے قابو کرگیا تھا۔ میں جو اتنی دیر سے اپنے جذبوں اور اس پری رخ کو مسلسل نظر انداز کررہا تھا۔ مجھ پہ مکمل طور پہ حاوی ہوگیا تھا۔

مالا کی خود سپردگی سے میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ میں نے بے خودی کے عالم میں اپنے دونوں بازوؤں میں اسے سمیٹ لیا تھا۔ مالا نے محبت پاش نظروں سے مجھے لمحہ بھر کو دیکھا۔ میں نے اس کے چہرے پر آئی شریر لٹوں کو اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا۔ میں نہیں جانتا کہ میں کتنی دیر یونہی اس کو دیکھتا رہا۔

اپنی چیک پوسٹ پر واپس آنے کے بعد بھی مجھ پہ عجیب سی بے خودی طاری رہی۔ ایک بے نام اضطراب نے مجھے گھیرے رکھا تھا۔ مالا کی محبت پوری شدت سے میرے دل میں گھر کر چکی تھی۔ اگلے کچھ دنوں میں ڈھاکہ کے حالات مزید خراب ہوگئے اور میں چاہنے کے باوجود بھی مالا کے ہاں نہ جاسکا کیونکہ ہماری فوج کو مزید الرٹ کردیا گیا تھا۔ کچھ دنوں بعد میں فراغت پاتے ہی مالا کے گھر کی طرف چل دیا تھا۔ ماسٹر صاحب گھر پہ ہی موجود تھے۔ چند رسمی باتوں کے بعد ماسٹر جی چپ ہوگئے۔ وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ ماسٹر جی مجھ سے کچھ کہنے سے گریز کررہے ہیں۔ سو میں نے خود ہی پوچھ لیا تھا۔

''ماسٹر جی کیا آپ کو کوئی پریشانی ہے؟'' میں نے کچھ جھجکتے ہوئے ماسٹر جی سے پوچھا تھا۔

''بیٹا...... کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کیسے بات شروع کروں...... جہانگیر بیٹے تم جانتے ہو ملکی حالات کس قدر بدترین ہوگئے ہیں ان حالات میں ایک بوڑھے اور نادار شخص کا اپنی جوان بیٹیوں کا بوجھ اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا کتنا مشکل ہے۔'' غالباً انہوں نے تمہید باندھی تھی۔ میں چپ رہا تاکہ وہ اپنی بات جاری رکھیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد وہ پھر گویا ہوئے تھے۔

''بیٹا...... میں چاہتا ہوں کہ تم میرا یہ بوجھ کچھ کم کردو۔ میرا مطلب ہے کہ اگر تم مالا سے نکاح کرلو تو میں سکون کی موت مرسکوں۔'' یوں اچانک ماسٹر جی اتنی بڑی بات کہہ دیں گے میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا اور میرے لیے اتنا بڑا فیصلہ یوں اکیلے گھر والوں کی مرضی کے بغیر کرنا ناممکن تھا۔ مالا کے ساتھ نکاح کا سن کر میرا دل جھوم اٹھا تھا لیکن اپنے گھر والوں کو نظر انداز کرنا بھی میرے لیے اتنا آسان نہ تھا۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر میں کیا جواب دوں۔ ماسٹر جی نے میری خاموشی کو بھانپ لیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ پھر مجھ سے مخاطب ہوئے تھے۔

''دیکھو میاں جہانگیر، میں جانتا ہوں یہ بہت اہم فیصلہ ہے۔ تم کچھ دنوں تک سوچ لو پھر مجھے جواب دے دینا۔'' میں نے نظر اٹھا کر ماسٹر جی کو دیکھا اور پھر میری نگاہیں کچھ دیر کے لیے ان کے چہرے پر جم سی گئی تھیں۔

ماسٹر صاحب کی آنکھیں نم تھیں۔ آج ان کا چہرہ پہلے دنوں سے زیادہ ضعیف لگ رہا تھا۔ مجھ سے ان کے چہرے کی یہ بے چارگی دیکھی نہ گئی اور میں بوجھل دل

کے ساتھ واپس آ گیا۔ میں تذبذب کا شکار تھا۔ کبھی مالا کی محبت سے لبریز نگاہیں مجھے تکتی ہوئی محسوس ہوتیں اور کبھی ماسٹر جی کا ضعیف چہرہ میرے نظروں کے سامنے ٹھہر جاتا۔ اسی پریشانی کے سبب میں رات کو بہت دیر سے سویا اور اب میرا سر بہت بھاری ہو رہا تھا مگر پھر بھی میں اپنی ڈیوٹی نبھا رہا تھا۔ میں حاضری والا رجسٹر کھولے اندراج کرنے میں مصروف تھا کہ جب عبدالرحمٰن کی آواز نے میری توجہ اپنی جانب کرلی تھی۔

''جہانگیر تیرے بڑے بھائی آئے ہیں۔ ہمایوں شیرازی، میجر کے روم میں ہیں۔ وہ تیرا انتظار کررہے ہیں۔'' میں نے رجسٹر کو بند کیا اور میجر کے روم میں آ گیا تھا۔

''جہانگیر تمہارے بھائی آئے ہیں۔'' میرے سلوٹ مارنے پر میجر نے بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ میں بھائی کو لیے باہر آ گیا تھا۔

''جہانگیر...... اماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔ تجھے دیکھنے کو بہت ضد کررہی تھیں تو کچھ دنوں کی لیوز لے کر میرے ساتھ چل۔'' اماں کی طبیعت کی خرابی کا سن کر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ پر مجھے چھٹی ملنا ناممکن تھا کیونکہ مشرقی پاکستان کے حالات دن بہ دن خراب ہو رہے تھے۔ میں نے بھائی کو مایوس لوٹا دیا۔ پر دوسرے ہی روز مجھے مغربی پاکستان آنا پڑا کیونکہ مشرقی پاکستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے بھارت نے ہمارے ملک پر حملہ کردیا تھا۔ میں نے اپنے وطن کا دفاع کیا اور دشمن کا ڈٹ کا مقابلہ کیا پر میں ملک کو تقسیم ہونے سے نہ بچا سکا تھا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور میرا وہاں جانا ناگزیر ہوگیا پر مالا کے لیے میں بے چین ہوگیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سے کیسے رابطہ کروں۔ گھر والوں نے میری شادی فاخرہ سے کردی تھی۔

اب میں پچپن سال کا ادھیڑ عمر شخص ہوں، میری بیوی فاخرہ مجسمہ وفا ہے۔ میرے دو جواں سالہ بیٹے میرے بہترین دوست ہیں۔ دنیا کے ہنگاموں سے تنگ آ کر

جب کبھی بھی خود کو پرسکون کرنا چاہا تو خود میرے اپنے اندر اک طلاطم برپا ہوجاتا ہے۔ یاد ماضی کی لہریں منجدھار کی طرح اٹھتی ہیں۔ یہ عالم بے خودی میری روح کو بے سکون کردیتی ہیں۔ اسی لمحے میں سوچتا ہوں کہ کبھی کبھی کسی کو پانے کے لیے محض ایک نظر میں، میں مالا اور مالا میری ہوگئی مگر اسی طرح کسی کو کھونے میں بھی ایک لمحہ ہی لگتا ہے۔ کسی کو کھونے میں بھی ایک لمحہ ہی لگتا ہے۔ جیسے میں نے ایک لمحے میں اپنے گھر کی روایتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے لیکن پانے اور کھونے کے علاوہ محبت میں کچھ اور بھی ہے۔ جو محبت کو مرنے نہیں دیتا۔ ختم نہیں ہونے دیتا وہ ہے، محبت کی یاد۔ مالا کی محبت کی یاد آج بھی میرے اندر زندہ ہے۔ میری اس گم گشتہ محبت کی یاد اس کو مرنے نہیں دیتی۔

"پاپا...... پاپا...... پاپا...... نیچے آجائیں۔ ڈنر از ریڈی۔" احمد کی آواز مجھے ماضی سے حال میں لے آئی۔ میں نے وہیں کرسی پہ بیٹھے اثبات میں سر ہلایا۔ مسلسل کئی گھنٹوں سے کھڑکی کھلی رہنے کی وجہ سے کمرے میں سردی کا احساس بڑھ گیا تھا۔ میں نے گرم چادر لی اور یادوں کی بارات کو رخصت کرتے ہوئے نیچے ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ میں جس خاموشی سے نیچے آیا تھا، اسی خاموشی سے اپنی نشست پر بیٹھ بھی گیا تھا۔

"ماما...... میں نے آپ سے بریانی کی فرمائش کی تھی۔" احمد نے اپنی پسندیدہ ڈش جب میز پر نہ دیکھی تو خفگی سے فاخرہ بیگم کو جتلایا۔

"احمد تم مجھے بہت تنگ کرتے ہو۔ مجھ سے اب یہ تمہاری روز روز کی ناز برداریاں نہیں اٹھائی جاتیں۔" فاخرہ نے ازلی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے ہوئے جواب دیا۔

"یہ طلحہ کہاں ہے؟" احمد کو فکر ہوئی۔

"وہ اپنے دوست کی شادی میں گیا ہے۔" فاخرہ نے سالن کا ڈونگہ جہانگیر کی طرف بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

"جہانگیر...... احمد کتنا بڑا ہوگیا ہے ماشاءاللہ۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں اب جلدی سے اس کی شادی کردوں۔" فاخرہ نے ایک سراہتی نظر احمد پہ ڈالی اور جہانگیر کی طرف دیکھا لیکن جہانگیر نے احمد پر نظر ڈالی اور ہنوز خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔

"وہاٹ ممی......" فاخرہ کی بات پہ احمد کو کرنٹ لگا۔

"کیا ہوا میں نے کیا ایسی انوکھی بات کہہ دی۔ جو تم یوں اچھل رہے ہو۔" فاخرہ احمد کی بات سے بہت محظوظ ہوئیں۔

"ممی...... ابھی تو میرا ایم کام مکمل نہیں ہوا۔ میں تو ابھی اس پوزیشن میں بالکل نہیں۔"

"نہیں ہوا تو ہوجائے گا اور ویسے بھی شادی کون سا گڈے گڑیا کا کھیل ہے جو ایک دو دن میں یونہی ہوجائی گی۔ اب سے دیکھنا لڑکیاں شروع کروں گی تو کوئی اچھی لڑکی اور اچھا گھرانہ ملے گا کیوں جہانگیر۔" فاخرہ بیگم نے بیٹے کے جواز کو قطعی خاطر میں نہ لاتے ہوئے جہانگیر سے استفسار کیا۔

جہانگیر ہنوز خاموش رہے۔ ایسی دبیز خاموشی کا پردہ مالا کی یادوں کا طوفان گزر جانے کے بعد جہانگیر کی سوچ پر پڑ جاتا تھا۔ اور وہ کئی دنوں تک خاموش ہی رہتے تھے۔

"لیکن لڑکی ڈھونڈنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تمہاری پھوپو کی بیٹی ہے ناں سارہ بہت پیاری بچی ہے۔"

"سارہ......! سارہ۔" فاخرہ بیگم کے منہ سے سارہ کا نام سنتے ہی احمد پھر اچھلا۔

"اب تمہیں کیا ہوا۔ میں نے سارہ کا نام لیا ہے کونڈے ولیزا راؤ کا نہیں۔" اب کہ فاخرہ بیگم بیٹے کی حرکت پہ محظوظ نہیں ہوئی تھیں بلکہ خفا ہوئی تھیں۔

"ممی یونو۔ وہ فلاسفر، ہر وقت فلسفہ جھاڑتی رہتی ہے، خبطی سی تو وہ پہلے ہی تھی اور پھر سونے پہ سہاگہ کہ ماسٹرز وہ محترمہ فلسفے میں کررہی ہیں۔ ممی میں تو اسے پانچ منٹ

pklibrary.com

کے لیے بھی برداشت نہیں کرسکتا جانے کیا اول فول بولتی رہتی ہے۔ دنیا کی حقیقت ایک آنکھ بند کرکے دیکھو، زندگی سمندر ہے اور نہ جانے کیا گیا گوہر افشانیاں کرتی رہتی ہے۔ آپ کی وہ لاڈلی بھانجی مس سارہ۔ نو مما نو وے۔'' احمد بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار کررہا تھا۔ فاخرہ بیگم استعجاب بھری نظروں سے احمد کو دیکھ رہی تھیں اور کبھی جہانگیر کو۔

''اچھا چلو سارہ کو رہنے دو۔ میری دوست کی بیٹی حفصہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' فاخرہ بیگم نے سارہ کے لیے بات نہ بنتے دیکھ کر حفصہ کا ذکر کردیا۔

''سو بورنگ۔ ہر وقت شرماتی رہتی ہے۔ بدھوسی۔'' احمد نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ جہانگیر ماں بیٹے کی باتوں کو یکسر عدم دلچسپی سے سن رہے تھے۔

فاخرہ بیگم بیٹے کی بات پہ سخت کھول رہی تھیں۔ سارا اور حفصہ کو ریجیکٹ کرکے احمد نے فاخرہ بیگم کو ہرٹ کیا تھا۔ وہ بے دلی سے کھانا کھانے لگیں۔

''مما آپ انکل مراد کے گھر کتنے دنوں سے نہیں گئیں۔ ان کی وائف آپ کا پوچھ رہی تھیں۔'' کچھ دیر چپ رہنے کے بعد احمد بہت دھیمے لہجے میں فاخرہ بیگم سے مخاطب ہوا۔

''یہ مراد علی کا ذکر یہاں کہاں سے آگیا۔'' فاخرہ نے ناسمجھی کے سے انداز میں احمد کو دیکھا مگر جہانگیر نے یک لخت بہت گہری نظروں سے اپنی فرزند کو دیکھا۔

''مما...... آپ کو عالیہ بھی بہت مس کررہی تھی۔'' احمد نے دبی دبی آواز میں کہا۔

''جو بات میں سمجھ رہی ہوں۔ تمہارے کہنے کا وہی مطلب تو نہیں، ایک بات کان کھول کر سن لو عالیہ مجھے قطعی پسند نہیں، اتنی الٹرا ماڈرن لڑکی کو میں اپنی بہو ہرگز نہیں بناسکتی۔'' فاخرہ کے انداز میں قطعیت تھی۔

''مما اب تو وہ بہت حد تک چینج ہوگئی ہے۔''

''مگر مراد علی کی فیملی اور ہماری فیملی کا کوئی میچ نہیں۔''

فاخرہ بھی اپنی بات پہ قائم تھی۔ جب کہ جہانگیر ہنوز لاتعلق دکھائی دے رہے تھے۔

''تو ایک بات میری بھی سن لیں اگر عالیہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔ مجھے شادی ہی نہیں کرنی۔ آپ آئندہ سے یہ ٹاپک مجھ سے ڈسکس مت کیجئے گا۔'' احمد کے تیور بدل گئے اور وہ کرسی کو زور سے دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فاخرہ کو تو ایسے ردعمل کی ہرگز توقع نہ تھی۔

''آپ اسے سمجھائیں ناں......'' فاخرہ بیگم اب بے بسی سے جہانگیر کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ احمد وہاں سے چلا گیا تھا۔

''فاخرہ......'' جہانگیر کی گمبھیر آواز نے فاخرہ کو متوجہ کیا۔ ''فاخرہ کیا تم چاہتی ہو کہ احمد بھی جہانگیر کی تصویر بن جائے اور سارہ یا حفصہ یا پھر کوئی اور لڑکی فاخرہ بیگم کی طرح بٹی ہوئی محبت وصول کریں۔'' جہانگر کے سوال نے فاخرہ بیگم کو گنگ کردیا تھا۔ جہانگیر یہ کہہ کر اٹھے اور سیڑھیاں چڑھ گئے تھے۔

''جہانگیر ہم کل ہی مراد علی کے گھر جائیں گے۔ عالیہ کا رشتہ لینے۔'' فاخرہ بیگم کی آواز پر جہانگیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ قدرے توقف کے بعد بہت شکستہ لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ جہانگیر کے چہرے پہ ایک بے نام سا سکون عود آیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ یہ اطمینان انہیں سرشار کیے دے رہا تھا کہ جو بازی وہ بہت عرصہ پہلے ہار گئے تھے آج ان کا بیٹا جیت گیا ہے۔ ان کی گم گشتہ محبت نے ان کے بیٹے کی محبت اس کی جھولی میں ڈال دی تھی۔

www.naeyufaq.com

فاطمہ عاشی

ذرا تاخیر ہوجاتی اگر واپس پلٹنے میں
مجھے معلوم ہے تیرے سبھی اقرار مر جاتے
میرے اندر کی فن کاری تیری دریافت ہے صاحب
وگرنہ تو میرے اندر سبھی شاہکار مر جاتے

چار بہنوں میں سب سے چھوٹی زمر نے گو کہ اب تک کی زندگی عیش میں گزاری تھی مگر اب جب کہ امی کا انتقال ہوگیا تھا اور ابو بھی کینسر کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہوگئے تھے، جدوجہد ہی اس کی زندگی کا مقصد بن کر رہ گئی تھی۔ لائق تو تھی ہی، گھر کے کام کاج بھی بہنوں نے سکھا دیے تھے۔ دو بہنیں شہر سے باہر بیاہی گئی تھیں، طاہرہ اور بشریٰ آپا کی شادی اس وقت کردی گئی تھی جب وہ ایف ایس سی کر چکی تھیں۔ اب صائمہ آپی نے رخصت ہو کر دبئی چلے جانا تھا۔ ابھی تک وہ ابو کی خدمت میں لگی ہوئی تھی، طاہر بھائی شریف النفس انسان تھے۔ بیوی کو باپ کی خدمت کی اجازت دے دی تھی، اب انہیں زمر کی پریشانی تھی، مالی حالات گو کہ اچھے تھے، زمر نے خود انگلش میں ایم فل کرلیا تھا، سرکاری جاب کر رہی تھی مگر ابو اور آپی اس کے لیے مناسب بر کی تلاش میں تھے۔ پھوپو نے ایک بار زمر کا ہاتھ مانگا تھا۔ لڑکا دیکھا بھالا تھا اور سعودیہ میں ملازمت کرتا تھا۔ ابو نے حامی بھرنے سے پہلے اشعر کی معلومات کرائی تو پتا چلا کہ وہ سعودیہ میں ایک شادی کر چکا ہے۔ یہاں بس وہ زمر سے شادی کی پلاننگ اس لیے کر رہا ہے تاکہ ابو کا اس کے نام لیا گیا وہ آبائی گھر اپنے نام کرا سکے، سو ابو نے انکار کردیا تھا۔

کافی تلاش کے بعد ابو کے دوست عابد صاحب کے بیٹے کے نام ہی قرعہ نکلا تھا کچھ یوں کہ عابد صاحب فیکٹری کے اپنے پرانے دوست شاہد صاحب کی عیادت کے لیے آئے تھے۔ زمر نے ان کی خوب خاطر داری کی، صائمہ آپی اور ابو نے ان سے درخواست کی کہ وہ کوئی رشتہ بتائیں، انہوں نے کچھ وقت مانگا، کافی دن بعد وہ اپنے بیٹے زاویار کے ساتھ دوبارہ ان کے گھر آئے اور دوست کی مشکل کا حل یہ ڈھونڈا کہ اپنے بیٹے اور زمر کا سادگی سے نکاح کردیا...... وعدہ بھی کر گئے کہ مناسب وقت آنے پر زمر کو بہو بنا کر لے جائیں گے کیونکہ انہیں ابھی اپنی بیگم کو بھی راضی کرنا تھا...... زمر خوش تو تھی مگر اندیشوں میں بھی گھری ہوئی تھی، نجانے کیا ہو، کیسے لوگ ہوں گے؟ بس یہی سوالات اسے پریشان کرتے رہتے مگر آپی اور ابو کی تسلیاں کافی تھیں۔

❁......❁......❁......❁
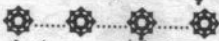
گو کہ عابد صاحب کی فیملی میں زیادہ لوگ نہیں تھے، دو بیٹے شہریار اور زاویار اور ایک بیٹی لیلیٰ جو گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ کام کاج کے لیے ملازم موجود تھے، کچن بوا سنبھالتی تھیں۔ عابد صاحب کے گھر کی سب سے اہم فرد ان کی شریک حیات تھیں نازلی بیگم جو کہ اپنے سرکل میں مسز عابدی کے نام سے جانی پہچانی جاتی تھیں، یوں کہا جاسکتا ہے کہ مسز عابدی، عابد صاحب کو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی تھیں، ان کا ایک

pklibrary.com

ہی اصول تھا جس پر نہ صرف وہ خود کاربند تھیں بلکہ گھر کے ہر فرد کو جبراً اسی اصول پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ رشتے اور انسانیت جائے بھاڑ میں، بس کسی نہ کسی طرح ہر جگہ ان کا اسٹیٹس بلند رہے۔ ان کا خالی معیار، دولت کی نمائش ہر جگہ ہوتی رہے...... عابد صاحب جیسے سادہ اور شریف و محنتی انسان کی زندگی میں نازلی کا آنا بھی فلمی کہانی کی طرح تھا، وہ باپ کی اکلوتی اولاد تھیں۔ باپ کی فیکٹری کا یہ خوب صورت اور محنتی نوجوان انہیں بھا گیا تھا، بس دل نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود کر دی تھی، ضد کر لی کہ عابد کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کریں گی، والدین کو ان کی ضد کے آگے ہار ماننا پڑی، یوں وہ عابد کو سارا کاروبار سمجھا کر خود مسز عابدی کے نام سے جانی جانے لگی تھیں۔

بزنس پر پورا ہولڈ رکھا ہوا تھا، اپنا بوتیک بھی چلا رہی تھیں۔ بچوں پر ہر وقت کڑی نظر رکھتیں، عابد صاحب کا خیال تھا کہ زیادہ روک ٹوک اور سخت انسان کو ڈھیٹ بنا دیتی ہے جب کہ مسز عابدی کے اپنے اصول تھے۔ وہ حاکمانہ ذہن کی مالک تھیں، دونوں کی زندگی چل تو رہی تھی مگر عابد صاحب کو ان کی اسی بات سے ہمیشہ اختلاف ہی رہتا تھا، محبت خوب تھی جب بھی جھگڑا ہوتا نازلی بیگم خود شوہر کو مناتیں، بچوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ رکھ رکھاؤ بھی سکھایا مگر بچے جب جوان ہوئے تو انہوں نے ماں کی بے جا روک ٹوک سے تنگ آ کر اپنی اپنی راہیں الگ سے چن لی تھیں۔

بڑا بیٹا شہریار انجینئر بن کر آسٹریلیا چلا گیا، وہیں کسی پاکستانی لڑکی سے شادی کر لی اور انہی کے خاندان میں رچ بس گیا، زاویار نے ایم بی اے کے بعد بزنس کو آگے بڑھانے کا سوچا، چھوٹی بیٹی لیلیٰ نے فائن آرٹس پڑھا، دن بھر طرح طرح کے مجسمے بناتی رہتی، حالانکہ مسز عابدی اسے اپنا بوتیک سنبھالنے کا کہتی رہتی مگر وہ من موجی لڑکی ان کی باتوں میں نہ آتی۔ لیلیٰ کا ایک ہی دوست تھا، علی جس نے آرکیٹیکچر پڑھا تھا، اکثر ملنے ان کے گھر آتا مگر ماں کو یہ لڑکا ذرا نہیں بھاتا تھا، خوب صورت، پڑھے لکھے اور ایک ذہین

pklibrary.com
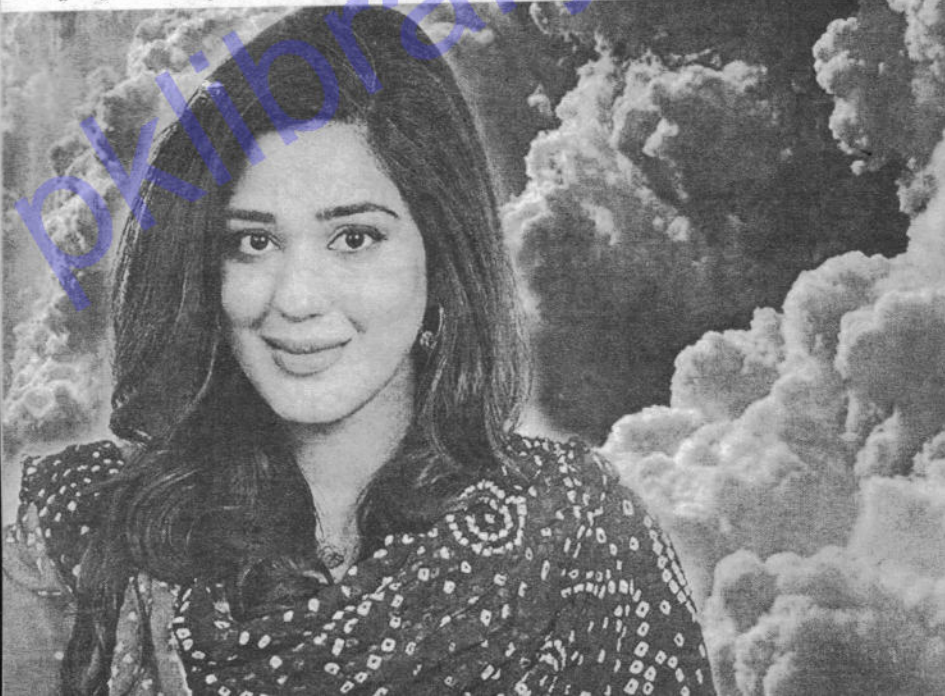
لڑکے سے ان کی نفرت کی وجہ ایک ہی تھی کہ علی کے والدین اور خاندان کا کچھ اتا پتا نہ تھا۔ وہ یتیم خانے میں پلا بڑھا تھا۔ آج پڑھ لکھ کر ایک کامیاب شخص بن گیا تھا مگر مسز عابدی اسے دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتی رہتیں اور لیلیٰ کو اسے گھر لانے سے منع کرتیں، عابد صاحب اور زاویار کی علی سے خوب بنتی تھی، ہر موضوع پر تینوں سیر حاصل گفتگو کرتے تھے...... علی کو لیلیٰ پسند تھی اور لیلیٰ کا علی کے بنا گزارہ نہ تھا...... ابھی تک تمام گھر والے زاویار کے نکاح اور زمر کے یہاں آنے والے معاملے سے بے خبر تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁

''انکل عابد؟ میں زمر بات کر رہی ہوں، ابو کی طبیعت اچانک بہت خراب ہوگئی ہے وہ آپ کو بلا رہے ہیں اور آپی انہیں کوشش کر کے ہاسپٹل لے گئی ہیں...... آپ پلیز اس وقت ہمارے پاس آجائیں۔'' رات کے ایک بجے عابد صاحب کو زمر نے فون پر اطلاع دی، ہسپتال کا پتا وغیرہ لکھوایا، وہ بنا کسی کو بتائے فوراً شاہد کے پاس پہنچ گئے تھے۔

''تم پریشان مت ہو بیٹا...... کچھ نہیں ہوگا میرے دوست تم تو ہمت کرو۔'' انہوں نے سب کو تسلی دی اور ساتھ شاہد کو کہا، شاہد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بس آخری بات یہی کہی تھی۔

''تم اپنی امانت لے جاؤ۔'' اور پاس کھڑی زمر کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر اپنی جان اپنے رب کے سپرد کردی تھی۔

دوست کی موت نے عابد صاحب کو صدمے سے دوچار کردیا تھا، انہوں نے بس زاویار کو اطلاع دی تھا آخری رسومات ادا کی گئیں، زمر آپی اور سب بہنیں غم سے نڈھال تھیں، شاہد کے چہلم تک بہنیں وہیں رکی رہیں مگر اب سب کو جانا تھا، انہیں زمر اور زاویار کے نکاح کا علم تھا جو بھی جہیز تھوڑا بہت جمع کیا تھا زمر کو دیا اور صائمہ آپی اور دوسری بہنوں نے اسے آنسوؤں کے ساتھ عابد صاحب کے ساتھ رخصت کردیا۔ زاویار ساتھ نہیں تھا، عجیب شادی تھی، زمر کی نہ کوئی مہندی ہوئی، نہ بارات، نہ ڈھول ڈھمکا...... باپ کی موت کا غم لیے وہ عابد صاحب کے ساتھ ان کے گھر آگئی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

''میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں اور یہ...... یہ لڑکی کون ہے؟'' جیسے ہی عابد صاحب زمر کو لے کر گھر پہنچے، مسز عابد نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا۔

''تم بیٹھو بیٹا...... بوا جی بچی کے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آئیں۔'' عابد صاحب نے بیگم کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اونچی آواز میں بوا کو پکارا اور زمر کو بیٹھنے کو کہا۔

''میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں اور آپ میری بات کا جواب نہیں دے رہے، کیا یہ آپ کی کوئی دور پرے کی رشتہ دار ہے، کون ہے جسے گھر میں یوں منہ اٹھا کر لے آئے ہیں؟'' مسز عابدی اب اونچی آواز میں بولیں۔ آوازیں سن کر زاویار اور لیلیٰ بھی آگئے...... زاویار زمر کو یوں اچانک دیکھ کر حیران سے زیادہ پریشان ہوا، جب کہ زمر کو مسز عابدی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ صوفے پر بیٹھنے کی بجائے وہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔

''یہ تمہاری بہو ہے زمر...... میں نے زاویار کا نکاح کچھ دن پہلے ہی اس سے کیا ہے میرے قریبی مرحوم دوست کی نشانی ہے اور ہاں تمہیں بھی اب اسے بہو کی حیثیت سے عزت دینا ہوگی۔'' نہایت آرام سے عابد صاحب نے زاویار اور لیلیٰ کے علاوہ ان کی سماعتوں پر بم پھوڑا۔

''کیا......! کیا...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے اتنا بڑا فیصلہ میری مرضی جانے بغیر ہی کرلیا، مجھ سے پوچھنا تو در کنار آپ نے مجھے بتانے کی بھی زحمت نہیں کی اور تم زاویار یہ کیا تماشا اور کھیل ہے؟ جو تم دونوں باپ بیٹے نے مل کر میرے ساتھ کھیلا ہے، مجھے دھوکہ دیا ہے تم نے اور وہ نیشا...... اس کا کیا ہوگا، مسز راحیل، ان کو کیسے جواب دوں گی میں، کیسے اپنے سرکل میں لوگوں کو فیس کروں گی، اف یہ کیا کردیا تم دونوں نے؟'' ہذیانی انداز میں کہتے وہ صوفے پر ڈھے سی گئیں۔

''ماما...... مجھے چند دن پہلے بابا نے اس نکاح کے لیے فورس تو نہیں کیا تھا میری مرضی اور رائے مانگی تھی...... کچھ مجبوریاں تھیں بابا کی ان کی خواہش کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ

سب کرنا پڑا اور نیشا کی فکر نہ کریں میں اسے ہینڈل کرلوں گا۔" زاویار نے ماں کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے سکون سے کہا اور ساتھ عابد صاحب کو بھی دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہے تھے جانتے تھے کہ وہ سب سنبھال سکتا ہے۔

"مت کہو مجھے ماما...... زندگی کا اتنا اہم فیصلہ تم نے یوں کرلیا اور ہاں...... تم لڑکی تم زاویار سمیت سب کو تو رام کرسکتی ہو مگر یہ مت سمجھنا کہ میں نے تمہیں قبول کرلیا ہے۔ دور ہوجاؤ میری نظروں کے سامنے سے، مجھے کسی کی ضرورت نہیں، کسی کی بھی نہیں۔" وہ چلاتی ہوئی صوفے سے اٹھیں اور زمر کے پاس آئیں اور زمر سہم سی گئی۔ مسز عابدی اس کو غصے سے گھور کر اپنے کمرے میں چلی گئیں، زمر اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی، منہ سے کچھ نہ بولی۔ زاویار ماں کی حالت دیکھ کر باپ کو اشارہ کر کے ان کے پیچھے چلا گیا انہوں نے کندھے اچکا دیئے تھے۔

"تم زمر کو فی الحال اپنے کمرے میں لے جاؤ...... اسے آرام کی ضرورت ہے، جس صدمے سے ابھی یہ گزری ہے مزید ٹینشن نہ ہی لے تو بہتر ہے، جانتا ہوں تمہاری ماں کا یہ ردعمل جائز ہے مگر امید ہے کہ میں اور زاویار مل کر اسے تمہارے لیے منالیں گے۔" انہوں نے لیلیٰ اور زمر کو دیکھتے ہوئے کہا اور لیلیٰ ڈری سہمی سی زمر کو لے کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"ہیلو ڈیئر...... تم تو مجھے تصویروں سے زیادہ خوب صورت لگ رہی ہو۔" جیسے ہی لیلیٰ زمر کو کمرے میں لے کر آئی اس کا سامان رکھنے کے بعد اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔

"آپ...... لیلیٰ ہیں؟" زمر نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو لیلیٰ کا یہ انداز اس کے لیے بہت متاثر کن تھا۔

"ہاں...... میں ہی لیلیٰ ہوں۔" ڈھیلے ڈھالے کرتے اور شلوار میں پونی ٹیل بنائے وہ لڑکی زمر کو یہ کہتے بہت ہی پیاری لگی۔

"ویسے تم نے مجھے کب اور کہاں دیکھا یوں تصویروں میں۔" وہ اب کسی حد تک سنبھل گئی تھی۔

"بابا نے مجھے سب بتادیا تھا اور زاویار نے تمہاری تصویر اپنے موبائل میں دکھائی تھی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"ویسے تم سے مل کر اچھا لگا...... ایک میل دوست تو تھا ہی علی کی صورت میں مگر فیمیل دوست تمہاری صورت میں مل گئی ہے...... ویسے ماما کا رویہ تمہارے ساتھ مجھے اچھا نہیں لگا مگر وہ حق بجانب ہیں اس معاملے میں، تمہارے فادر کی ڈیتھ کا افسوس ہوا۔" وہ مسلسل بول رہی تھی اور زمر کو اس کا بولنا اچھا لگ رہا تھا پر اس کی آخری بات پر وہ افسردہ ہوگئی تھی۔

"بابا بہت ہمت و بہادری سے اپنی بیماری سے لڑے، اللہ کی یہی مرضی تھی، ایک خلا تو آچکا ہے میری زندگی میں...... بہنیں بھی سب دور ہیں مگر میں اب خوش ہوں کہ تم جیسی سادہ اور پرخلوص دوست مجھے اس گھر میں مل گئی ہے۔" زمر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں...... زاویار بھائی سے بھی تمہاری دوستی ہو ہی جائے گی۔ آج کل تو وہ نیشا کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے مگر میں بہت زیادہ حیران اور خوش ہوں کہ انہوں نے تم سے شادی کی حامی بھرلی...... وہ نیشی ایک آنکھ نہیں بھاتی مجھے اور ماما بھی...... بس...... دیکھتے ہیں، فی الحال تو وہ کچھ دنوں تک واویلا مچائے رکھیں گی مگر اللہ سے اچھی امید رکھو۔" لیلیٰ بولی۔

"انسان کی تمام خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں، مگر کہتے ہیں ناں کہ "نیت بر مراد" اس گھر کو گھر بنانے اور آپ سب لوگوں کے دل میں جگہ بنانے کی نیت سے اور زاویار کے دل میں خوشی اور محبت و سکون دینے کی نیت سے یہاں آہی گئی ہوں تو اللہ سے امید یہی ہے کہ سب بہتر ہوجائے گا۔" زمر نے اعتماد سے کہا تھا۔

"ٹھیک کہا...... چلو اب کھانا کھانے چلتے ہیں ماما تو آئی تھنک نہیں آئیں گی اپنے روم سے...... ہم دونوں تو کم سے کم کھالیں...... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" زمر کا ہاتھ پکڑ کر لیلیٰ بولی تھی۔ وہ مسکرا کر رہ گئی تھی۔

❁……❁……❁……❁

زاویار نے مسز عابدی کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی، ان سے وعدہ بھی کرلیا تھا کہ وہ ان کی دوست کی بیٹی نینشا سے بھی شادی کرلے گا پر جب دو تین دن تک وہ اپنے کمرے میں بند رہیں اور نہ ہی کسی سے بات کی نہ آفس کی پروا کی تو عابد صاحب نے فیصلہ کیا کہ آج وہ بیگم سے دو ٹوک بات کریں گے..... کمرے میں داخل ہوئے بیگم کے پھولے ہوئے چہرے اور غصہ کرتی آنکھوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔

''بس کردو اب..... جو ہونا تھا وہ ہوگیا..... تمہاری نینشا کو بہو بنانے کی ضد نے ہی اصل میں مجھے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا..... کیا تم نہیں جانتیں کہ ایک نیک اور بلند کردار عورت ہی آئندہ نسلوں کی امین ہوتی ہے اور نینشا میں مجھے سوائے امیر اور خوب صورت ہونے کے کوئی اور خوبی نظر نہیں آتی اور زمر پڑھی لکھی، بااعتماد اور گھر سنبھالنے والی لڑکی ہے، اگر میں نے اپنی مرضی سے زاویار کے لیے لڑکی پسند کر بھی لی ہے تو تمہیں اس بار میرا یہ فیصلہ ماننا ہی ہوگا۔''

''آج تک اس گھر میں میری مرضی سے ہر کام ہوا ہے اور اس شادی میں میری مرضی شامل نہیں ہے، سو میں اس لڑکی کو کیسے بہو مان لوں..... میں ایسا نہیں کرسکتی۔'' ضدی انداز میں کہتیں مسز عابدی نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

''تمہاری اسی ہٹ دھرمی اور ''میں'' نے ہمارے بیٹے شہریار کو ہم سے دور کردیا، کچھ تو سوچو..... زاویار تمہاری اس مرضی اور من مانی کی جنگ میں ہم سے دور نہ ہوجائے۔'' ان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے نرمی سے انہوں نے کہا۔

''ٹھیک ہے مگر میری ایک شرط ہے..... وہ یہ کہ زاویار نینشا سے بھی شادی کرے گا۔'' مسز عابدی اپنی ضد پر قائم رہیں۔

''تم جو بھی کہو..... یہ فیصلہ زاویار کا ہوگا۔ میں اس یتیم و مسکین بچی پر ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ وہ زاویار کی بیوی ہے اور ہاں کچھ دنوں میں ہم یہ شادی اناؤنس کردیں گے۔ ولیمے کی تقریب بھی رکھیں گے۔'' دوٹوک انداز میں کہتے عابد صاحب باہر نکل گئے تھے۔

''ہنہ..... ولیمے کی تقریب..... میرا نام بھی نازلی ہے..... آج تک آپ کی ایک نہیں چلی تو اب کیسے یہ ہوسکتا ہے؟'' غصے سے سوچتے ہوئے انہوں نے ابرو اچکھائے۔

مسز عابدی نے سر توڑ کوشش کی کہ زمر اور زاویار کے ولیمے کی تقریب ارینج نہ ہو پائے مگر عابد صاحب کی ڈھیروں تاویلیں کام آ گئیں، ان کو اپنے سوشل سرکل میں نہ صرف اس نکاح کے بارے میں بتانا پڑا بلکہ ڈھیروں باتیں بھی سننا پڑیں، نینشا جو کہ ان کی پرانی دوست، مسز راحیل کی بیٹی تھی وہ بھی ان سے ناراض ہوگئی، زاویار سے اس کی پرانی دوستی تھی، وہ بھی اسے منا کر سمجھا کر تھک گیا تھا، ان حالات میں صرف لیلیٰ اور بوا ہی تھیں جو عابد صاحب کے ساتھ اس تقریب کی مکمل تیاری کررہی تھیں۔ عابد صاحب نے زمر کی شہر سے باہر مقیم دو بہنوں کو بھی مدعو کیا تھا..... زاویار نے ماں کو منا تو لیا تھا مگر نینشا تقریب میں نہیں آئی تھی، اس بات سے اس کو دکھ پہنچا تھا۔

زمر اور زاویار دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے، کچھ لوگ خاص طور پر مسز عابدی کی کولیگز زمر کے حسب نسب کے بارے میں پوچھتی رہیں، مسز عابدی زمر کو یتیم و مسکین بتا کر اس کے ساتھ نیکی کرنے کا یہ اعزاز بھی لیتی رہیں۔ مہمانوں کو دیکھتے ہوئے جب انہوں نے علی کو دیکھا جو ہنس ہنس کر لیلیٰ سے باتیں کررہا تھا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی، پہلے ہی وہ زاویار کے پہلو میں دلہن بنی زمر کو دیکھ کر جل بھن رہی تھیں، سونے پہ سہاگہ کہ علی بھی اس تقریب میں آیا ہوا تھا اور خاصا پرکشش لگ رہا تھا، علی نے جب ان کی طرف دیکھا تو ان ہی کی طرف چلا آیا، لیلیٰ جان بوجھ کر منظر سے ہٹ گئی ماں کا غصہ بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

''مبارک ہو آنٹی..... ایک مڈل کلاس گھر کی لڑکی کو آپ کی بہو بنا دیکھ کر مجھے یقین سا ہونے لگا ہے کہ میری منزل اب آسان ہونے والی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم..... تمہیں کس نے انوائیٹ کیا ہے؟ بیگانی شادی

pklibrary.com

میں عبداللہ دیوانہ۔" مسز عابدی کو غصہ تو آیا مگر طنز کے تیر چلانے سے باز نہ آئیں۔

"آپ کے گھر میں انسانوں سے پیار کرنے والے بھی کچھ لوگ بستے ہیں، میں ان ہی کا مہمان ہوں۔" علی نے فوراً جواب دیا جسے سن کروہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"میری بیٹی کا پیچھا چھوڑ دو...... بدلے میں جو مانگو گے میں تمہیں دوں گی۔" وہ غصے سے بولیں۔

"آپ جانتی ہیں کہ آپ کی بیٹی مجھ پر فدا ہے اور میں بھی اس سے محبت کا دعوٰی دار ہوں۔ آپ مجھ سے نفرت کرتی ہیں یہ بات بھی ہم دونوں جانتے ہیں مگر ہماری محبت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ آپ کی اس نام نہاد نفرت کا مقابلہ کرلے گی، اس دولت شان وشوکت اور اسٹیٹس جو کہ عارضی ہے، کے رعب کے بدلے آپ ہم دونوں کو الگ اب تک نہیں کرسکیں تو آئندہ کیسے کریں گی؟ چلیں آپ اپنی نفرت، انا کو آزمائیں اور ہم اپنی محبت، خلوص اور چاہت کا مان دیکھ لیتے ہیں...... جیت کس کی ہوگی؟ وقت ہی بتائے گا۔" علی کہہ کر وہاں سے چلا گیا...... مسز عابدی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس لڑکے کو شوٹ کردیں مگر خود پر ضبط کرتیں وہ مہمانوں کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

تقریب کے اختتام پر لیلیٰ اسے زاویار کے کمرے میں بٹھا کر چلی گئی، کمرے کا جائزہ لیتی زمر کو محسوس ہوا کہ زاویار نفاست پسند طبیعت کا مالک ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی کوئی بے ترتیبی نہیں تھی...... آنٹی کا رویہ پوری تقریب اس کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں تھا، ایک بار بھی وہ اس سے ہم کلام نہیں ہوئی تھیں اور زاویار بھی یوں لگتا تھا جیسے مارے باندھے ہی اس کے پہلو میں بیٹھا ہو، انہی سوچوں میں تھی کہ زاویار اندر داخل ہوا۔

"بابا کے کہنے پر میں نے تم سے یہ تعلق جوڑ تو لیا مگر اسے میری مجبوری سمجھو یا وقت کی نزاکت...... کیونکہ میں اور نیشا کافی عرصے سے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں...... تم اس گھر میں رہو، ماما کو اپنا بنانے کی کوشش کرو ایک بات یاد رکھنا، کبھی نیشا اور میرے درمیان آنے کی کوشش نہ کرنا...... اس گھر میں تمہیں ہر سہولت ملے گی، کسی قسم کی کوئی روک ٹوک یا پابندی نہیں ہے تم پر...... میں مجبور ہوں...... نیشا کو منا کر اسے اپنا بنانا ہے۔ میری مجبوری سمجھو......" اس کی باتیں سن کر زمر نے لرزتی پلکیں اٹھائیں آنکھوں میں نمی تھی۔

"مجبوری...... کاش تم اس پاکیزہ اور شرعی رشتے کو مجبوری کا نام نہ دیتے۔ مجھے کچھ ڈھارس ہوتی...... شاید تم اپنی جگہ درست ہو پر محبت بھی ایسا جذبہ ہے کہ جس کے سامنے ساری حقیقتیں بے مول ہو کر رہ جاتی ہیں مگر میں کیا کروں؟ تم سے رشتہ جڑتے ہی محبت سی ہونے لگی ہے، اس رشتے کو بے لگام چھوڑ سکتے ہو مگر میں بھی مجبور ہوں کہ اس تعلق کی ڈور ہاتھ میں تھام کر چلوں گی...... اپنی محبت، چاہت اور خلوص کی بناء پر تمہارا اور تمہاری ماں کا دل جیتوں گی۔ یہ میرا تم سے اور خود سے وعدہ ہے...... میں نے تم سے تعلق اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاظر وناظر جان کر باندھا تھا اب اسے اپنے رب کی مرضی اور رضا پر چھوڑتی ہوں۔" اس نے دل میں سوچا۔

"کیا ہوا...... تم تھک گئی ہو؟ آرام کرو اور ریلیکس ہوجاؤ۔" مسلسل اسے اپنی طرف دیکھتا پاکر زاویار بولا۔

"میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، آپ اپنے تعلقات اور رشتوں میں آزاد ہیں۔" آنکھوں کی نمی کو اندر دھکیلتے اس نے کہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

"مجھے حاضرین محفل کو ایک اہم خبر دینا ہے، اگر ماما آپ کی اجازت ہو تو کچھ بولوں۔" صبح ناشتے پر لیلیٰ نے سب کو متوجہ کرتے ہوئے قدرے ڈرنے کی اداکاری کرتے ہوئے مسز عابدی کی طرف دیکھ کر کہا، اس کے یوں کہنے پر سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"زاویار بھائی نے زمر کو منہ دکھائی کا کوئی بھی تحفہ نہیں دیا، کیوں زاویار بھائی ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟" اس نے ناشتہ کرتے زاویار کو دیکھ کر کہا، اس کے یوں یک دم کہنے پر زاویار کا نوالہ منہ میں لے جاتا ہاتھ رک گیا تھا...... عابد صاحب

نے غصہ سے اسے دیکھا، مسز عابدی کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ در آئی تھی۔ اس سے پہلے کہ زاویار کچھ کہتا وہ بوا کے ہاتھ سے پلیٹ لیتی لیلیٰ سے بولی۔

"کوئی بات نہیں...... یہ مادی تحفے مجھے پسند بھی نہیں، میرے لیے تو یہ گھر، گھر کے افراد اور آپ سب کا ساتھ ہی سب سے بڑا تحفہ ہے۔" قدرے نرمی سے اس نے کہا۔

"ہنہ گھر...... گھر کے افراد...... سنو لڑکی اس گھر پر قبضہ کرنے کا خواب کبھی بھولنے سے بھی مت دیکھنا...... جو تمہاری حیثیت ہے وہ میں خوب جانتی ہوں اور تم سے بات کرنا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں مگر یہ بھی بتانا میرا فرض ہے کہ اپنی حد میں رہو، اپنی باتوں سے مجھے رام کرنے کی کوشش مت کرو۔" اس کی بات نے مسز عابدی کو بھڑکا دیا تھا، غصے سے اسے تنبیہہ کرتی ہوئی وہ وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔ زاویار نے عجیب نظروں سے زمر کو دیکھا جو ساکت بیٹھی تھی۔

"اس عورت کو کوئی نہیں سمجھا سکتا، آج تک اسے میں نہ سمجھا سکا...... تمہیں کچھ دن لگیں گے...... امید ہے کہ تمہاری محبت اور اعتماد ایک نہ ایک دن اس کا دل جیت لیں گے۔" عابد صاحب ناشتہ کرکے اٹھے تو سر پر تسلی بھرا ہاتھ رکھ کر بولے، اس نے جواب میں اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

باپ کے جاتے ہی زاویار نے قصداً اسے نظر انداز کیا اور خاموشی سے کرسی کھسکا کر چلا گیا، لیلیٰ کو اس کا انداز ایک آنکھ نہ بھایا...... زمر کیا کرتی دو دو محاذوں پر اسے تنہا لڑنا تھا۔

"ماما ہمیشہ ایسے ہی رہیں گی اور یہ زاویار بھائی...... ان کی تو میں خبر لوں گی، تم بس اپنا دل چھوٹا مت کرنا، برداشت اور صبر سے کام لینا، دیکھنا تم نیشا کا بھوت کیسے ان دونوں کے سروں سے غائب ہوتا ہے۔"

"مجھے کوئی فکر نہیں...... تم ہوناں میرے ساتھ اور سب سے بڑھ کر میرا رب۔" اس نے نرمی سے جواب دیا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

نیشا اور زاویار کافی شاپ میں بیٹھے تھے...... یہ زاویار کی محبت ہی تھی کہ نیشا کو اس نے راضی کرلیا تھا اور ملنے پر بھی تیار کرلیا تھا۔ ممی نے بھی اسے سمجھایا تھا زاویار اور مسز عابدی جیسا دولت مند گھرانہ یوں آسانی سے کیسے چھوڑا جاسکتا تھا۔ سو وہ چلی آئی تھی۔

"میں نے شادی مجبوری میں کی ہے...... میری اصل محبت صرف تم ہو، تمہیں میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا میں، زمر کو سب بتا چکا ہوں...... امید ہے وہ مان جائے گی۔ اس کی خاموشی میں ہی اس کی ہاں چھپی ہے اور اس کی بہتری بھی یہی ہے کہ وہ تمہیں قبول کرلے کیونکہ اس کے پاس دوسرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے زاویار محبت اپنی جگہ مگر مجھے سیکورٹی بھی چاہیے۔ تم وعدہ کرو کہ شادی کے بعد اپنے حصے کی پراپرٹی تم میرے نام کردو گے...... آخر کو میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں، تمہارے خواب دیکھتی ہوں...... تم آنٹی انکل سے بات کرو، اگر وہ مان جاتے ہیں تو ہم کل ہی شادی کرلیں گے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" چالاکی سے بولتی نیشا کو زاویار نے پہلے کچھ عجیب سا کی نظروں سے دیکھا پھر اس کا تھام کر بولا۔

"میں بات کروں گا...... فی الحال تھوڑا سا وقت دو اس شادی نے مجھے ذہنی طور پر الجھا دیا ہے، کچھ سنبھلنے دو مجھے پھر دیکھنا وقت اور حالات کیسے میں اپنے اور تمہارے لیے ہر راہ ہموار کرلیتا ہوں۔" وہ محبت کرتا تھا اس سے اور اس ظالم جذبے کے آگے دنیا کی ہر خواہش ہیچ تھی، چاہتا تو ساری دولت نیشا پر لٹا دیتا...... نرمی اور اپنائیت بھرے انداز میں وہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اوہ رئیلی...... میں انتظار کروں گی مگر زیادہ نہیں۔" اپنا ہاتھ چھڑا کر جھٹکے سے بالوں کو پیچھے کیا، انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی اور پھر کافی پینے لگی۔ ایک ٹھنڈی سانس زاویار کے سینے سے خارج ہوئی، اس کی انہی اداؤں پر تو وہ فدا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

زاویار کی لاتعلقی حد سے بڑھنے لگی تھی۔ بات کرنا تو دور کی بات اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا اور یہ بات وہ شدت سے محسوس کررہی تھی۔

"نہیں...... نہیں...... مجھے اپنا مقام اس گھر میں خود بنانا ہے، شوہر اور ساس کا دل جیتنا ہے۔" یہی مثبت سوچ تھی جو

pklibrary.com

زمر ایک نئے ارادے اور جذبے سے آگے بڑھی...... اب اس نے ملازمت بھی شروع کردی تھی، زاویار کے سارے کام بھی بوا سے پوچھ کر خود کرنا شروع کردیئے تھے۔ انکل اور لیلیٰ سے بھی اچھی بات چیت اور گپ شپ ہوجاتی تھی، زاویار کبھی کبھی اسے یوں اپنے کام کرتے دیکھتا تو منع کردیتا، کبھی چپ چاپ اسے دیکھتا رہتا، زاویار کو کافی پسند تھی ایک دن اسے بنا کر تھمائی تو وہ حیران ہوا۔

''کافی اور تم......!'' یعنی وہ اس کے خیال میں اتنی نالائق اور پھوہڑ تھی کہ کافی بھی نہیں بنا سکتی تھی۔ مسز عابدی کا رویہ سمجھ سے بالاتر تھا، دن بھر مصروف رہتیں، گھر آتیں تو لیلیٰ پر شروع ہوجاتیں، علی سے اس کی دوستی پر اعتراض اٹھایا ایک دن زبردستی زمر نے ان کو چائے بنا کر دی تو پینے کی بجائے کچن میں آ کر نہ صرف سنک میں انڈیل دی بلکہ بوا کو بھی ناحق ڈانٹا اور اس پر الزام بھی لگایا کہ پتا نہیں کیا ملایا ہو چائے میں...... زمر دکھ کی کیفیت میں گھر گئی۔ اسے علی سے لیلیٰ کے تعلقات اور محبت کا بھی اندازہ ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

''اچھا تو تم ہو زمر؟ کوئی نہ کوئی شیطانی جال بن کر تم اس گھر میں آ تو گئی ہو مگر یاد رکھنا زاویار کے دل پر میں ہی حکمرانی کرتی ہوں...... یونو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اور عنقریب شادی بھی کرے گا پھر تم خود ہی اس گھر اور اس کے دل میں اپنی اہمیت کا اندازہ لگالینا۔'' اخروٹی بالوں کو ایک ادا سے پیچھے کرتے ہوئے نیشا نے انتہائی نفرت سے چائے سرو کرتی زمر سے کہا، مسز عابدی نے بطور خاص اسے بلایا تھا۔ وہ بھی اس کی بات سن کر مسکرادیں۔ اس وقت وہ تینوں لاؤنج میں موجود تھیں۔

''ٹھیک کہا آپ نے، محبت تو زاویار آپ سے کرتے ہیں، مگر میرا ان سے شرعی رشتہ ہے، میں ان کی بیوی ہوں...... دوست اور بیوی میں خاصا فرق ہوتا ہے۔'' زمر بالکل بھی نہیں گھبرائی، اپنے ازلی اعتماد سے جواب دیا، مسز عابدی کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔ نیشا نے پہلو بدلا اور خاموش ہی رہی...... زمر صوفے پر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور اعتماد نے نیشا کو اندر تک جلا کر راکھ کردیا تھا، اتنے میں لیلیٰ، زاویار اور علی بھی لاؤنج میں داخل ہوئے۔

''واہ بھئی...... آج تو یہاں بڑے بڑے بلکہ بہت ہی بڑے مہمان آئے ہوئے ہیں، کیسی ہو نیشا تم؟'' لیلیٰ نے نیشا کو مخاطب کیا اور ساتھ طنز کے تیر چلانے سے بھی باز نہ آئی۔

''فائن...... میں آنٹی کے کہنے پر زاویار سے ملنے آئی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ زاویار اسے دیکھ کر مسکرایا، آنکھوں میں الوہی سی چمک در آئی تھی۔

''ہاں بھئی...... اب تو آپ کو یوں کہنا چاہیے کہ زاویار اور مسز زاویار سے ملنے آئی ہیں۔'' علی نے سینڈوچ اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے اچانک کہا تو نیشا غصے سے بولی۔

''تم تو چپ ہی رہو...... تم دونوں تو ویسے بھی جلتے ہو میری اور زاویار کی دوستی سے۔'' اس کی بات سن کر لیلیٰ نے علی کو دیکھا۔ علی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''میں خوش ہوں کہ تم ملنے آئی ہو...... ایک رونق سی ہوگئی ہے گھر میں تمہارے آنے سے۔'' زاویار نے خاموش بیٹھی زمر کو نظر انداز کرتے ہوئے نیشا کے پاس بیٹھے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا...... زمر نے زاویار کو دیکھا آنکھوں میں آئی نمی کو چھپایا اور اٹھ کر باہر چلی گئی۔ علی اور لیلیٰ نے اس کو باہر جاتے دیکھا۔

''تم اسے کہیں باہر لے جاؤ...... دونوں کہیں گھوم پھر آؤ۔'' مسز عابدی خوش ہوکر بولیں۔ ایک ادا سے نیشا اپنی جگہ سے اٹھی اور زاویار بھی اس کی تائید کرتا اٹھا۔ اب لاؤنج میں وہ تینوں ہی رہ گئے۔

''ویسے ماما عجیب بات ہے گھومنے پھرنے کے لیے آپ کو زمر کو کہنا چاہیے نہ کہ اس چڑیل کو جو ایویں بھائی کے سر پر سوار ہے۔'' لیلیٰ بولی۔

''تم تو چپ ہی رہو...... جو کچھ میں کررہی ہوں، اس کے بھلے کے لیے ہی ہے۔'' مسز عابدی فوراً بولیں اور وہاں سے چلی گئیں۔

''کیا ہوگا علی، ماما زمر کو اپنانے کے لیے تیار نہیں......

pklibrary.com

زاویار کا مزاج بھی عجیب سا ہے، مجھے تو لگتا ہے تمہاری اور میری نیا بھی پار نہیں لگنے والی۔" لیلیٰ نے کافی پیتے ہوئے علی سے کہا۔

"زمر اچھی لڑکی ہے بلکہ یوں کہو بہت مخلص ہے، تمہاری فیملی کے ساتھ..... تم فکر مت کرو زاویار کو میں سمجھاؤں گا، بس تم اپنی ماما کی برین واشنگ کرو۔" علی نے تسلی دی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

"ماما نیشا مجھ سے پراپرٹی میں میرا حصہ اپنے نام کرنے کا کہہ رہی ہے۔ وہ اسی شرط پر مجھ سے شادی کرے گی۔" مسز عابدی کو جب زاویار نے یہ بات بتائی تو وہ ہکا بکا رہ گئیں۔

"کیا.....! یہ سب مسز راحیل کی پڑھائی ہوئی پٹیاں ہیں..... مگر تم فکر نہ کرو نیشا ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے ان کا سارا بزنس اور پراپرٹی سب اسی کا ہے، ویسے بھی اگر تم اسے اپنے حصے سے کچھ دے بھی دو گے تو ہمیں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا، آخر کو کل سب کچھ تمہارا ہی ہونا ہے۔ جو اس کا ہے وہ تمہارا ہے اور تم مجھے جانتے تو ہو۔ تم بس اسے کسی طرح یقین دلا دو کہ شادی کے بعد تم اپنا حصہ اس کے نام کر دو گے۔ شادی ہو جائے ایک بار اسے میں خود ہینڈل کر لوں گی، ویسے بھی اس زمر سے تو تمہیں کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔" مسز عابدی نے برا سا منہ بنایا، زمر کا ذکر آتے ہی ان کے منہ میں کڑواہٹ گھل جاتی۔

"آپ زمر کو اس معاملے سے الگ رکھیں، میں اسے سب بتا چکا ہوں۔" زاویار نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"ویسے ایک اور کام ہے جو آپ کو کرنا ہے بابا کو اس کے لیے راضی کرنا ہوگا۔ جب بھی میں نیشا کا ذکر کرتا ہوں وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم نیشا کو قائل کرو میں عابد کو راضی کرتی ہوں۔" مسز عابدی بولیں۔ دونوں باتیں کر رہے تھے اور دروازے کی اوٹ سے سنتی زمر یک دم ساکت رہ گئی تھی۔

اگلے کچھ دنوں تک زمر بالکل خاموش رہی، جاب اور گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ وہ جب بھی کمرے میں زاویار کے ساتھ ہوتی خود کو کسی کام میں مصروف کر لیتی تھی۔ زاویار کا یہ لاتعلق انداز اور یوں نیشا سے شادی کی بات اسے باور کراتی تھی کہ زاویار کو اس کی کوئی پرواہ نہیں مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو زاویار کی محبت میں مبتلا تھا، جی چاہتا اس سے بات کرے، اسے سب بتا دے مگر شرم آڑے آ جاتی تو..... لیلیٰ نے بھی پوچھا مگر جواب ندارد۔ یونہی ایک دن سب کاموں سے فارغ ہو کر جب وہ لیلیٰ کے کمرے میں آئی تو وہ مجسمہ تیار کر رہی تھی..... آہستگی سے چلتی ہوئی زمر مجسمے کے پاس آئی اور لہجے میں نمی لیے بولی۔

"لیلیٰ تم کتنے پیارے مجسمے بناتی ہو..... تم انہیں دیکھتی ہو خود پر فخر محسوس کرتی ہو..... کیا تم کوئی ایسا آئینہ بنا سکتی ہو جو میرے دل کے زخم زاویار کو دکھا سکے، ایک ایسا آئینہ جو زاویار کو میرے دل کی دنیا دکھائے۔ میری محبت کے راز اس پر کھولے..... زاویار میری محبت کو اپنے دل میں محسوس کرلے اور مجھے قبول کر لے، مجھے اپنا لے تاکہ مجھے خود اور اپنی محبت پر فخر محسوس ہو۔" وہ مجسمے پر مسلسل انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر وہ آئینہ میں نہیں بنا سکتی صرف تم اسے اپنا دل دکھا سکتی ہو، اپنی محبت کو بیان کرو، الفاظ کا روپ دو، اس سے محبت کا اظہار کرو، اظہار نہ ہو تو محبت بے جان ہو جاتی ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، تمہارا رشتہ ان سے خالص ہے اور اس رشتے میں چھپی محبت ان کے دل میں تمہارے لیے جگہ بنانے پر ان کو مجبور کر دے گی۔ پلیز چپ مت رہو۔" لیلیٰ اسے عجیب راز سے آشنا کر رہی تھی اور وہ محویت سے سن رہی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

کمرے میں موجود گھٹنوں میں اپنا سر دیئے زمر کو جب زاویار نے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ وہ اس کے قریب آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا..... تم ایسے کیوں بیٹھی ہو، اوہ کیا تم رو رہی ہو؟" فکر مندی سے اس نے اس کا سر اوپر اٹھایا۔ زاویار اس کی سوجی ہوئی آنکھیں، سرخ ہوتی ناک کسی دکھ کی کیفیت کی

pklibrary.com

نشانہ ہی کر رہی تھیں، اس کو دیکھ کر وہ سنبھل گئی۔ وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک بات پوچھوں...... کیا آپ اپنی محبت کو کسی کے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں؟"

"یہ کیسا سوال ہے اور ہوا کیا ہے تمہیں کیا ماما نے کچھ کہا؟" الٹا زاویار نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں ناں...... نہیں کر سکتے، آپ نیشا کو کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح میں بھی...... میں بھی آپ کو اس کا ہوتے نہیں دیکھ سکتی، محبت کرتی ہوں آپ سے...... یہ محبت اب نہیں ہوئی یہ اسی وقت دل میں سما گئی تھی جب آپ کا ناطہ مجھ سے جڑ گیا تھا۔ میں اب تک اسی محبت کے حصار میں ہوں، اس سے نہیں نکل پائی اور نہ ہی نکلنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ دوسری شادی کے لیے مجبور ہیں تو میں بھی مجبور ہوں۔ آپ کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا تو دور کی بات سوچنا بھی میرے لیے سوہان روح ہے...... کیا آپ کو کبھی بھی میری آنکھوں میں محبت کی سچائی نہیں نظر آئی؟" اس کے ہاتھ بے ساختہ تھامتے نم لہجے سے زمر نے کہا۔ اس کی حالت کا اثر تھا یا اس سے اس رشتے کا کہ زاویار کی کیفیت لمحہ بھر کو کچھ خاص ہوئی ایک عجیب سا گداز اور محبت کا احساس اس کی آنکھوں میں جاگا۔ اس کے نرم ہاتھوں کا لمس اس کے دل کو چھو سا گیا مگر پھر اگلے ہی لمحے اس نے زمر سے نظریں چرا کر اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔

"یہ کتابی باتیں مجھے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"چلیں یہ سب کتابی باتیں اور لفاظی ہے، آپ کے نزدیک مگر ہمارا رشتہ...... وہ کیا ہے؟" زمر نے غصے سے پوچھا۔

"تم میری ذمہ داری ہو اور رہو گی میں تمہیں نہیں چھوڑ رہا۔" رخ پھیرے زاویار نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ شادی کر لیں، آپ مجھے خود سے محبت کرنے سے روک نہیں پائیں گے۔ میرا رب گواہ ہے کہ میں نے آپ کو ہی چاہا ہے اور زندگی کے آخری دم تک چاہوں گی۔ مجھ سے آئندہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" زمر جانتی تھی کہ محبت چھین کر حاصل نہیں کی جا سکتی اور اس سے بڑھ کر وہ اپنی محبت کی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ وہاں سے نکل گئی مگر زاویار کے دل میں عجیب سی کیفیت جگا گئی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو...... اتنا ظالم اور سنگ دل تو کبھی نہیں رہا تھا اور اس لڑکی سے تو اس کا رشتہ ہی ایسا تھا مگر نیشا سے تعلق اور بے انتہا محبت تھی جو اسے اب یہ سب کہنے پر مجبور کر گئی...... وہ ایک سرد سانس خارج کر کے صوفے پر بیٹھ گیا اور بار بار وہ روئی آنکھیں اس کا پیچھا کرتی رہی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

"زمر بھابی گھر پر نہیں ہیں کیا؟ ویسے کافی بہت اچھی بناتی ہیں وہ اور لیلیٰ بھی نظر نہیں آ رہی۔" علی نے دانستہ زاویار کے سامنے زمر کا نام لیا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا، اس وقت وہ عابد صاحب اور زاویار کو اپنے نئے پروجیکٹ کی خوش خبری سنانے آیا تھا۔

زاویار پوری رات سو نہیں سکا تھا، بار بار وہ روتی آنکھیں اس کے سامنے آ جاتیں، کچھ کہتی ہوئیں، کچھ بولتی نگاہوں نے اس کی نیند چھین لی تھی، وہ کیا کرنے جا رہا ہے، کیا اس معصوم لڑکی کے جذبات کا خون کر دے اور اپنی خواہش پوری کر کے نیشا کا ہاتھ تھام لے، اسی سوچ نے ساری رات اسے سونے نہ دیا، صبح آفس بھی نہ جا سکا، زمر اس کے بعد کمرے میں نہ آئی، کچھ پتا نہ تھا کہ اس کا کیا حال تھا، اس نے کہاں ساری رات گزاری...... وہ لیلیٰ کی ساتھ تھی اسے سب بتا دیا تھا...... لیلیٰ نے اسے جاب کے بعد شاپنگ پر چلنے کا کہا، وہ راضی ہو گئی۔

دونوں گھر پر نہیں تھیں، مسز عابدی بوتیک پر جانے کی تیاری کر رہی تھیں، انہیں علی کی آمد کی خبر نہ تھی۔

"دونوں شاپنگ پر گئی ہوئی ہیں ویسے تم نے بہت اچھی طرح اپنا بزنس سیٹ کر لیا ہے۔ علی تم ایک اچھے آرکیٹیکٹ ہو، امید ہے، بہت ترقی کرو گے...... لیلیٰ نے مجھ سے تمہاری اور اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے، میں تو راضی ہوں، میں حسب و نسب سے زیادہ رشتوں اور محبت کو اہمیت دیتا ہوں، تم جانتے

pklibrary.com

تو ہوا گر زاویار اور اس کی ماں یہ نینشا سے شادی والا کھڑاک بند کردیں تو میں جلد از جلد لیلیٰ کی تمہارے ساتھ شادی کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں۔'' زاویار پر ایک کٹیلی نظر ڈال کر عابد صاحب علی سے مخاطب ہوئے۔

''انکل یہ تو خوش قسمتی ہے...... مجھے آپ سے زیادہ اچھا خاندان جو کہ دوستی میں اعلیٰ مثال رکھتا ہے نہیں مل سکتا۔'' علی خوش ہوکر بولا، زاویار خاموش بیٹھا رہا، عابد صاحب کی کال آئی تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔

''تم آج گھر پر ہو آفس نہیں گئے اور یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں، کیا نینشا سے ملاقات نہیں ہوئی یا زمر بھابی کے ہاتھ کی کافی آج نہیں ملی؟'' علی نے زاویار سے پوچھا۔

''بس کرو یار...... طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے میری...... ایک اہم میٹنگ ہے ابھی اور ماما کو بوتیک بھی چھوڑنا ہے اور ویسے نینشا کا ذکر آتے ہی تم کیوں اتنا عجیب بے ہیو کرنے لگتے ہو؟ اور جہاں تک کافی کا سوال ہے مجھے تو زمر کی کافی کی عادت ہوگئی ہے مگر تم کیوں بار بار زمر کا نام لے رہے ہو؟'' زاویار نے ڈھیروں سوال کیے۔

''دتمہیں جلن ہورہی ہے ناں؟ ہونی بھی چاہیے وہ آپ جناب کی زوجہ محترمہ ہیں، تب ہی...... ہے ناں؟'' علی شوخی سے بولا۔

''پتا نہیں...... شاید نہیں جانتا کہ کیا محسوس کررہا ہوں...... تم اپنے کام پر دھیان دو۔'' زاویار نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا، وہ روئی آنکھیں سامنے آگئیں جنہوں نے اس کا چین چھین لیا تھا۔ یہ کیسا جذبہ تھا جو اس کے لیے اکتاہٹ کا باعث بن گیا تھا۔ علی خاموش ہی رہا، زمر اور لیلیٰ شاپنگ بیگز اٹھائے اندر داخل ہوئیں، مسز عابدی تیار ہوکر لاؤنج میں آئیں۔

''جلدی کرو میٹنگ ہے تمہاری اور مجھے بوتیک کا کام ہے۔ اپنی حالت دیکھو...... جلدی سے تیار ہوکر آؤ میں گاڑی میں ہوں۔'' زاویار کو دیکھتے ہی وہ محبت سے بولیں۔ زاویار ان کی بات سن کر لاؤنج سے نکل گیا۔ زمر نے اس کو جاتے دیکھا تھا۔

✿......✿......✿......✿

مسز عابدی گاڑی میں بیٹھے زاویار کو مسز راحیل اور نینشا کے بارے میں پتا نہیں کیا بتارہی تھیں، نینشا بھی عجیب سا رویہ اختیار کیے ہوئے تھی، مسلسل ایک ہی رٹ تھی اس کی کہ اپنا حصہ میرے نام کرواور اب تو وہ زاویار سے نہ مل رہی تھی اور نہ ہی کال اٹینڈ کررہی تھی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے مسلسل دو روئی آنکھیں اس کے سامنے تھیں۔ وہ کچھ بھی نہیں سن رہا تھا۔ ماں مسلسل بول رہی تھیں جب اس کا توازن گاڑی پر بگڑا اور سامنے آتے ٹرک سے گاڑی ٹکرا کر فضا میں بلند ہوگئی...... ماں اور اسے اب بالکل بھی ہوش نہ رہا تھا۔

✿......✿......✿......✿

ہسپتال کی بیڈ پر بے سدھ پڑے وجود میں جونہی تھوڑی سی حرکت پیدا ہوئی۔ زمر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

زاویار کو کافی چوٹیں آئی تھیں ایک ٹانگ کی چوٹ زیادہ تھی اور دوسری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی...... مسز عابدی کو فی الحال ہوش نہیں آرہا تھا، لیلیٰ اور عابد صاحب جیسے سکتے میں تھے، ایک علی ہی تھا جو ان کو سہارا دے رہا تھا، زمر نے رو رو کر برا حال کرلیا تھا مگر صد شکر کہ زاویار کو ہوش آ گیا تھا۔ یہ آخری سہارا بھی اس سے چھن جاتا تو اس کا کیا ہوتا، یہ ہی ایک سوچ زمر کو دہلانے کو کافی تھی، مسز عابدی کے لیے سب دعا کررہے تھے۔ صدقے دیئے جارہے تھے کہ دونوں ماں بیٹا سلامت رہیں۔

بالآخر ڈاکٹروں کی کوشش اور سب کی دعاؤں سے مسز عابدی کو ہوش آ گیا تھا پر وہ خاموش تھیں۔ غالباً ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ وہ پکارنے پر بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں کررہی تھیں۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ وہ صدمے ہیں۔ آہستہ آہستہ بہتر ہوجائیں گی۔ یہ عرصہ سب کے لیے خاص طور پر زمر اور لیلیٰ کے لیے بہت مصروف رہا تھا۔ زمر نے اسکول سے چھٹیاں لے لی تھیں، لیلیٰ نے بھی اپنا سب کام چھوڑ کر ماں کو دیکھنا شروع کردیا تھا، ہسپتال سے

چھٹی کے بعد دونوں گھر آ گئے تھے۔ مسز عابدی تو چل پھر بھی نہیں سکتی تھیں۔ ان کو مہروں کا مسئلہ ہو گیا تھا، سہارا دے کر اٹھایا جاتا، زمران کو سوپ، دلیہ کھلانے کی کوشش کرتی مگر وہ رونے لگ جاتیں، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوبارہ لیٹ جاتیں، مسز راحیل نیشا اور ان کی باقی کولیگز ان کو دیکھنے آتی رہیں مگر وہ خاموشی سے بس ان کو سنتی رہتیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر عابد صاحب دکھی ہو جاتے...... ان سے باتیں کرتے مگر وہ غصہ کرتی مسز عابدی اب جیسے بالکل ہی خاموش ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

زاویار کا حال بھی ماں سے الگ نہ تھا، اندرونی چوٹیں ٹھیک تو ہو گئیں مگر فریکچر کے باعث ابھی وہیل چیئر پر ہی تھا، زمر اپنے محاذ پر ڈٹی ہوئی تھی اس نے دونوں ماں بیٹے کی تیمار داری اور خدمت کا بیڑہ اٹھا لیا تھا، لیلیٰ ماں کی بوتیک سنبھال رہی تھی اور علی نے اس موقع پر شہریار سے بڑھ کر بیٹے ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ عابد صاحب کے ساتھ مل کر بزنس کو سنبھالا نہ صرف اپنا کام دیکھا بلکہ بزنس میں ہونے والی ڈاؤن سائزنگ کا حل بھی نکالا۔ ایک دن زمر مسز عابدی کو سوپ پلا کر جب زاویار کو کچھ کھلانے کے ارادے سے کمرے میں آئی تو دیکھا کہ زاویار وہیل چیئر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا...... اسی کوشش میں وہ گرنے ہی والا تھا کہ زمر نے اسے تھام لیا۔

''چھوڑ دو مجھے...... میں مرنا چاہتا ہوں...... اس معذوری کی زندگی سے مر جانا ہی بہتر ہے۔'' اس نے غصے سے کہا آواز بھرا گئی تھی۔ زمر نے سوپ کا پیالہ میز پر رکھا اور اس کے آنسو صاف کیے۔

''آپ معذور نہیں ہیں ڈاکٹرز پر امید ہیں، آپ بہت جلد اپنے پیروں پر چل سکیں گے اور آپ ایسی باتیں مت کریں، میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ میری محبت ہیں، میرا سب کچھ آپ ہیں، رب تعالیٰ کا کتنا شکر ادا کرتی ہوں کہ آپ اور ماما دونوں سلامت ہیں...... فریکچر ہی ہے ناں بس تھوڑا سا مسئلہ ہے جلد ہی تھراپی سے آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔'' اس نے زاویار کے ہاتھ چومتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''میں تمہارا مجرم ہوں، زمر تمہیں عزت کی زندگی، محبت اور وہ حیثیت نہ دے سکا جس کی تم حق دار تھیں...... تم عظیم ہو، تم نے اپنی محبت کا حق ادا کر دیا اور میں اس کرسی پر بیٹھا ایک معذور شخص اب تک تہی داماں ہوں، مجھے معاف کر دو۔'' وہ پھر بچوں کی طرح رونے لگا۔ اس سے پہلے کہ زمر اسے تسلی دیتی لیلیٰ اور نیشا کمرے میں داخل ہوئیں۔

''بھائی...... یہ نشی آپ سے کچھ کہنے آئی ہے...... مجھے یقین تھا کہ آپ اور ماما کی یہ حالت دیکھ کر نشی اور اس کی لالچی ماں کا ردعمل یہی ہوگا۔'' اس نے تنفر سے نشی کی طرف دیکھ کر کہا اور زمر کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود چلی گئی۔

''زاویار مجھے تمہاری حالت پر افسوس ہے تم تو اس قابل بھی نہیں رہے کہ اپنے وجود کو سہارا دے سکو یا خود پاؤں پر کھڑے ہو کر چل سکو...... تم میرا کتنا ساتھ دو گے اور ویسے بھی میں کب تک ایک معذور انسان کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتی رہوں، ویسے بھی وقت اور حالات اب وہ نہیں رہے کہ میں تمہارا انتظار کروں...... ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔'' ترحم آمیز نگاہوں سے زاویار کو دیکھتے ہوئے نیشا نے کہا۔

''تمہارے سہارے کی زاویار کو ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ میں ان کا سہارا ہوں، بیوی ہوں ان کی...... ان سے میرا خاص رشتہ ہے...... تم اب یہاں سے چلی جاؤ اور ہاں آئندہ زاویار کے ساتھ ہمدردی کرنے یا ان کو خدانخواستہ معذور کہنے کی جرأت مت کرنا، ورنہ تم نے میرا غصہ ابھی دیکھا نہیں ہے۔'' اس سے پہلے کہ زاویار کچھ کہتا زمر نے غصے سے کہا اور وہ دھپ دھپ کرتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''محبت یوں بھی دھوکا دے سکتی ہے بیگانی اور خود غرض ہو سکتی ہے...... اپنا مفاد دیکھتے ہوئے نیشا نے یہ تک نہ سوچا کہ میں نے تو اس سے سچی محبت کرتا ہوں۔ ہمدردی کرنے کی بجائے، میرا دکھ بانٹنے کی بجائے، مجھے اور میری محبت کو

pklibrary.com

میری نظروں میں گرا گئی۔ زمر یہ سب مجھے سزا ملی ہے، میرے رب نے تمہارے ساتھ جو میرا رشتہ بنایا ہے اسے یوں اگنور کرنے کی سزا دی ہے...... میں تمہاری ہی نظروں میں گر گیا ہوں، تمہیں ٹھکرانے والا آج تمہارا ہی محتاج بن کر رہ گیا ہے زمر...... قسمت بھی کیا کیا رنگ دکھاتی ہے، میں نے جس کے ساتھ کی تمنا کی اس نے مجھے ٹھکرایا اور میں نے جسے اپنے قابل نہ سمجھا وہی میرا کل اثاثہ ثابت ہوئی، یہ میں نے کیا کیا، مجھے معاف کردو، میرے ضمیر پر پڑا بوجھ سرکا دو تب ہی میں کچھ رمق محسوس کروں گا، اپنے تن بدن میں روح کی...... خدارا مجھے معافی کی اذان دے دو اور میری ماں جس نے تمہیں حقیر اور کم تر سمجھا آج تمہاری محتاج ہے۔ اسے بھی معاف کردو زمر پلیز......" ہاتھ جوڑ کر نم لہجہ میں زاویار نے زمر سے معافی مانگی، اس نے زاویار کے ہاتھ تھامے۔

"آپ دونوں میرے لیے میری کل کائنات ہیں، آپ کی فیملی ہی میرا اثاثہ ہے۔ میں نے بھی آپ کو یا مما کو بددعا نہیں دی...... ہمیشہ آپ اور آپ کے گھر سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ سے یہ تعلق ہی میری محبت کی اصل بنیاد ہے۔ بس اب آپ جلدی سے ٹھیک ہونے کی کوشش کریں۔ آئندہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" زمر نے معافی کی اذان دے کر زاویار کو ہلکا پھلکا کردیا تھا۔

❁❁❁❁

"بیگم...... تم کیوں اتنی خاموش رہنے لگی ہو، اب تو ماشاء اللہ تم کافی بہتر ہوگئی ہو، کچھ باتیں کیا کرو زمر کے ساتھ تمہارا بیٹا گھر پر ہی ہوتا ہے شہریار فون کرتا ہے، تم کسی سے بھی بات نہیں کرتیں اور مجھے دیکھو میں تم دونوں کی حالت دیکھ کر کڑھتا رہتا ہوں، زمر تمہارا کتنا خیال رکھتی ہے۔ تمہارے دل میں جو بھی اسے بتاؤ، دل کا بوجھ کہنے سے ہلکا ہوجاتا ہے...... کب تک یوں بستر سے لگی رہوگی...... ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ تم اور زاویار اپنی ول پاور سے جلدی صحت یاب ہوسکتے ہو۔" عابد صاحب مسز عابدی کو پیار سے سمجھا رہے تھے، انہوں نے اٹھ کر بیٹھنا شروع کردیا تھا مگر ابھی بھی وہیل چیئر پر تھیں ڈاکٹر کے مطابق وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہوگئی تھیں...... یہ بات سب نے ان سے چھپائی تھی، زمر دونوں کا خیال رکھتی تھی، اس کی بھرپور کوششوں اور ڈاکٹر کی تھراپی سے زاویار چلنے لگا تھا مگر چھڑی کا سہارا لینا پڑتا، مسز عابدی کی خاموشی سے سب پریشان تھے، زاویار اور زمر ان سے بہت سی باتیں کرتے مگر وہ خاموش ہی رہتیں، زمر نے عابد صاحب سے ذکر کیا، انہوں نے پیار سے انہیں سمجھانا چاہا، جواب میں وہ کافی دیر خلاؤں میں گھورتی رہیں اور پھر نم لہجے میں بولیں۔

"عابد...... میں سب سے شرمندہ ہوں، اپنے رب سے اور آپ سب سے معافی مانگنا چاہتی ہوں، جب تک میں اپنے برے سلوک کی معافی نہیں مانگ لیتی مجھے سکون نہیں ملے گا...... میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔" انہوں نے کہا اور رونے لگیں، عابد صاحب نے سر ہلا کر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

❁❁❁❁

مسز عابدی کی بوتیک کا کام تقریباً ٹھپ ہونے کو تھا کیونکہ لیلیٰ کو اس کے بارے میں ذرا بھی معلومات نہ تھیں، ان حالات میں علی نے لین دین کا سارا کام دیکھا اور دوبارہ سے کام کو بہتر کرنے میں لیلیٰ کی مدد کی۔ لیلیٰ نے ماں کے بارے میں علی سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا اور اسے بتایا کہ وہ ان سے مل کر معافی مانگنا چاہتی ہیں، علی راضی ہوگیا تھا۔

❁❁❁❁

سب لاؤنج میں موجود تھے۔ علی بھی آگیا تھا، زاویار کی صحت بہت بہتر ہوگئی تھی اب اس نے آفس جانا بھی شروع کردیا تھا، ماں کی حالت اسے بھی پریشان کرتی تھی۔

"میں نے زندگی میں صرف اپنی من مانی کی، عابد سے شادی کے بعد، بچوں کے ساتھ میرا دھونس بھرا رویہ جاری رہا، رشتوں کو اہمیت نہ دی، ہمیشہ حسب نسب، اسٹیٹس اور پیسے کے بل بوتے پر لوگوں سے تعلقات بنائے، آج یہ روپیہ پیسہ، حسب نسب مجھے ہمیشہ کے لیے بے کار کر گیا، اس پیسے نے مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد کرنے کی بجائے مجھے ضمیر کی عدالت میں کھڑا کردیا، یہ بات بالکل درست ہے کہ دوسروں کے دامن میں کانٹے بکھیر کر اپنے لیے

pklibrary.com

خوشیوں کے پھول کیسے کھلا سکتے ہیں؟ مجھے یہ بات اب سمجھ میں آئی ہے، میں نے ہمیشہ زمر اور زاویار کے رشتے میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی، علی کو حقیر سمجھا مگر آج ان دونوں نے اپنوں سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا۔ میرے گھر کو سنبھالا اور زمر نے میری اتنی خدمت کی کہ میں ساری زندگی اس کے احسان تلے دبی رہوں گی، اللہ نے مجھے تم دونوں کا دل دکھانے کی سزا دی ہے۔ میرے رب نے مجھے یہ معذوری کی زندگی دے کر اس بچی کا محتاج کردیا ہے جسے میں نے اپنی بیٹی کیا بہو بھی تسلیم نہیں کیا اور علی تمہیں ہمیشہ برا بھلا کہا مگر تم نے میرے کاروبار کو عابد کے ساتھ مل کر جس طرح سہارا دیا ہے میں تمہارے احسان کو فراموش نہیں کرسکتی۔ میں نے اپنے رب سے معافی مانگی ہے مگر جب تک تم دونوں مجھے معاف نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا، میرے دل پر جو بوجھ ہے وہ تمہاری معافی کے اذان سے ہی کم ہوسکتا ہے۔ مجھے معاف کردو میرے بچو۔" دلگیر لہجے میں کہتی مسز عابدی نے معافی مانگی۔

"آنٹی...... ایسا مت کریں، آپ میری ماں کی طرح ہیں مجھے اپنے والدین کا علم نہیں مگر بخدا آپ کے گھرانے سے اتنی محبت اور اپنائیت ملی ہے کہ یہ اپنا گھر، آپ اور انکل والدین کی طرح ہی دکھتے ہیں اور بچوں کو اچھا نہیں لگتا کہ مائیں ان سے معافی مانگیں۔" علی نے مسز عابدی کے قدموں میں بیٹھ کر کہا۔

"مما...... میں نے بھی آپ کو ماں کا درجہ دیا ہے اور ہمیشہ دوں گی...... آپ کی خدمت کرکے میں نے کوئی احسان نہیں کیا، بس بیٹی اور بہو ہونے کا حق ادا کیا ہے، آپ شرمندہ مت ہوں پلیز۔" زمر نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھامے، انہوں نے زمر کے ہاتھوں کو چوما اور علی کو سینے سے لگا لیا...... نفرتیں اور کدورتیں ختم کرکے سب خوش تھے۔

❁......❁......❁......❁

"زمر...... تم میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو، تم نے جس طرح مشکل حالات میں میرا اور میرے گھر والوں کا ساتھ دیا ہے یوں لگتا ہے تم سے بڑھ کر میرا اور اس گھر کا ہمدرد کوئی اور نہیں ہوسکتا، یقین جانو جب سے تم سے یہ تعلق جو کہ محبت، خلوص، اعتماد اور یقین پر مبنی ہے، قائم ہوا ہے تب سے ایک عجیب سی محبت دل میں جاگ اٹھی ہے۔ تم ہی میری محبت ہو اور رہو گی، تم سے میرا اتنا گہرا رشتہ تھا میں جان ہی نہیں پایا۔ تم مجھے اور اس گھر کو چھوڑ کر کبھی مت جانا، تمہیں مجھ سے کوئی بھی شکایت ہو ضرور ضرور کہنا، کبھی دل میں مت رکھنا، تمہاری محبت نے مجھے سمجھا دیا کہ خوش نصیب وہی ہوتا ہے جو رشتوں سے جڑی محبت کو سمجھ سکے اور بدنصیب وہ شخص ہے جو رشتوں کی اس ڈور کو توڑ دے...... میں اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ رشتوں کی ڈوری کو ٹوٹنے سے نہ صرف تم نے بچایا بلکہ محبت اور چاہت سے سب رشتوں کو جوڑے رکھا...... تمہارا بہت شکریہ۔" زاویار نے زمر کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ کی اس بے لوث محبت اور ساتھ نے میرے دل میں آپ کے لیے چاہت اور بھی بڑھا دی ہے، ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گی آپ کے لیے وفادار رہوں گی بلکہ آپ کی اس محبت اور چاہت کو سود کے ساتھ لوٹاؤں گی، اس کے لیے آپ کو کچھ عرصہ انتظار کرنا ہوگا۔" زمر نے جواب میں محبت سے کہا اور آخر میں کچھ شوخی اختیار کی۔

"انتظار......! کیا مطلب؟" حیرانی سے زاویار نے پوچھا۔ جواب میں اس نے زاویار کے قریب جاکر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ زاویار یہ سن کر بے اختیار اسے گلے لگا لیا، ہر طرف پھول کھل گئے تھے۔

❁

www.naeyufaq.com

biazdill@naeyufaq.com

میمونہ رومان

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

وہ مجھ کو میری خطاؤں پر کچھ نہیں کہتا
اسے خبر ہے کہ میں آدمی کا بیٹا ہوں
چھین لیں جاگیر دل آ کر حسین ہتھیار
کردیں گھائل ٹاکیں جھومر کھنکتی چوڑیاں

مسرت شاہین...... پشاور

بیٹیاں سب کے مقدر میں کہاں ہوتی ہیں
گھر خدا کو جو پسند آئے وہاں ہوتی ہیں

دانیہ آفرین...... حیدر آباد

دنیا بھی عجیب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آتی جاتی دیکھی
جو آکے نہ جانے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکے نہ جائے وہ جوانی دیکھی

فریدہ جاوید فری یوسفزئی...... لاہور

اپنی تو محبت کی بس اک کہانی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی ہے بھرا ہوا پانی ہے
ایک پھول کتابوں میں دم توڑ چکا
کچھ یاد نہیں آتا یہ کس کی نشانی ہے

ناہید زیدی...... کراچی

یہ عجیب ہے محبت کہ زمانہ جانتا ہے
نہ میں اس کی مانتا ہوں نہ وہ میری مانتا ہے
کوئی اس سے جا کر پوچھے اسے کیا ملا بچھڑ کے
میں بھی خاک چھانتا ہوں وہ بھی خاک چھانتا ہے

نابیہ بتول...... سکھر

ہمیں یہ رنج ہے ہم گھر بنا نہیں پائے
اگرچہ عمر ہمیں ہوگئی کماتے ہوئے

نسیم صبا...... قصور

بات پر بات پھر یاد آئی
کہہ چکا اگرچہ ساری بات
ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں
اور رہ جائے ہماری بات

نازیہ شیراز...... کوہلٹ

آؤ بیٹھ کر اپنی اپنی کدورتیں دور کرلیں
شاید پھر ملیں تو وقت ایسا نہ ہو
کچھ تم بدل جاؤ گے کچھ ہم بدل جائیں گے
یہ وقت کے تقاضے ہوں گے شاید خدا کو منظور ایسا ہو

نازش اسلام...... ٹنگہ

وقت ہر درد کا مداوا ہے
یہ بھی عمر بھر نہیں رہتی
لاکھ چاہیں مگر محبت میں
زندگی عمر بھر نہیں رہتی

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

کسی کا عشق کسی کا خیال تھے ہم بھی
گئے دنوں میں بہت باکمال تھے ہم بھی
ہماری کھوج میں رہتی تھیں تتلیاں اکثر
کہ اپنے شہر کا حسن و جمال تھے ہم بھی

ثوبیہ انور...... ہارون آباد

جو غم لے کے چلا ہے اسی پہ چلتا ہے
ہوا کی ضد میں دیا اور تیز جلتا ہے

شہزادی فرخندہ...... خانیوال

محبت کی زنجیر سے ڈر لگتا ہے
کچھ اپنی تقدیر سے ڈر لگتا ہے
جو مجھے آپ سے جدا کرتی ہے
ہاتھ کی اس لکیر سے ڈر لگتا ہے

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

کہیں بے کنار سے رتجگے کسی زرنگار سے جواب دے
صحرا کیا اصول کیا زندگی مجھے کون اس کا حساب دے
جو بچا سکون تیرے واسطے پھر ہو سکے تیرے واسطے
میری دسترس میں وہ ستلے رکھ میری مٹھیں کو گلاب دے

فوزیہ چودھری...... ٹنگہ

زندگی میں یہ ہنر بھی آزمانا چاہیے
جنگ کسی اپنے سے ہو تو ہار جانا چاہیے

کلثوم نواز...... لاہور

pklibrary.com

خاموش شہر، برباد محبت اور آتش بارش
میں ویران آنگن اور ہم نشین بارش
مدہوش سارا عالم، میرے ساتھ رمضان
ہم سراپا سوز و ادا دل نشین بارش

فرخندہ حسین...... بہاولپور

چاہت کے کشکول اٹھا کر رنج و الم کے ڈھول بجا کر
در در پھرنا ٹھیک نہیں ہے سنو! محبت بھیک نہیں ہے

زہرہ جبیں...... لاہور

راہ عشق میں جو بھٹک گیا ہوگا
رو رو کے وہ تھک گیا ہوگا

علینہ باجوہ...... گجرات

نہیں ہم کو شکایت اب کسی سے
بس اپنے آپ سے ہوئے ہیں ہم
بظاہر خوش ہیں لیکن سچ بتائیں
ہم اندر سے بہت ٹوٹ ہوئے ہیں

ارم کمال...... فیصل آباد

محبت زندگی کے فیصلوں سے لڑ نہیں سکتی
کسی کو کھونا پڑتا ہے، کسی کا ہونا پڑتا ہے

ام ھانی شاھد...... ڈگری

وہ جو مرنے پر تلا ہے
اس نے جی کر بھی تو دیکھا ہوگا
ہم تو جی بھی نہیں سکے اک ساتھ
ہم کو تو ایک ساتھ مرنا تھا

حمنہ شاھد...... ڈگری

کس کی مجال ہے کہ ہم کو خریدتا
ہم خود ہی بک گئے خریدار دیکھ کر

نمرہ خالد...... جیکب آباد

بہت درد لکھتے ہو صاحب
کیا خوشیاں چھو کر بھی نہیں گزری

مریم ناز مغل...... حضرو

میرے ہمسفر میرے ہمنوا
مجھے دوست بن کے دغا نہ دے
میں درد عشق سے ہوں جاں بہ لب
مجھے جینے کی دعا نہ دے

ماہ جبین خان...... بہاولپور

مت پوچھ عالم تنہائی کا
رات کٹتی ہے تارے گن گن

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

آنکھ رو رو کے تیری راہ تکا کرتی ہے
دل تیری یاد سے مغلوب رہا کچھ دن
بارش سنگ سے پہلے یہ ذرا سوچ تو لیا ہوتا
ترا محسن ترا محبوب رہا ہے کچھ دن

حنا ایوب...... کراچی

اس کو دیکھا تو مر گیا اس پر
وہ نہ ملتا تو اور جی لیتا

مقدس نایاب...... ملتان

چہروں پہ مرنے والے
اکثر دلوں کو مار دیتے ہیں

یمنیٰ نور...... گجرات

تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر
ہماری ہر بات رد ہے حد ہے

نازش خان...... کراچی

تو محبت سے کوئی چال تو چل
ہار جانے کا حوصلہ ہے مجھے

تبسم بشیر حسین...... ٹنگہ

اتر نہیں سکا وہ میرے دل سے بہت کوششوں کے بعد بھی
وہ شخص اس قدر اترا ہے میری ذات پر

انعم آفتاب...... ڈگری، سندھ

اندر تک خالی ہوگیا ہوں
وہ اس قدر اترگیا ہے مجھ میں

نادیہ عمران...... جہلم

اس کے ساتھ جو گزری وہ زندگی تھی میری
اس کے بعد تو زندگی گزار رہی ہے مجھے

ثناء کنول...... ڈی آئی خان

میں جس طرف بھی نگاہ اٹھا کے دیکھا
یہ منظر میں اس کی محبت کے جلوے نظر آئے

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

طلعت آغاز

قورمہ

اجزاء:

مرغی	ایک کلو
لہسن (ہوائیاں کاٹ لیں)	ایک پوتھی
ٹماٹر (گول سلائس کاٹ لیں)	تین عدد
ثابت دھنیا (موٹا کوٹ لیں)	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (درمیانی)	تین عدد
ادرک (باریک کاٹ لیں)	دو انچ کا ٹکڑا
دہی (ململ کے کپڑے میں ڈال کر پانی نچوڑ لیں)	ایک کپ
ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
لونگ	چار عدد
دار چینی	تین اسٹک
چھوٹی الائچی	چھ عدد
بڑی الائچی	تین عدد
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
سیاہ مرچیں (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
جائفل پاؤڈر	ایک چٹکی
جاوتری پاؤڈر	ایک چٹکی
کڑھی پتے	تین عدد
تیل	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	تین عدد

ترکیب:
سب سے پہلے تیل گرم کریں اور مرغی میں ہلکا نمک لگا کر تل لیں۔ اب اس تیل میں ثابت گرم مسالا لونگ، دار چینی، چھوٹی الائچی، بڑی الائچی، زیرہ، سیاہ مرچیں، جائفل پاؤڈر، جاوتری پاؤڈر اور کڑی پتے ڈال کر تل لیں۔ اس کے بعد اس میں پیاز ڈال کر گلابی کر لیں۔ اس میں لہسن اور ادرک ڈال کر چمچ چلائیں، ہلکا گلابی ہو جائے تو ٹماٹر ڈال دیں۔ ساتھ ہی نمک، لال مرچ پاؤڈر اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں۔ اب تلا ہوا گوشت دوبارہ ڈال کر اس مسالے میں بھونیں (چاہیں تو پانی کا چھینٹا بھی دیں) اب دہی بھی شامل کر لیں اور اچھی طرح بھونیں جب لگے کہ گوشت مسالے میں اچھی طرح بھن گیا ہے تو کٹا ہوا دھنیا بھی شامل کر دیں اور ساتھ میں دو کپ پانی ملا دیں تاکہ حسب ضرورت گریوی رہ جائے۔ قورمہ تیار ہو جائے تو دھنیا اور ہری مرچوں سے گارنش کریں۔ چاہے تو گارنشنگ میں ہلکا سا کریم کا چمچ بھی دے سکتے ہیں۔ پراٹھوں یا روغنی نان اور رائتے کے ساتھ سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

فروٹ سویاں

اجزاء

رنگین سویاں	آدھا کلو
دودھ	ایک لیٹر
چینی	250 گرام
کیلا، چیکو (کیوبز میں کٹے ہوئے)	آدھا کلو
اخروٹ	50 گرام
بادام (کٹے ہوئے)	50 گرام
آم (کیوبز کٹے ہوئے)	آدھا کلو

ترکیب:
دودھ کو چینی کے ساتھ پانچ منٹ ابالیں۔ ابلتے ہوئے دودھ میں رنگین خوش بودار سویاں ڈال دیں۔ دس منٹ تک بادام اور اخروٹ ڈال کر پکائیں۔ چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ پھر کٹے ہوئے بادام، کیلے، چیکو اس میں ڈال کر مکس کر لیں۔ دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ فروٹ سویوں کو ٹھنڈا ٹھنڈا پیش کریں۔

شہزادی فرخندہ...... خانیوال

مچھلی

اجزاء:

مچھلی کے فلے (کوئی بھی لے لیں)	ڈیڑھ کلو
بڑی الائچی (پسی ہوئی)	ایک عدد
بھنا سفید زیرہ	ڈیڑھ چائے کا چمچ

pklibrary.com

پسی ہوئی سونف	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسی ہوئی مرچ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسا ہوا دھنیا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
انار دانہ (پیس لیں)	دو چمچ
املی کا گودا	تین کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا)	تین چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تین کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

ٹیشو پیپر سے مچھلی کے ٹکڑے کو خشک کر لیں۔ ایک پیالے میں نمک، لال مرچ، دھنیا، زیرہ، سونف، الائچی اور انار دانہ ملا لیں۔ اس مسالے کو مچھلی پر اچھی طرح سے لگا لیں۔ فرائنگ پین گرم کر کے مسالا لگے مچھلی کے ٹکڑے رکھیں اس کے اوپر ڈیڑھ چائے کا چمچ املی کا گودا اور ڈیڑھ کھانے کا چمچ گرم تیل ڈالیں۔ پانچ منٹ مچھلی کے ٹکڑوں کو پلٹ کر باقی املی کا گودا اور باقی تیل ڈالیں اور دوسری جانب سے پانچ منٹ پکانے کے بعد ڈش میں نکال لیں مزے دار مچھلی کو ہرے دھنیے سے سجا کر پیش کریں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

عظمیٰ فرید......ڈی آئی خان

اسپگھٹی سی فوڈ کے ساتھ

اجزاء:۔

مچھلی	آدھا کپ
جھینگے (پکے ہوئے)	آدھا کپ
زیتون کا تیل	تین چائے کے چمچے
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر کا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
سلاد کا پتہ	ایک عدد
لیموں کا رس	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	ایک چائے کا چمچ
مکھن	دو چائے کے چمچے
نمک اور کالی مرچ	حسب ذائقہ
پودینہ (سوکھا)	ایک چائے کا چمچ
اسپگھٹی	دو کپ (ابال لیں)
شکر	دو چائے کے چمچے

ترکیب:۔

ایک برتن میں تیل گرم کریں۔ اس میں لہسن اور پیاز ڈال لیں چھ سے سات منٹ تک پکائیں یہاں تک کہ پیاز نرم ہو جائے۔ مچھلی، جھینگے، ٹماٹر کا پیسٹ، لیموں کا رس، سرکہ، نمک، شکر اور سیاہ مرچ کو پیاز میں شامل کر لیں اور پانچ منٹ تک پکائیں۔ اس کے بعد ابلی ہوئی اسپگھٹی میں مکھن شامل کر دیں۔ چکن، نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ چھڑک دیں۔ اسپگھٹی کو ایک کھلے منہ کے برتن یا پیالے میں نکال لیں ساتھ ہی مچھلی اور جھینگے ڈال کر پودینہ چھڑک دیں اور سرو کریں۔

طلعت نظامی......کراچی

دال گوشت

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	سات سو پچاس گرام
مونگ کی دال	ایک سو گرام
مسور کی دال	ایک سو گرام
چنے کی دال	دو سو گرام
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
تیل	تین چوتھائی کپ
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
نمک	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
دھنیا (پسا اور بھنا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
زیرہ (پسا اور بھنا ہوا)	تین کھانے کے چمچ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹر (بلینڈ کیے ہوئے)	سات سو پچاس گرام
ہری مرچ (ثابت)	آٹھ عدد
لیموں والا نمک	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا کٹا ہوا	گارنش کے لیے
بگھار کے لیے	
گھی	ایک چوتھائی کپ
لال مرچ چھ سے (گول)	آٹھ عدد
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کڑی پتے	بیس عدد

pklibrary.com

ترکیب:۔
مونگ کی دال، مسور کی دال اور چنے کی دال کو بھگو کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب دالوں کو پیاز کے ساتھ ابال لیں، یہاں تک کہ وہ گل جائیں پھر انہیں ایک طرف رکھ دیں۔ تین چوتھائی کپ تیل گرم کر کے اس میں مکس ثابت گرم مسالہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، نمک، پسی لال مرچ، دھنیا، زیرہ، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اب اس میں بکرے کا گوشت ڈال کر فرائی کریں پھر اس میں تین کپ پانی شامل کر کے ڈھک کر پکائیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ اب اس میں املی ڈال دیں اور ثابت ہری مرچ ڈال کر اتنا پکائیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے پھر لیموں والا نمک شامل کر دیں۔ بگھار کے لیے گھی گرم کر کے اس میں گول لال مرچ، سفید زیرہ اور کڑی پتے ڈال لیں پھر اسے دال میں شامل کر کے دس منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ اب اسے کٹے ہرے دھنیے سے گارنش کر کے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

نادیہ عاطف...... کراچی

کلیجی مصالحہ

اجزاء:۔

کلیجی — آدھا کلو
ادرک لہسن کا پیسٹ — ایک کھانے کا چمچ
پیاز (پسی اور تلی ہوئی) — آدھا کپ
لال مرچ (پسی ہوئی) — ایک کھانے کا چمچ
ہلدی — ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک — ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا) — ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر (کٹے ہوئے) — تین عدد
سفید زیرہ — ایک چائے کا چمچ
دہی — آدھا کپ
گرم مصالحہ — آدھا چائے کا چمچ
قصوری میتھی — ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (کٹا ہوا) — دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔
پہلے تیل گرم کر کے اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، پیاز، پسی لال مرچ، ہلدی، نمک، پسا دھنیا اور ایک چوتھائی کپ پانی شامل کر کے اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اب اس میں ٹماٹر شامل کر کے اچھی طرح بھون لیں پھر اس میں سفید زیرہ، بکرے کی کلیجی اور دہی ڈال کر ڈھک کر دس منٹ پکائیں۔ جب پانی خشک ہو جائے اور تیل اوپر آ جائے تو اس میں گرم مصالہ، قصوری میتھی اور ہرا دھنیا شامل کر دیں۔

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

ساگ گوشت

اجزاء:۔

گوشت — آدھا کلو
پالک — آدھا کلو
ہری مرچ — چھ عدد
ٹماٹر — ایک عدد
میتھی — دو چھوٹی گٹھی
تیل — آدھا کپ
پیاز — آدھا کپ (تلی ہوئی)
ادرک لہسن کا پیسٹ — ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی) — ایک کھانے کا چمچ
ہلدی — ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک — ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا) — ڈیڑھ چائے کا چمچ
دہی — ایک کپ
دودھ — آدھا کپ
قصوری میتھی — دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔
پالک کو صاف کر کے ابال لیں۔ اب پالک کو ہری مرچ، ٹماٹر اور میتھی کے ساتھ بلینڈ کر کے رکھ لیں پھر تیل گرم کر کے اس میں تلی پیاز، ادرک لہسن کا پیسٹ، پسی لال مرچ، ہلدی، پسا دھنیا، نمک اور بکرے کا گوشت ڈال کر دس منٹ کے لیے فرائی کریں۔ اب اس میں دہی شامل کر کے اچھی طرح فرائی کریں۔ اس کے بعد ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر ڈھکیں اور پکائیں، یہاں تک کہ گوشت تقریباً پک جائے۔ اب بلینڈ کیا ہوا پالک کا مکسچر شامل کر کے ڈھکیں اور پکائیں، یہاں تک کہ تیل اوپر آ جائے۔ آخر میں دودھ اور قصوری میتھی ڈال کر فرائی کریں اور نکال لیں۔

وریشہ مشتاق...... گجرات

www.naeyufaq.com
pklibrary.com

biazdill@naeyufaq.com

ایمان وقار

تم وضو کرنا

یوں دعاؤں میں آرزو کرنا
مجھ کو پانے کی جستجو کرنا
ناز تم پہ کریں گے یہ تارے
چاند کو اپنے روبرو کرنا
تیرا پرتو دکھائی دے مجھے
یوں نہ لوگوں سے گفتگو کرنا
چاند شرمائے دیکھ کے جس کو
روشنی ایسی چار سو کرنا
حسن کی جب پڑھنا نماز انصر
عشق پانی سے تم وضو کرنا

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ

تم بن جی نہیں سکتے

سنو
جو ہم محسوس کرتے ہیں
اگر تم سمجھ جاؤ
تو اتنا جان لینا
یہ ان جذبوں کی خوشبو ہے
جنہیں ہم کہہ نہیں سکتے
اگر تم اجازت دو
تو چند لفظوں میں کہہ دیں
کہ......
تم بن مر تو سکتے ہیں
تم بن جی نہیں سکتے

ڈاکٹر زارا تعبیر...... قصور

مت تڑپاؤ جی

کیسے جئیں بتلاؤ جی
دل پہ لگا ہے گھاؤ جی
پار لگے گی ناؤ جی
تم سے مت گھبراؤ جی
ہو کے خفا مت جاؤ جی
اور نہ اب تڑپاؤ جی
کچھ تو کہو تم دل کی باتیں
ہم سے مت شرماؤ جی
گھوم چکے ہو قریہ قریہ
میری گلی بھی آؤ جی
رکھ نہ سکیں گے دل پہ قابو
سانسیں مت الجھاؤ جی
ہم کو مت انجان سمجھو
ہم کو مت تڑپاؤ جی
توڑ رہے ہیں دل کے رشتے
کوئی انہیں سمجھاؤ جی
کر کے یاد تم ان کی باتیں
نیئر دل بہلاؤ جی

نیئر رضوی...... لیاقت آباد، کراچی

خواب سجاتی رہتی

ہر پل تیرے خواب سجاتی رہتی ہوں
مٹی پر تصویر بناتی رہتی ہوں
اک لڑکے کے عشق نے مجھ کو مار دیا
ہر اک کو یہ زخم دکھاتی رہتی ہوں
کون تھا جس نے میرے خواب چرائے تھے
ہر ایک پر الزام لگاتی رہتی ہوں
میں نے غم کی فصلیں کاٹیں راتوں کو
دل میں دکھ کے بیج اگاتی رہتی ہوں

فریدہ فری یوسفزئی...... لاہور

میری تنہائی بھی تم

میری خزاں بھی تم میری بہار بھی تم
میری جیت بھی تم میری ہار بھی تم

pklibrary.com

میری وفا بھی تم میرا پیار بھی تم
میری محبت بھی تم میرا انتظار بھی تم
میری بات بھی تم میری مسکراہٹ بھی تم
میری حقیقت بھی تم میرا خواب بھی تم
میری محفل بھی تم میری تنہائی بھی تم
میری خاموشی بھی تم میری آواز بھی تم
میری سوچ بھی تم میری بات بھی تم
میری خوشی بھی تم میرا دکھ بھی تم
میری زندگی بھی تم میری بندگی بھی تم
میری چاہت بھی تم میرا اعتبار بھی تم
عیش عبدالباسط......

تنہائی

یہ جو تنہائی ہے
یہ میسر جو آجائے کبھی
تو میرا دل چاہتا ہے
کاغذ قلم اٹھاؤں
اور محبت کی کہانیاں لکھوں
پیار کے قصے لکھوں
کچھ نظمیں لکھوں
کسی جگنو، کسی تارے، کسی تتلی پر
مگر!
یہ جو تنہائی ہے
یہ میسر آجائے کبھی تو
تمہاری یادیں آکر
میری سوچوں میرے خیالوں پر چھا جاتی ہیں
یہ جو تنہائی ہے
یہ بہت اداس کر جاتی ہے
سعدیہ قریشی...... ملٹن کینز، انگلینڈ

بے نام لوگوں میں

میرے گھر کے در و دیوار پہ نام اس کا تھا
جو گھر بسایا اس نے لوٹا بھی اس نے تھا
ہر بات پہ دیتا تھا جو ساتھ میرا
آج بات نکلی تو الزام بھی اس کا تھا
زمانے بھر کے زخموں پہ رکھتا رہا جو مرہم
میرے ہر زخم میں شامل ہاتھ اس کا تھا
ہم تو بے نام لوگوں میں ہوتے تھے شمار
نام بھی اس کا تھا احسان بھی اس کا تھا
لوگوں کی بھیڑ میں تنہا تھے ہم مدیحہ
وہ لوگ بھی اس کے تھے جہاں بھی اس کا تھا
مدیحہ نورین مہک...... گجرات

سلام

حادثوں کا امتحاں ہے کربلا
اشک و خوں کی داستاں ہے کربلا
خاک پر بکھرے ہوئے لاشوں کو دیکھ
سر زمینِ خونچکاں ہے کربلا
بے بسی اور شرم سے نہرِ فرات
آج تک نوحہ کناں ہے کربلا
ہے غمِ شبیر میں ہر آنکھ نم
آسماں گریۂ کناں ہے کربلا
خاک و خوں میں ہے بسی یہ سرزمیں
موت کا اِک آستاں ہے کربلا
دس محرم کو جلائے تھے جو گل
ان ہی خیموں کا دھواں ہے کربلا
سباس گل...... رحیم یار خان

خاموش ہیں

احترام آدمی ہے اور نہ کچھ پاس ادب
مال و دولت کے نشے میں اس طرح مدہوش ہیں
بات کرنے بھی نہ دیں یہ اہلِ ثروت خود مجھے
اور پھر ہنس کر کہیں یہ آپ کیوں خاموش ہیں
راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

اک عمر فقیری میں گزاری

سارے تھک ہار کے پھر اُس کے در جائیں
روشنی لے کے ترے رُخ سے ستارے جائیں
وہ جو رکھتے ہیں نہ مشکل میں بھرم رشتوں کا

ہم بھی شاید کہ اُنہی میں ہی پکارے جائیں
میں نے اک عمر فقیری میں گزاری اپنی
اب مرے واسطے بھی تخت سجائیں جائیں
تیری لکھی ہوئی تقدیر سے شکوہ نہ کیا
اب تو حق بنتا ہے ہم لوگ سنوارے جائیں
اب تک [illegible] تے رہے اُوروں کے حسن پر
اب یہ [illegible] نقش اپنے نکھارے جائیں
تہمینہ شوکت تاثیر......سرگودھا

مگر سوچ لو جاناں

مجھے پتا ہے تم لوٹ آؤ گے
پھر سے آکر مجھے ستاؤ گے
پھر سے کوئی نیا بہانہ بنا کر
میرے اس دل کو بہلاؤ گے
مگر سوچ لو جاناں
اس بار جو ہم تم سے روٹھے
تو تم نہ ہمیں منا پاؤ گے
ہمارا ہاتھ جو تم سے چھوٹ جائے گا
بس اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے رہ جاؤ گے
زندگی خان......چکوال

میں ساحل پر اب نہیں جاتا

گیت، سمندر، تم اور میں
من کا مندر، تم اور میں
برسوں پہلے بچھڑ گئے تھے
خواب کے اندر، تم اور میں
ساحل ساحل ڈھونڈ لیا تھا
لہروں سے بھی پوچھ لیا تھا
کہیں بھی تیرا پتہ نہ پایا
تھک کر کتنا میں رویا تھا
میں نے ساحل چھوڑ دیا تھا
کشتی کا رخ موڑ دیا تھا
پربت پربت، گھاٹی گھاٹی
تیز ہوا کا جھونکا بن کر
جنگل جنگل، وادی وادی
صحرا صحرا خاک اڑائی
دریاؤں کی گود میں اترا
جھیلوں پہ بسیرا کیا
برف کے ٹھنڈے تاج محل میں
اپنے آنسو چھوڑ آیا تھا
شاید وہ موتی بن جائیں
اور کبھی تو آ نکلے تو
ان سے اپنی آنکھیں بھر لے
تجھے تو شاید پتہ نہ ہوگا
لیکن میں اک پیڑ کی شاخ پہ
ایک نشانی باندھ آیا تھا
راکاپوشی کے دامن میں
خوبانی کے پیڑ پہ میں نے
تیرا میرا نام لکھا تھا
نانگا پربت کے سائے میں
لکڑی کی اک بینچ پہ بیٹھ کے
میں نے چائے کے دو کپ پیے تھے
تیرے حصے کی چائے میں
میٹھا تھوڑا کم ڈالا تھا
لک پے لاوکی اس نگری میں
جہاں فقط تنہائی کی میخیں
میرے دل میں گڑی جاتی تھیں
میں نے تیری آنکھوں کی لو سے
شیش محل تعمیر کیا تھا
تجھ کو تصور کیا تھا
جہاں جہاں سے بھی گزرا ہوں
میں نے تجھ کو یاد کیا ہے
دل کے ویرانے کو میں نے
بس تجھ سے آباد کیا ہے
تُو تو جانے کس نگری میں
کس کوچے کے کس آنگن میں

کس کے گھر میں، کس کے من میں
اب رہتی ہے لیکن
میں ساحل پر اب نہیں جاتا!

محمد عبدہ......

محبت سے پکارا جائے

اب کے دل ہے کہ اس دل کو سراہا جائے
اس کو بے مول تقاضوں سے نکالا جائے
ضد اور انا کے فتنے سے ذرا بچ کے اب
محبت کو محبت سے پکارا جائے
پرچم محبت اٹھا کے چل دیے ہیں جو
انہیں آداب محبت بھی سکھایا جائے
ہر وفا پہ اب سے فرد جرم عائد ہو
شہر دل میں یہ قانون بنایا جائے
جس محبت سے آتی ہو وفا کی خوشبو
اسے ظالم کے ارادوں سے بچایا جائے
کہیں کر گزرے کسی سے کوئی عہد وفا
اس پہ لازم ہو کہ تا عمر نبھایا جائے
دل کی دھڑکن میں انعم جب بھی آہ وزاری ہو
ہر اشک پلکوں کے دامن میں گرایا جائے

انعم زہرہ...... ملتان

آنکھوں سے محبت

ستاروں کی گواہی میں
وہ میرے سامنے بیٹھا
آنکھوں میں چمک لے کر
لہجے کے ترنم سے
سانسوں کو مہک دے کر
یہ کیسی بے کلی دے دی
کہ ان ہاتھوں کی گرمی نے
میری نیند بھی لے لی
سائے کی پناہوں نے
بازو کے تحفظ نے
طلب میں آگ سی بھر دی
نئی اک پیاس سی بھر دی
پہلو کی حفاظت نے
لہجے کی صداقت نے
آنکھوں سے محبت نے
مجھے دیوانگی دے دی

سیدہ صبا نوید......

بیٹیاں

سفید کلیوں کی مانند
یہ بیٹیاں ہوتی ہیں
باپ کا اونچا شملہ
بھائی کے تھکیلے شانے ہوتی ہیں
ماں کے پاکیزہ کردار کا آئینہ
بابا کی آنکھ میں ٹھہری شرم وحیا
یہ بیٹیاں ہوتی ہیں
ماں، باپ کی عزت اور مان کی خاطر
ہر دکھ سکھ چپکے چپکے سہنے والی
یہ بیٹیاں ہوتی ہیں
باپ کے گھر میں رہنے والی
اس گھر کو اپنا کہنے والی
پرایا دھن یہ بیٹیاں ہوتی ہیں
اس گھر میں اور اس گھر میں بھی
اپنے گھر کی متلاشی یہ بیٹیاں ہوتی ہیں
بیٹیوں کی عظمت، کردار میں کیا لفظ لکھوں اماں
بس اتنا کہوں گی
جب دین پہ مشکل کوئی بن آئے
تب اپنی چادر دے کر مشکل ٹالنے والی
یہ بیٹیاں ہوتی ہیں

نیلم امان......

ناقابل اشاعت:۔
ثناء کنول، بشریٰ ایوب، ماہ جبین خان۔

www.naeyufaq.com

dkp@naeyufaq.com

ہما احمد

پیاری بہن فریدہ جاوید فری کے نام

السلام علیکم! فریدہ بہن، کیا حال ہے آپ کا، کیسی ہیں آپ؟ بہت عرصہ ہوگیا آپ سے ملاقات اور بات کیے ہوئے، آپ مجھے بہت عزیز ہو بہن، آپ سے بہت خلوص اور پیار ملا۔ کہاں ہیں آپ آج کل؟ میری مصروفیات زیادہ ہوگئیں ہیں۔ ایک پرائیویٹ اسکول میں اردو اینڈ کیلی گرافی ٹیچر ہوں۔ صبح سے شام تک بچوں کے ساتھ گزارتا ہوں، بہت سکون میں ہوں۔ اللہ پاک کا بہت شکر ہے۔ آپ بہت یاد آتی ہو، میں وہیں رہائش پذیر ہوں۔ جہاں ایک بار آپ میرے گھر آئی تھیں۔ آپ کی رہائش کہاں پر ہے آج کل؟ کیا شادمان میں ہی ہیں؟ پلیز میری اچھی بہن، رابطہ کریں مجھ سے۔ میرا رابطہ نمبر یہ ہے۔ 03237492444 بہت دعائیں آپ کے لیے۔ خیر اندیش آپ کا بھائی۔
بشیر احمد دلبر...... سرگودھا

پیاری پیاری لڑکیوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب پڑھنے والے ٹھیک ٹھاک مزہ میں ہوں گے اور لائف کو بھرپور طریقہ سے انجوائے کر رہے ہوں گے۔ کرونا کے ساتھ ہاہاہا۔ گلشن چودھری میری بہنا کیا حال ہیں تمہارے آئی رئیلی مس یو، ڈیئر ایمن غفور گزری ہوئی برتھ ڈے مبارک ہو، جناب کیا حال ہیں آپ کے میری لائف بس ٹھیک ہی گزر رہی ہے اپنے آپ کے ساتھ تم سناؤ کیا ہو رہا ہے؟ پیاری لڑکی زرناب خان اینڈ عائشہ شکیل ہائے، سویٹ بہنا فائزہ شاہ، ام ہانی، ایمن غفور، حرا گل کیا حال ہیں تمہارے؟ فاطمہ عشرت، مافیہ، سدرہ نجم آنی کوثر جی کیا حال ہیں آپ سب کے؟ میری سویٹ سی آلو جیسی فرینڈ دیکھ لیا ناں میں نے آپ سے رابطہ توڑ دیا ہے۔ آپ خود کہتی تھیں میرا پیچھا چھوڑ دو دیکھو چھوڑ دیا۔ آپ نے میرا ایک بار نہیں تین بار ٹرسٹ توڑا ہے آپ کی وجہ سے میں اب کسی پر بھی ٹرسٹ نہیں کرتی، چلیے خوش رہیں اپنی لائف میں۔ میں تو ٹھیک ہوں اپنی لائف میں اپنا دل بہلانے کے لیے سلائی اسکول چلی جاتی ہوں، ویسے آنچل فرینڈ اگر کسی نے کپڑے سلوانے ہوں تو مجھے بتائیے گا میں اتنے پیارے کپڑے سلائی کرتی ہوں۔ مجھے بوائے والے بھی کرنے آتے ہیں۔ شہزادی فرخندہ، کنول ناز، ارم صابر واقر اُجٹ، ماہا بشیر، تبسم بشیر، مدیحہ مہک، آپ تو شادی کے بعد کسی کو لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہیں۔ پرویز افضل، ثنا فرحان، شازیہ شمیم فاریہ نذیر، ثنا کنول، رمشا آصف، حرا گلو، غفور فائزہ بھٹی، نور چودھری سب خوش رہیے اور خوشیاں بانٹیے، دعا میں یاد رکھیے گا۔ آخر میں میری دس اکتوبر کو برتھ ڈے ہے، میں اپنے آپ کو خود ہی وش کرتی ہوں۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو می ہیپی برتھ ڈے ٹو ثمرہ اللہ حافظ۔

لاکھوں میں سے ایک پھول چنا تھا ہم نے
جو کانٹے سے بھی گہرا زخم دے گیا
ثمرہ گلزار...... کوٹلی گجرات

دو ویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ہما احمد اینڈ آنچل فرینڈز۔ کیسے ہیں آپ سب؟ تو جی سویٹ ہارٹ نور چودھری، تبسم بشیر، عائشہ شکیل، ام ہانی، ایم سحر کیسی ہو آپ سب فرینڈز؟ میں نے ان آٹھ ماہ میں آپ دوستوں کو بہت مس کیا۔ آپ لوگوں کی بہت یاد ستاتی مگر میں ان آٹھ ماہ میں

ایک آنچل بھی نہیں پڑھ پائی نہ ہی آپ دوستوں کی نگارشات۔ اکتوبر کا شمارہ آپ پریوں کے بغیر بالکل بے رونق تھا۔ بدرنگ اور پھیکا پھیکا سا۔ اب آنچل کی رونق بڑھانے لوٹ آؤ۔ اگر کوئی پریشانی ہے تو اللہ پاک رحم فرمائیں۔ لعل سسٹر ڈاکٹر زارا تعبیر آپ کو شانو کی یاد نہیں آتی۔ بھول گئی ہو کیا؟ حفصہ نور، گلشن گل، حفصہ نور اینڈ نورین انجم، بھئی مانا کہ اب تم لوگ کالج میں ہو۔ جویریہ دمی، نجمہ آپی، اقراء جٹ، سعدیہ حورعین (میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں ڈیئر) اریشہ زاہد، عطیہ ندیم، ماہ رخ چوہدری، اسما صدیقہ، ثمینہ مصری، ماریہ سلیم کیسی ہیں آپ سب؟ سلام قبول کریں فرینڈز۔ اب مجھے کوئی ملکہ کوہسار، جناب عزت مآب، جاذبہ عباسی صاحبہ کا اتا پتا دیں۔ ہر ماہ انتظار کرتی ہوں مگر نہ جی، جاذبہ عباسی، اگر میرا پیغام پڑھ لیا تو لوٹ آنا۔ ہیں تو ہم آنچل والے قافلہ لے کر وہ بھی (ارطغرل غازی) جیسا ڈھونڈنے مری جائیں گے۔ اب جلدی سے آجاؤ۔ ویسے اگر میں کسی فرینڈ کا نام بھول گئی ہوں لکھتے وقت تو پلیز ناچیز کو معاف کیجئے گا۔ ویسے سب آنچل ریڈرز، رائٹرز میرے دل میں ہو۔ (رئیلی) آخر کو جگہ تو بنتی ہے۔ آخر میں آپ سب سے گزارش ہے کہ میرے پاپا جانی کے لیے دعائے مغفرت کیجئے گا جنہیں ہم سے بچھڑے ہوئے نو ماہ گزر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے پاپا جان کی مغفرت فرمائیں اوران کے درجات بلند فرمائیں آمین۔

شانزہ پرویز شانو...... ایبٹ آباد

سوئٹ فرینڈ کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آنچل نگری والو۔ آپ کی آنچل نگری میں، میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ میرا نام رخسانہ مبین ہے میں ایک ہاؤس وائف ہوں، ابھی حال ہی میں میری چوتھی اینورسری گزری ہے، میرے اللہ کا شکر ہے ہیپی لائف گزار رہی ہوں۔ میں آنچل میں آپ کی دوست گلشن چوہدری کی بڑی سسٹر ہوں، میری سسٹر نے آنچل کے ذریعے مجھے اینورسری وش کی تھی۔ میں آنچل کے ذریعے اپنی سسٹر کو تھینک کہنا چاہتی ہوں۔ میں آنچل فرینڈز کے ساتھ فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں۔ نجم انجم آنی آپ بہت سویٹ ہیں۔ گلشن سے سنا ہے اور عائشہ شکیل بھی۔ ثمرہ گلزار، ام ہانی، نور چوہدری، رمشا آصف، آپ سب سے اور جن کے نام نہیں لکھ پائی آپ سب سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ ہما آپی پلیز آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں مجھے جگہ دیجئے گا پلیز۔ آخر میں میری دعا ہے اللہ آپ سب کو خوش رکھے انعم زہرہ اور مدیحہ نورین آپ کو شادی کی لیٹ مبارک میری طرف سے۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں گا۔ اب ان شاء اللہ ملاقات ہوتی رہے گی۔ اگر ہما آپی نے چاہا تو۔ فی امان اللہ۔

رخسانہ مبین چوہدری...... پیرجنڈ

آپ سب کے نام

تمام آنچل اسٹاف کو میری طرف سے السلام علیکم۔ آپ سب کیسے ہیں؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ تمام امت مسلمہ پر اپنی رحمت کی چھاؤں رکھیں اور ہمیں ہر دکھ سے محفوظ رکھے۔ اب تمام قاری بہن بھائیوں کو بھی سلام آپ سب کی اس خوب صورت محفل میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں۔ دوسرے ادارے والوں سے تو کبھی کبھار سلام دعا ہو ہی جاتی ہے اگر انہیں بھی میرا نام نہ بھولا ہو تو۔ بھائی وقاص عمر اور بھائی ذیشان علی کے خط پڑھ کر اچھا لگا کیونکہ باقی پرچوں میں لڑکیوں کے علاوہ بھی لڑکوں کے خط شائع جو نہیں ہوئے۔ ویسے اتفاق کی بات ہے وقاص میرے تایا زاد بھائی کا نام ہے اور ذیشان علی میرا چھوٹا بھائی ہے۔ میں آنچل مستقل تو

pklibrary.com

نہیں پڑھتی البتہ دو تین ماہ بعد تو منگوا لیتی ہوں پھر بھی خط پہلی دفعہ لکھا ہے۔ میری ماما بہت بیمار ہیں۔ آپ سب سے دعا کی درخواست ہے۔ پہلے ڈاکٹرز نے ڈپریشن کا کہا تھا مگر اب مرگی کا کہا ہے۔ جس وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ میری ماما کے لیے آپ سب بہت دعا کیجئے گا۔ کیا پتا اللہ کس کی دعا قبول فرمائے۔ اللہ حافظ۔

مہناز......شیخوپورہ

اس کے نام جو مجسم محبت ہے، جن کا کوئی نعم البدل نہیں

تمہارا شمار انہی میں ہوتا ہے

ہیپی برتھ ڈے ڈیئر اقصیٰ مریم، جیا، نائلہ وجیہ، یہ نام لکھنے کا مقصد ہے کہ یہ نام تم پہ سوٹ کرتے ہیں۔ لو یو سو مچ۔ اللہ پاک نے تمہیں میری لائف میں لا کر مجھے اپنی زندگی کا بہت بڑا تحفہ دیا ہے۔ اللہ پاک ہم دونوں کی محبت کو یونہی قائم رکھے اور نظر بد سے بچائے۔ ہمیشہ مسکراتی رہو اور یونہی سب کے دلوں میں راج کرو آمین۔ ونس اگین ہیپی برتھ ڈے سویٹ ہارٹ میری پیاری بہنا۔

رکے تو چاند چلے تو ہواؤں جیسا ہے
وہ شخص دھوپ میں چھاؤں جیسا ہے

کنزیٰ رحمٰن......فتح جنگ

دوست کا پیغام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف، قارئین دیگر سب کو میرا پیارا سا سلام قبول ہو، سب لوگ خوش باش ہنستے مسکراتے رہو (آمین)

آپی سندس کے لیے!

فاصلے ایسے بھی ہوں یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا

پس آپ کو اور آپ تمام اہل خانہ کو میری طرف سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی خوش باش رہیں آمین۔ نورین فاطمہ کے لیے میرے دل سے دعا ہے تو جہاں بھی رہے خوشحال رہے۔

بھول کے بھی تجھے بھول نہ پاؤں ''اے میری دوست''

ہر گھڑی بس تیرا ہی خیال رہے

اے میری دوست لوٹ کے آؤ تیرے زندگی ادھوری ہے

اس سے زیادہ کچھ نہیں ۲۱ مئی تو تمہاری برتھ ڈے تھی میری طرف سے مینی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے اور تمہارے شہزادے کو لمبی عمر دے آمین۔ مدیحہ نورین مہک ڈیئر تمہیں شادی مبارک کا خط لکھا تھا وہ ہما احمد نے شامل ہی نہیں کیا، اب تم کہو گی کہ چھ مہینے بعد شادی وش کرنی یاد آئی۔ چل خیر ڈیئر اللہ تمہیں اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ خوش رکھے۔ اور تم اپنے سسرال میں خوش رہو آمین۔ باقی کسی قارئین کی برتھ ڈے ہو تم لوگوں کو مینی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ یوں ہی شاد آباد رہو آمین۔ فائزہ شاہ، فائزہ بھٹی، اقرأ ممتاز، اقرأ جٹ، روحی غفور، ارم گل، راشدہ سب فرینڈز کسی ہیں۔ میں ہر مہینے سب کے پیغام شوق سے پڑھتی ہوں لکھا نہیں۔ آپ لوگوں کے نام پیغام کئی دفعہ لیکن ہما صاحبہ شائع نہیں کرتیں۔ باقی سب فرینڈ جن کے نام رہ گئے ہیں جنہوں نے دوستی کی ریکوئسٹ کی ہے ان کی دوستی قبول ہے جی۔ آپ سب لوگوں کا شکریہ آپ لوگ مجھ ناچیز کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔ شانزہ پرویز شانو ڈیئر کیسی ہو اور تمہارے بھانجے کا کیا حال ہے اتنا ہی بہت بھئی جن کے نام رہ گئے پلیز ان سے معذرت اور ان کو میرا ڈھیر سارا سلام۔ اللہ آپ سب کو اور مجھے ہمیشہ خوش رکھے آمین، اور خالہ عذرا جی کیا حال ہے؟ اور آپ کی شہزادی ایمان فاطمہ کیسی ہے۔ خالہ جی آپ کو میرا سلام خاندان میں سے

pklibrary.com

بھی جورہ گیا ہے ان کو بھی سلام۔

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

ماریہ طفیل پارس چکوال کے نام

بیٹا جی السلام علیکم! ستمبر کے آنچل میں آپ کی شاعری نظر سے گزری۔ اچھی لگی مگر قابل تصحیح بھی لگی اور ہم نے حسب عادت تصحیح کر بھی دی ہے۔ پہلے تو رسالے پر ہی رہنے دیتے تھے مگر آج نہ جانے کیوں دل کیا کہ یہ تصحیح شدہ شاعری بذریعہ پیغام آپ کو بھیجی بھی جائے۔ اللہ جانے آپ خوش ہوں یا ناراض لیکن میں تو کہوں گی کہ اگر میری شاعری کی کوئی اصلاح کردے تو مزا آجائے۔ کبھی کبھار میں ریاض خلیجی جڑانوالہ سے چیک کروالیتی ہوں۔ تو لیجئے آپ کی غزل کچھ تبدیلی سے آپ کے نام۔

زرد موسم پھر رنگ بدلنے لگا
پیلے موسم میں برف اب پگھلنے لگی
مسافر عشق گو ابھی پلٹے نہ تھے
پل گزرتے گئے شام ڈھلنے لگی
وہ جو بے چین تھے بے کراں چاہ میں
ہجر میں ان کی بھی رات جلنے لگی
اس کی آنے کی امید زندہ نہیں
یار کے وصل کی خوشبو مرنے لگی
وہ جو بستا تھا دل کے نہاں خانوں میں
ذات اس کے بناء اب بکھرنے لگی
اطمینان روح محال بارش ہوا
تو جو بچھڑا زمین بوجھ لگنے لگی

کوثر خالد...... جڑانوالہ

دوستوں کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور قارئین آپ سب کو میرا پیار اور خلوص بھر سلام۔ آنچل کی پرانی قاری ہوں۔ پہلے تو بے قاعدگی سے پڑھتی رہی لیکن دو سال سے باقاعدگی سے پڑھنا شروع کردیا اور اس کا سارا کریڈٹ اقراء، علشبہ، ماہم کو جاتا ہے۔ جنہوں نے مجھے بھی آنچل نامی ایک دوست سے ملوادیا۔ پہلے تو ماما بھی اعتراض کرتی تھیں کیونکہ بقول ان کے سدا کی نکمی اور کام چور جو ہوں (ہاہاہا) لیکن اب انہیں بھی عادت ڈال دی۔ فرسٹ آف آل مائی ڈیئرسٹ اینڈ مائی بیسٹ فرینڈ اقراء دسمبر میں تمہاری برتھ ڈے ہے تو میں نے کہا کہ میں تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں، ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر اینڈ جنوری میں مریم کی برتھ ڈے ہے تو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ان ایڈوانس میں نے سوچا کہ ہما آپی پتا نہیں کب خط شامل کریں لیں پھر بھی وش کردیا کہ کبھی نہ کبھی تو کر ہی لیں گی چھبیس ستمبر کو میری برتھ ڈے پر تم لوگوں نے وش نہیں کیا، نہ کوئی میسج کیا اور نہ ہی کال، آئی ایم سوسیڈ اور دوستوں کی برتھ ڈے نہیں یاد تم لوگ ہی میری دوستیں تھیں، اسی لیے یاد رہی۔ مجھے یقین ہے کہ اقراء کو میرا برتھ ڈے وش کرنے کا یہ طریقہ بہت اچھا لگے گا کیونکہ آنچل سے اس کا بھی پرانا رشتہ ہے۔ اب آتی ہوں آنچل کی طرف تو ہما آپی کیسی ہیں؟ پروین افضل شاہین جی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں کسی بھی سلسلے میں آپ کا نام نہ دیکھے تو اداس ہوجاتی ہوں (بٹ تھینک گاڈ ایسا کبھی نہیں ہوا) میری طرف سے آپ کے بیٹے کو ڈھیروں ڈھیر پیار۔ کنول ناز جی اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے آمین اور آپ کے بابا کی مغفرت فرمائے آمین۔ باپ کا دکھ کیا ہوتا ہے یہ مجھ سے زیادہ اچھے طریقے سے کوئی نہیں جان سکتا۔ تایا ابو کی ڈیتھ کے پانچ دن بعد پاپا اور چار سال بعد تایا ابو کی موت نے نڈھال کردیا۔ لگتا ہے ایک بار پھر سے یتیم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ابو (تایا ابو) کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ رقیہ ناز جی آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ تھوڑی دیر سے وش کیا، ایم سوری

pklibrary.com

بٹ دل سے آپ کی ازدواجی زندگی کے لیے دعائیں ہیں اللہ آپ کو خوش رکھے آمین۔ ارم کمال آنی کیا حال چال ہیں آپ کے؟ سباس گل جی آپ کیا کمال کا لکھتی ہو، ثمرہ احمد اور عمیرہ احمد کے بعد آپ تو میرے دل پر چھا گئیں۔ اقرأ صغیر احمد "تیری زلف کے سر ہونے تک" کے سحر میں مجھے بتلا کر کے خود آپ منظر سے غائب ہوگئیں۔ پلیز آپ ایک زبردست سے ناول کے ساتھ انٹری دیں۔ صباء ایشل آپ کا قلم تو جیسے موتی بکھیرتا ہے۔ نجم انجم جی آپ نورین انجم کی کیا لگتی ہیں۔ ماریہ نذیر، ام ہانی، مدیحہ نورین مہک، نجم انجم اعوان، ایمن غفور، حرا گل، غفور، رقیہ ناز، کنول ناز، گلشن چوہدری، کوثر خالد، ثمرہ گلزار، عائشہ شکیل، فائزہ شاہ، شانزہ پرویز شانو، ماہا بشیر حسین، عائشہ عمر بٹ، عنبر عبید عنبر، نازیہ ملک، فریدہ فری یوسف زئی، ارم کمال، اینڈ مائی ڈیئرسٹ پروین افضل شاہین جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور پورے خلوص سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں، پلیز تھام لینا ورنہ مجھ معصوم کا دل ٹوٹ کر کئی ہزار ٹکڑوں میں بٹ جائے گا۔ فاطمہ سہیل جی واہ جی واہ آپ بھی ٹیکسلا سے اور میں بھی ٹیکسلا سے ایسے آپ ٹیکسلا کے کس گاؤں سے ہیں، میں تو گویدو سے ہوں۔ میرا کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں دوست جتنے ہیں ان کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں کہ دو ہی دوستیں ہیں اس لیے جو بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے میں حاضر ہوں۔ ہما جی آپ جب بھی خط لگائیں لیکن پلیز دسمبر سے پہلے لگانا ورنہ اقرأ ابراماں جائے گی اور میں اس کی ناراضی افورڈ نہیں کرسکتی۔ پہلی بار خط لکھا ہے تاخیر سے ڈاک پہنچنے کی وجہ سے آئینہ کی بجائے ڈائریکٹ "دوست کا پیغام آئے" میں انٹری دی خط کو جگہ ضرور دینا او کے ڈیئر فرینڈز جہاں رہیں آپ لوگ خوش رہیں میری طرح زندگی آپ کی خوشیوں کو نہ نگلے بلکہ آپ پر مہربان رہے آمین او کے بائے۔

بنت حوا......

مار یہ نذیر اور آنچل فرینڈز کے نام

کیسی ہو ماریہ، کیا میں تمہیں ماری کہہ سکتی ہوں؟ ویسے تم آج کل کہاں غائب ہو، جلدی سے آنچل میں انٹری دو ورنہ تمہارے کان کھینچ کھینچ کے لمبے کردوں گی ہاہاہا۔ نور تم بھی غائب ہو نکمی اسٹوڈنٹ کی طرح، ارم آصف، رمشاء آصف کیا تمہیں بھی دعوت نامہ بھجواؤ، تبسم ماہا یہ دیکھو تمہارے لیے بھی میں نے ڈنڈا نکالا ہوا ہے ہاہاہا، فائزہ شاہ، رضوانہ وقاص، فائزہ بھٹی، پروین آپی، ایمن اینڈ حرا، عائشہ شکیل، مدیحہ مہک، نجم انجم، رقیہ ناز پریٹی گرل، نورین انجم آپ سب جلدی سے اچھی بچیوں کی طرح آنچل میں انٹری دو شاباش۔

ام ہانی شاہد......ڈگری

کل کائنات کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں سب؟ امید ہے بالکل ٹھیک ہوں گے، ہاں جی تو میری کل کائنات یعنی کہ میرے ابو اور امی کی شادی کی سالگرہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے امی ابو کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی دے آمین اور امی ابو کا سایہ ہمارے سر پہ ہمیشہ سلامت رہے آمین اور شادی کی سالگرہ کے بعد ہی ابو جی کی سالگرہ ہے اللہ میرے ابو جی کو ہمیشہ خوش رکھے سلامت رکھے آمین اور ہاں جی میرے چھوٹے چاچو ندیم اور آنٹی آصفہ آپ دونوں کی شادی کی سالگرہ ہے آپ دونوں کو بھی بہت مبارک ہو، ہماری پرنس مریم احسن کی پہلی سالگرہ ہے گولو مولو ہنستی مسکراتی رہو ہمیشہ، لعل پرنس اسد اللہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، جن جن کا رزلٹ آیا ہے، پاس ہونے کی بہت بہت مبارکباد۔ ذیشان، جویریہ، صبیحہ زمرہ، رمشاء مبارکباد، زرقا اللہ نے تمہیں اپنی رحمت سے نوازہ ہے، بہت بہت مبارک

pklibrary.com

ہو، باقی تمام پڑھنے والوں کو بہت سا سلام ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ

زندگی رہی تو پھر ملیں گے
نہ رہی تو قیامت کے دن ملیں گے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

اپنوں کے نام

السلام علیکم! سب آنچل کی پیاری عوام اتنے ٹائم کے بعد پھر سے لکھ رہی ہوں، آپ سب کیسے ہیں؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سب سے پہلے قیصر آنی جی کا دکھ جو کہ ہمیشہ رہے گا، اللہ پاک جنت میں جگہ دیں آمین۔ آپ سب کیسے ہو؟ افشاں سراج آپی، تبسم بشیر، ماہا بشیر، ایمن وحرا غفور میں ٹھیک ہوں تھینک یو یاد رکھنے کا، اللہ تعالیٰ خوش رکھیں آمین ثم آمین، فائزہ شاہ، فائزہ بھٹی، ام ہانی شاہد، ماریہ نذیر، نجم انجم آپی، نورین انجم اعوان، پروین افضل شاہین آپی، عطیہ ندیم خان، خوش رہیں سب، نورے ایمان چودھری، عائشہ شکیل، گلشن چودھری، ارم آصف، شانزے پرویز، آپ کے بابا کی طبیعت کیسی ہے اب؟ زارا تعبیر، زیلش ارشان، رقیہ ناز، مدیحہ مہک آپی، ماہ رخ سیال، سیدہ لوبا سجاد، اقرا جٹ، ام ہانی شاہد، ثناء کنول اور جو رہ گئے وہ بھی یاد ہیں، سب کو سلام اور دعائیں، ماریہ نذیر آپی ہیپی برتھ ڈے، اللہ پاک بہت خوش رکھے، کامیابیاں دیں آمین، شہلا آپی، شمائلہ آپی، ہما آپی، ایمان وقار اور جویریہ سالک آپی کو سلام اور دعائیں۔ بہت خوش رہیں سب، اللہ پاک سلامت رکھے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

زرناب خان...... سرگودھا

دوستوں کے نام

آنچل ریڈرز کو سلام۔ ہاں تو انابیہ رانا تمہارا برتھ ڈے آخر کار آگیا۔ پچھلے سال سترہ نومبر کو وش کردیا تھا اب اس سے بھی پہلے وش کررہی ہوں۔ انیس نومبر کو میری سگھڑ بہن دنیا میں تشریف لائی۔ ہرفن مولا، ہر کام میں تاک۔ اللہ پاک تمہیں خوش رکھے، زندگی کا ہر سکھ، ہر خوشی دے، تمہارے نصیب کا ستارہ مثل مہتاب و آفتاب چمکے، شاد رہو آباد رہو، تمہارا ہر خواب پورا ہو، ہر دعا قبول و مقبول ہو آمین۔ تم میں لکھنے کے جراثیم موجود ہیں مگر لکھتی نہیں یا پھر لکھ لیتی ہو اور شائع نہیں کراتیں؟ خیر تم نے ایمان اور نور کو وش کرنے کا کہا تھا مگر نظم نہیں دی پھر بھی اپنی اور تمہاری طرف سے ان دونوں کو بھی سالگرہ کی ڈھیروں مبارکباد۔ اللہ پاک ان کے نصیب اچھے کرے اور ہر بری نظر سے محفوظ رکھے آمین۔ ایمان اور نور میری پیاری پیاری بھانجیاں ہیں اور مجھے یقین ہے میری طرح اور اپنی مما کی طرح وہ بھی آنچل پڑھنے کی شیدائی بن جائیں گی۔ جب بھی ان کی والدہ محترمہ کو کسی ناول کا نام بتا کر خوب تعریفیں کرنے کے بعد کہتی ہوں یہ ناول ضرور پڑھنا تو ایمان صاحبہ فوراً منہ پھلا کر کہتی ہیں۔ ''واہ خالہ اپنی بہن کو تو ناول پڑھنے کے لیے دیتی ہو مجھے نہیں۔'' پھر خوب لڑتی ہے۔ گھر آتے ہی ایمان اور نور ہوتی ہیں اور میرے پیارے شمارے۔ پانچ چھ سال کی عمریں ہیں اور شوق ہے طویل ناول پڑھنے کا۔ نور تو خیر اپنی طرف سے مزے مزے کی کہانیاں بنا کر سنا بھی دیتی ہے۔ اس میں مستقبل کی رائٹر نظر آتی ہے میری نٹ کھٹ شرارتی بھانجیاں۔ آخر میں تمام آنچل ریڈرز کے لیے دعا۔ جیتی رہیں، خوش رہیں آباد رہیں۔

حمیرا علی...... کراچی

www.naeyufaq.com

yaadgar@naeyufaq.com

جویریہ سالک

دوزخ سے جنت کا سفر

حضرت عمران بن حصیمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی شفاعت کے ذریعے سے ایک گروہ دوزخ سے نکلے گا اور جنت میں داخل ہوجائے گا۔ ان کا نام جہنم والے رکھا جائے گا (بخاری) ظاہر ہے یہ لوگ اہل ایمان گناہگار ہوں گے کیونکہ حضور ﷺ کی شفاعت تو صرف مومنوں کے لیے ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''مومن دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے تو انہیں ایک پل پر روک لیا جائے گا۔ جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا پھر انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا ان مظالم کا جو انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے سے پر کیے ہوں گے یہاں تک کہ جب وہ پاک صاف ہوجائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے جنت والے گھر کے راستے کو اپنے دنیا والے گھر کے راستے کی نسبت زیادہ جانتا ہوگا۔'' (بخاری)

حسن اختر پریم......کراچی

قرآن اور شیطان

❖ جب ہم قرآن پاک اٹھاتے ہیں تو شیطان کے سر میں درد ہوتا ہے۔

❖ جب ہم قرآن پاک کھولتے ہیں تو وہ پریشان ہوتا ہے۔

❖ جب ہم قرآن پاک کو پڑھتے ہیں تو وہ کمزور ہوتا ہے۔

❖ تو چلو آؤ قرآن پڑھیں تاکہ شیطان کمزور ہوجائے اتنا کمزور کہ ایسا دن آئے کہ وہ اٹھ بھی نہ سکے۔

❖ اور کیا تم جانتے ہو کہ جب تم یہ بات سب کو بتانے کی کوشش کرو گے تو شیطان تمہارے ارادے کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا مگر تم اپنے ارادے کو مت کمزور ہونے دینا۔

نورین......کورنگی، کراچی

اسلامی معلومات

○ اسلامی سال 354 دن اور آٹھ گھنٹوں کا ہوتا ہے۔

○ خانہ کعبہ کا نقشہ حضرت جبرائیلؑ نے بنایا۔

○ قیامت کے دن حضرت رافیلؑ زمین کو لپیٹے گے۔

○ صبح بغیر روح کے سانس لیتی ہے (قرآن مجید میں ارشاد ہے ''اور قسم ہے صبح کی جب دم بھرے'')

○ قرآن مجید کی رو سے بنی اسرائیل سب سے زیادہ نافرمان قوم ہے۔

○ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے شیخ سعدی نے کیا۔

○ برصغیر میں قرآن مجید کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے شاہ ولی اللہ نے کیا۔

میمونہ خان شیروانی......کبیر والا

آزمائش

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا۔

یہ کیسے پتا چلے گا کہ جو پریشانی یا مصیبت ہم پر آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا اس کی طرف سے سزا ہے۔

آپ نے جواب دیا جو مصیبت تجھے اللہ سے دور کرے وہ سزا ہے اور جو مصیبت تجھے اللہ کی طرف لے جائے وہ آزمائش ہے۔

زہرہ عباس مہروعباس......شیخوڈنگل

یادگار لمحے

❁ زندگی میں ہر موقع کا فائدہ اٹھاؤ مگر کسی کے بھروسے کا نہیں۔

❁ ہم جو کرتے ہیں وہ کبھی ہمیں غلط نہیں لگتا۔ ہمیں صرف وہ غلط لگتا ہے، جو دوسرے کرتے ہیں۔

❁ مخلص لوگ بناوٹ سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے بعض اوقات تلخ بھی ثابت ہوتے ہیں۔

شانزہ پرویز شانو...... ایبٹ آباد

زندگی کے تین سنہری اصول

☆ اس سے ضرور معافی مانگو جسے تم چاہتے ہو۔

☆ اسے مت چھوڑو جو تمہیں چاہتا ہے۔

☆ اس سے کچھ نہ چھپاؤ جس پر تم اعتبار کرتے ہو۔

اقوال زریں

❁ طلب علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔ (افلاطون)

❁ زندگی کی دو باتیں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

(ا) ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا۔

(۲) جس کی خواہش نہ ہو اس کا ملنا (برنارڈ شاہ)

❁ جب لوگ میری ہاں میں ہاں ملا رہے ہوں تو مجھے خیال آتا ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہے (آسکر وائلڈ)

❁ اگر تیرا دل کوہ آتش فشاں ہے تو پھر کیوں توقع رکھتا ہے کہ وہ پھولوں کو تیرے ہاتھ میں تر و تازہ رہنے دے گا۔ (خلیل جبران)

❁ وکیل ایک عیار شخص ہے جو آپ کی جائیداد آپ کے دشمنوں سے بچا کر خود اپنے لیے رکھ لیتا ہے۔ (لارڈ بارنم)

عنایہ شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

یہ بھی سچ ہے

مجھے لگتا ہے۔ چائے کے اندر ڈالی ہوئی چینی کا بھی دل ہوتا ہے...... اس کی بھی سیلف ریسپکٹ ہوتی ہے۔ اگر آپ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری سویٹ کو کھائیں تو وہ چپ چاپ اپنا ذائقہ لے کر کہیں چلی جاتی ہے اور اس کے بعد سب کچھ پھیکا پھیکا لگنے لگتا ہے۔

کبھی بھی ایک کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے محبت نہ کریں ورنہ محبت بھی اپنی مٹھا لے کر کہیں دور چلی جائے گی۔

کنزیٰ رحمٰن...... فتح جنگ

میاں بیوی

بیوی: میرے ساتھ گزرے دس سال آپ کو کیسے لگے؟

شوہر: دو سیکنڈ کی طرح۔

بیوی: اور مجھ پر خرچ کیے ایک لاکھ روپے؟

شوہر: ایک پیسے کی طرح۔

بیوی: تو پھر مجھے ایک پیسہ دیں۔

شوہر: دو سیکنڈ انتظار کرو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

مسکراہٹ

❖ پاکستان میں ایک بک اسٹال پر ایک کتاب دیکھ کر امریکن ڈاکٹر بے ہوش ہو گیا، کتاب کا عنوان تھا۔ ”تیس دن میں ڈاکٹر بنئے“

❖ جس شخص کے سامنے سب سر جھکا لیں اسے حجام کہتے ہیں جو حجام کے سامنے بھی سر نہ جھکائے اسے گنجا کہتے ہیں۔

❖ آج کے دور میں اگر کوئی شخص اپنے گھر کے تمام افراد کو جمع کرنا چاہے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر کا وائی فائی بند کر دے۔

❖ ون وے روڈ پر بھی دونوں طرف دیکھ کر روڈ پار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا انسانیت پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔

❖ اچھی خاصی بھوک بھی اسی وقت مر جاتی ہے جب بیگم صاحبہ کھانا دستر خواب پر چن کر کہتی ہیں۔ کھانا کھالیں پھر ایک ضروری بات کرنی ہے۔

❖ ایک قبر کے کتبے پر لکھا تھا۔

"حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے"
"حاجی بشیر بخت، عمر ۹۹ سال"
صغریٰ شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

صحیح / غلط

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم صحیح ہو کر بھی غلط نظر آتے ہیں اور ہمارے بارے میں دوسرے اتنا غلط سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم چاہ کر بھی صحیح بتا نہیں سکتے۔ لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جو ہمارے اپنے ہیں وہ ہمارے ساتھ غلط کیوں کریں گے۔ اگر اپنے ہی اپنوں کے ساتھ غلط کرنا شروع کر دیں تو وہ پھر اپنے نہیں غیر کہلاتے ہیں۔ خود کو صحیح ثابت کرنے کے لیے الفاظ ضروری ہوتے ہیں لیکن جب کوئی اپنا جان سے پیارا آپ کو غلط سمجھ لے تو وہاں الفاظ ضائع ہی ہوتے ہیں، لیکن لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں جیسا نظر آتا ہے ویسا ہوتا نہیں اور جیسا ہوتا ہے ویسا نظر نہیں آتا۔ اس دنیا کا رواج ہے خود کو صحیح ثابت کرنے کے لیے زندگی ختم کرنا پڑتی ہے۔ تب جا کر سب کو لگتا ہے کہ یہ انسان صحیح ہے۔ اس دنیا سے جانے کے بعد، فارگاڈ سیک اپنوں پر اعتبار کرنا سیکھیں۔ اس سے آپ خود بھی خوش رہیں گے اور آپ کے اپنے بھی۔
عظمیٰ بٹ...... سمندری

آکسیجن

میڈیکل ریسرچ کے مطابق زندہ رہنے کے لیے انسان روزانہ تین سلینڈر کے برابر آکسیجن استعمال کرتا ہے، جس کی قیمت تقریباً ۳۷۸۰ روپے بنتی ہے۔ یعنی ایک عام آدمی سالانہ ۱۳ لاکھ ۷۹ ہزار روپے کی آکسیجن استعمال کرتا ہے اور ۵۰ سال اوسط عمر تک تقریباً ۶ کروڑ ۸۹ لاکھ ۸۵ ہزار روپے کی آکسیجن استعمال کر لیتا ہے، کیا ہم عام طور پر خود اس کا انتظام کر سکتے ہیں؟
نہیں...... بالکل نہیں؟
"پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"
ارم کمال...... فیصل آباد

اقوال

(۱) بے وقوف مرد کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک ہی غلطی بار بار کرنا چاہتا ہے اور وہ ہے شادی۔
(۲) بیوی اپنے شوہر کو جہنم میں تو بھیجنا پسند کرے گی مگر سوکن کے پاس بھیجنے کے لیے وہ خود مرنا پسند کر لے گی۔
(۳) پاکستانی خواتین میں کوئی اور مماثلت ہو یا نہ ہو یہ ایک بات ان کی مشترک ہے کہ حیران ہونے والی بات پر ان کی آنکھیں اور منہ ضرور کھل جاتا ہے۔
عثمان عبداللہ...... کراچی

سمجھنے کی بات

جو لوگ زندگی کے ہر رشتے کو نبھانے میں خلوص نیت عزت اور محبت کو اپنی ترجیحات میں رکھتے ہیں اور ہر رشتے کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں۔ وہ زندگی کی داستان میں امر ہو جاتے ہیں۔ زندگی ان پر فخر محسوس کرتی ہے۔
ثمرہ گلزار ثمر...... کوٹلی گجرات

ہنسنا منع ہے

پڑوسن کی بیٹی کا نام دعا ہے کبھی راہ چلتے دعا سلام ہو جائے تو وہ پوچھتی ہیں بیٹا کیسے ہو؟
میں بس اتنا کہتا ہوں آنٹی آپ کی دعا چاہیے۔
رخسانہ مبین چوہدری...... پیر جنڈ

اعتبار

کبھی اپنے حق میں گواہی مت دو جس کو آپ پر اعتبار نہ ہو آپ کی لاکھ تاویلیں بھی وہاں اعتبار کا ستون قائم نہیں کر سکتیں۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

محبت

محبت سے غم اور اداسی ضرور پیدا ہوگی وہ محبت ہی نہیں جو اداسی نہ دے۔
تجربہ جب آپ تجربات سے بھر جاتے ہیں تو اس قدر بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی آپ کے تجربے کو ملازمت نہیں دیتا۔
ام ہانی شاہد...... ڈگری

pklibrary.com

کامیابی

زندگی کی تلخیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے خود تلخ ہو جانا کامیابی نہیں ہے بلکہ اصل کامیابی تو ان تلخیوں کا مسکرا کر سامنا کرنے میں ہے۔

ارم صابرہ......تلہ گنگ

منافقت

کسی کو صرف اچھا کہنا ہی کافی نہیں ہوتا کسی کے ساتھ اچھا رہنا بھی پڑتا ہے زبان سے اچھا کہنا اور دل میں نفرت رکھنا اسی کو تو منافقت کہتے ہیں۔

مدیحہ نورین مہک......گجرات

وقت کی قدر

وقت کی قدر وقت پہ کرنا سیکھو، وگرنہ وقت کی ٹک ٹک کرتی سوئیاں نہ صرف اپنی اہمیت سے روشناس کروائیں گی بلکہ عمر بھر کے پچھتاوے کا جھرمٹ آپ کی جھولی میں ڈال دیں گی۔

ماہ جبین خان......بہاولپور

ہجر کا گھاؤ

وقت مرہم اگر بنتا
تمہارے ہجر کا گھاؤ
کبھی کا
بھر گیا ہوتا

سباس گل......رحیم یار خان

مرد کی نیند

مرد کی نیند عورت کی نیند سے گہری ہوتی ہے عورت کو وقت مل جاتا ہے آرام کا۔ بچے کی وجہ سے یا کسی بھی طرح وہ آرام کر لیتی ہے پر مرد سارا دن گھر سے باہر کام کرتا ہے آرام کا وقت نہیں مل پاتا اس لیے مرد کی نیند گہری ہوتی ہے، تھکاوٹ ہوتی ہے، فون بجے یا بچہ روئیں اس کو ہوش نہیں ہوتا۔ وہی تو اس کے آرام کا وقت ہوتا ہے۔ بس ہم سمجھتے نہیں پھر بھی مرد سے لڑتے ہیں کے گھوڑے بیچ کے سو رہے ہیں اگر غور کیا جائے تو مرد کو حق ہے گھوڑے بیچ کے سونے کا۔

عائشہ خان......ڈسکہ

دعا

میں نے سنا ہے دعا انسان کی قسمت بدل دیتی ہے مگر میں کہتی ہوں قسمت بھی ان کی بدلتی ہے جن کی قسمت میں اللہ نے دعا مانگنا لکھا ہوتا ہے۔

انتظار

جب ہم اپنی تکلیفیں پریشانیاں الجھنیں اپنے رب کے آگے پیش کر دیتے ہیں تو ہمیں بے فکر ہو جانا چاہیے اور اپنے رب کی رحمت کا انتظار کرنا چاہیے وہ رب اپنی قدرت سے سب حل کر دے گا۔

ثناء کنول......ڈی آئی خان

بچپن کی عید

ہمارے بچپن کی عید کتنی خوب صورت ہوتی تھی۔ ہم اشتیاق سے ہاتھوں پر مہندی لگا کر آنکھوں میں عید کا سوٹ سجائے، خوشی خوشی سوتے اور عید کی مہکتی صبح اٹھ کر اپنے مہندی والے ہاتھ دھو کر اس بات پر اتراتے کہ سب سے گہرا رنگ ہماری ہی ہتھیلی پر چڑھا ہے۔ عید کی نماز کے بعد میٹھی سویاں کھا کر بزرگوں سے ”عیدی“ ملنے کا بے صبری سے انتظار کرتے تھے اور جب ہمیں عیدی مل جاتی تو اسے اپنے چھوٹے سے پرس میں ڈال کر فخریہ گھومتے تھے اور اب بچپن کی دہلیز پھلانگنے کے بعد عید کے معنی ہی بدل گئے ہیں۔ نہ مہندی کا شوق اور نہ ہی کپڑوں کا۔ شاید وقت نے ہمارا بچپن ہی چھین لیا۔ اب بھی اپنی طرح دوسرے چھوٹے بچوں کو عید کی خوشیاں مناتے دیکھتے ہیں تو من ہی من میں مسکراتے ہیں اور سوچتے ہیں عید تو ان بچوں کی ہے۔ ہمای عید تو ”بچپن“ کی تھی۔

(مریم منور گل......سمندری)

www.naeyufaq.com